نہایت دلچسپ حیرت انگیز تاریخی ناول

حصہ دوم

معشوقۂ حلب عرف فتح حلب

جسمیں قلعہ حلب پر عربوں کا پُرجوش حملہ۔ مجاہدین اسلام کی قیامت خیز
معرکہ آرائیاں مہر کعب و فلادیہ۔ لاوان و زیتون کی خالص محبت
اسلامی ایثار و مساوات اخوت و ہمدردی کی دلپذیر تصویریں نہایت
دلچسپ عبارت میں پیش کی گئی ہیں

مصنفہ حضرت مرزا فدا علی صاحب خنجر ناولسٹ لکھنوی

حسب فرمائش
جہانگیر بک ڈپو بیرون شیرانوالہ دروازہ جہانگیر منزل لاہور

جولائی سنہ ۱۹۳۰ء قیمت

ترکی امیر

مصنفہ

مرزا فدا علی صاحب خنجر ناولسٹ لکھنوی

جسمیں قسطنطنیہ کے امیر اعظم مصطفےٰ پاشا اور قریشہ خانون کے خطرناک

مصائب سفاک اور جرائم پیشہ بدمعاشوں کی حیرت انگیز کارروائیاں ایثار و مبادات کے

مناظر بحری قزاقیاں ہندستانی اور ترکی جاسوسوں کی محیر العقول سراغرسانیاں خونچکاں واقعات

کی تیغ۔ انداز بیان نہایت دلچسپ قیمت مکمل کتاب صرف دو روپے عہ

منگوانیکا پتہ

جہانگیر بک ڈپو بیرون شیرانوالہ دروازہ جہانگیر منزل لاہور

معشوقۂ حلب

نہایت دلچسپ و حیرت انگیز تاریخی ناول

باب اول

شہزادی زیتون

شہزادی حرم سرا کے اس پرتکلف کمرے میں جسکی کھلی ہوئی کھڑکیوں سے صحرائے حلب اور پہاڑیوں کا اونچا نیچا سلسلہ اپنا نظارہ پیش کرتا رہتا ہے اور شاہی پھولداری کے نزہت بخش پھولوں کی بھینی بھینی مہک داخل ہو کر فضا کو معنبر و معطر بناتی رہتی ہے ایک نرم اور مخملیں صوفہ پر شہزادی زیتون بیٹھی بظاہر قدرتی مناظر سے لطف اندوزی حاصل کرنے میں مصروف ہے مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے موجودہ جنگ اور اسکے اضطراب نے جہاں عام قلوب کو بے چینی سے مملو کر دیا ہے وہاں اس کا نازک اور جذبات شباب سے ملتہب دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے اس نے ایک سال تک راتوں کو پہروں جاگ جاگ کر حمید حلیب کا انتظار کیا تھا اور نہ معلوم کتنی نظر کش صبحیں ایسی نہیں جو

باوجود اپنے فرح بخش اثرات کے اسکی توجہ کو جذب کرنے سے قاصر رہکر بے نیل و مرام گذر گئی تھیں اور اس نے کامل سکوت کے ساتھ بستر پر پڑے پڑے کسی دلفریب تخیل میں صبح کا سہانا سماں گذار دیا تھا۔ یوں تو جوانی عموماً نوجوان لڑکیوں کے حیات شباب غیر معمولی طور پر قوی ہو کر بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ کسی ایسی تنگ آغوش کے شوق میں بیتاب ہو رہی ہیں جو انہیں بھینچ بھینچکر لذت کشمکش سے دوچار کرے اور وہ اداے دلستان کے ساتھ اس گستاخانہ جسارت سے اغماض کرتے ہوئے اپنے آپکو اسکے قوی بازوؤں میں سونپ دیں۔ مگر شہزادی زیتون ان نوجوان لڑکیوں سے اتنا ہی بڑھی ہوئی تھی۔ جتنا حسن صوری اور مراتب میں نمایاں تھی شہزادہ لادان کی ملاقات نے اسکے احساسات میں عاشقانہ زندگی کی روح پھونکدی تھی۔ اس کا کوئی لمحہ لادان کے دلچسپ تخیل سے خالی نہ گذرتا تھا۔ وہ اکثر خلوت کی متلاشی رہتی تھی۔ جہاں کامل سکون اور جمعیت خاطر کے ساتھ بیٹھکر تصور کر سکے اور اگر عالم بیداری نہیں تو خود رفتگی کی حالت میں ایسے تخیل سے لطف اندوز ہو سکے جو اسے دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب تر ہے اور یہی سبب تھا کہ وہ اکثر اپنی بے تکلف سہیلیوں کو فریب دیکر کبھی کسی گوشے اور کبھی کسی کنج میں چھپ کر بیٹھ رہتی اور اسکی شوخ و شنگ سہیلیاں اُسے تلاش کرتی پھرتیں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ سلویا اور مرجانہ کو جو بہت زیادہ منہ چڑھی اور رازدار سہیلیاں تھیں کسی کام میں اُلجھا کر تصورات کے مزے لُوٹنے کا وقت نکال لیتی تھی۔ جس وقت کا ذکر ہو رہا ہے اس وقت بھی زیتون نے سلویا اور مرجانہ کو پھولوں کے دیکھنے کے بہانے بھیجدیا تھا اور دوسری سہیلیوں کو باہر رہنے کا حکم دیکر جھروکے

کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ بظاہر تو وہ وہاں سے قدرتی مناظر اور دونوں ازواہ پہلوؤں کے پھول چننے کی سیر میں مصروف تھی لیکن حقیقتاً اسکی چشم مشتاق کے سامنے لاوان کا پروجاہت مجسمہ تھا اور وہ اُسکے مردانہ حسن و جمال کی نورانیت سے دیدۂ دل کو روشن کرنے میں ہمہ تن مصروف تھی۔ وہ اس مبارک گھڑی کو یاد کر رہی تھی جب عید صلیب کے موقعہ پر اسکے دل میں گھر کر لینے والا لاوان اپنی تمام محبوبی کے ساتھ اُسکے سامنے آیا تھا اور اپنے محبت آمیز لب و لہجہ میں تہنیت پیش کرتے ہوئے فضا کو موسیقیت سے معمور کر دیا تھا۔ یہی نہیں وہ دوران قیام میں کئی دفعہ موقعہ نکال کر اس سے ملنے آیا اور گھنٹوں چمن کی روشوں پر ٹہل ٹہل کر اسکے قلب میں محبت کی تخم ریزی کرتا رہا تھا۔ آخر میں اس نے اپنی محبت کا راز ظاہر کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ اعزاز پہنچتے ہی تمام حکم نامہ امیر کو عمل میں لا کر حضرت یوقنا سے شہزادی حاصل کرنیکی سعی کریگا وہ مغموم ہو گئی اُسکے دل میں بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں جیسا کہ اکثر مستورات نے بیان کیا تھا کہ مردوں کی ذات بیوفا ہوتی ہے وہ اپنے مواعید کا لحاظ نہیں کرتے اور مضبوط عہدوں کو بہت جلد فراموش کر دیتے ہیں اور اکثر مطلب آشنا ہوتے ہیں کیا لاوان بھی جنسی خصوصیت سے متصف ہے اس کا ذکی حس قلب اس احساس سے مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ آہ کیا اسکی بے فکر اور معصوم زندگی کو مبتلائے آلام کرنے ہی کیلئے لاوان نے اسکو محبت کا یقین دلایا تھا؟ کچھ سہی لیکن وہ اپنے اقرار وفا پر مستقل تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ دنیا کا کوئی ہاتھ لاوان کے سوا اُسکے حسین گلے میں حمائل نہیں ہو سکتا وہ صرف لاوان کیلئے پیدا کیگئی ہے اور بالآخر اسی کی ہو کر رہیگی اگر اس سے نہ مل سکی تو اسی طرح پاک صاف دنیا سے

اٹھ جائیگی جس طرح سے نطفہ باد سے پیدا ہوئی تھی :-

یہ ہیں وہ خیالات جو زیتون کے قلب صافی میں موجود تھے اور وہ ان کی خوبیہ لذت سے لطف اندوز ہو رہی تھی وہ اس درجہ محو تھی کہ اپنی ہستی تک فراموش کر چکی تھی۔ حالانکہ کئی دفعہ اسکی راحت طلب کنیزیں محض اس خیال سے کمرہ میں داخل ہو ہو کر واپس گئی تھیں کہ شاید ان کی ناز آفرین شہزادی کو کسی کام کی ضرورت ہو یا تنہائی سے گھبرا رہی ہوں لیکن شہزادی زیتون کو انکے پاس آنے اور پھر الٹے پاؤں واپس جانیکی بالکل خبر نہوئی وہ مرمریں بت کی طرح ایک حالت میں بیٹھی رہی یہاں تک کہ سلویا اور مرجانہ جھولیوں میں پھول بھرے ہوئے واپس آگئیں۔ ان دونو نے چمن سے شہزادی کی محویت دیکھکر خیال کیا تھا کہ شاید وہ کسی تازہ شوخی کی ایجاد میں سرگرم ہو رہی ہیں اور جب دونوں اسکی خدمت میں واپس ہونگی تو وہ اسی مجوزہ شوخی سے کام لیگی۔ مگر اب انکی حیرت کی حد نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ بڑھتے بڑھتے وہ بالکل قریب پہنچگئی ہیں مگر شہزادی کے انہماک میں کوئی فرق نہ آیا۔

دونوں تھیں رمز شناس اور مزاج دان انہوں نے فوراً راز کی اصلیت کو دریافت کر لیا۔ چاہتیں تو چھیڑ کا موقعہ اچھا تھا لیکن وہ قدموں کے پاس پھولوں کا ڈھیر کر کے واپس ہونا چاہتی تھیں کہ ایک کنیز کمرے میں داخل ہوئی۔ چونکہ شہزادی پر استغراق کا عالم مستولی تھا اور وہ دونوں نہیں چاہتی تھیں کہ اس راز سے کوئی اور واقفیت حاصل کر سکے اسلئے مرجانہ نے انگلی کے اشارہ سے اسے واپسی کا حکم دیا اور اسکے بعد وہ دبے پاؤں خود بھی باہر آئی۔ غلام گردش میں کنیز منتظر کھڑی تھی۔ اس سے دریافت کیا کہ کیوں کیا کوئی کام ہے ؟

کنیز۔ حضور شہزادی کیخدمت میں بطریق اعظم توفنانے ایک مسیحی لڑکی کو بھیجا ہے

مرجانہ۔ اچھا اسے کسی کمرے میں ٹھہراؤ ابھی شہزادی صاحبہ قدرتی مناظر کی سیر میں مصروف ہیں :-

کنیز۔ ہاں میں پہلے بھی آئی تھی اور انہیں مصروف سیر دیکھکر واپس ہو گئی تھی!

مرجانہ۔ پھر دوبارہ آنے کا سبب؟

کنیز۔ وہ لڑکی جو اپنا نام فلاجیہ بتاتی ہے فوراً شہزادی کے حضور میں حاضر ہونیکی خواہشمند ہے :-

مرجانہ۔ کیا تمنے اُسے بتایا نہیں کہ اسوقت شہزادی صاحبہ دُور سیر کیطرف متوجہ ہیں

کنیز۔ میں نے کہا تھا مگر! - - - - - - - -

مرجانہ۔ مگر کیا؟

کنیز۔ وہ مُصر ہے کہ شہزادی صاحبہ کو میری اطلاع ہونا چاہیئے!

مرجانہ۔ یہ تو مشکل معلوم ہوتا ہے!

کنیز۔ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ مجھے شہزادی صاحبہ کی خدمت میں بعض اہم باتیں عرض کرنا ہیں جن کا سُننا انکے واسطے ازبس ضروری ہے!

مرجانہ۔ تم نے کچھ دریافت کیا کہ وہ باتیں کیسے متعلق ہیں؟

کنیز۔ ہاں! میں نے اُس سے کہا تھا کہ اگر تم وہ باتیں ہم سے بیان کردو تو ہم شہزادی صاحبہ سے عرض کردیں :-

مرجانہ۔ پھر کیا جوابدیا؟

کنیز۔ اس نے بیان کرنے سے قطعی انکار کردیا اور کہا کہ وہ ایک راز ہے

جو شہزادی صاحبہ کے سوا کسی سے بیان نہیں کیا جا سکتا!

مرجانہ۔ اچھا تو شام کو وہ خود اپنی زبان سے کہہ سکتی ہے

کنیز۔ وہ اتنے انتظار پر راضی نہیں!

سلویا بھی باہر آگئی اور ان دونوں کو باتوں میں مشغول دیکھکر ماجرا دریافت کرنے لگی۔ کنیز نے چپکے چپکے فلاویہ کے آنے اور شہزادی زبیدہ سے فوراً ملنے پر اصرار کا واقعہ کہہ سنایا۔ سن کر وہ بھی سوچ میں پڑ گئی اور دیر تک دونوں سوچنے میں مصروف رہیں آخر یہ طے پایا کہ مرجانا اور سلویا جا کر اس سے ملاقات کریں اور ممکن ہو تو وہ راز معلوم کرنیکی سعی کریں۔ اس قرارداد کے بموجب دونوں گل اندام خواہیں کنیز کے ساتھ وہاں پہنچیں، جہاں فلاویہ بیٹھی انتظار کر رہی تھی۔

اب اس نے مردانہ عربی لباس اتار کر بغچی میں باندھ لیا اور اسکے بدلے مسیحی وضع کے زنانے کپڑے پہن لئے تھے جسمیں گلاب کے پھول کی مانند خوبصورت اور نازک نظر آرہی تھی جس سے سلویا اور مرجانا جو خود بھی کچھ کم نازنین نہ تھیں کچھ مرعوب سی ہو گئیں اور تھوڑی دیر تک انکی زبان سے کوئی جملہ نہ ادا ہو سکا سامنے چپ چاپ کھڑی دیکھا کیں۔ فلاویہ بھی ان کی طرف دیکھکر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس خیال سے ان کی طرف متوجہ تھی کہ وہ کوئی سوال کریں اور اس کا معقول جواب دیا جائے۔ آخر چند لمحوں کے توقف کے بعد سلویا نے سلسلہ کلام جاری کیا۔ بہن! مجھے تمہارا نام تو معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی دریافت ہو گیا ہے کہ بطریق اعظم حضرت یوقنا کی اجازت سے تم حرم شاہی میں داخل ہوگئی ہو اور کسی اہم ضرورت سے فی الفور ہماری شہزادی کی خدمت میں

باریاب ہونا چاہتی ہو لیکن شہزادی صاحبہ اس وقت خاص طور پر قدرتی مناظر کی سیر میں مشغول ہیں اور اس درجہ محو ہیں کہ ہم لوگ اس محویت میں دخل دیتے ہوئے ڈرتے ہیں اسلئے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو تم شام تک باریابی کا انتظار کرو اور یا ہمیں اس بات سے مطلع کرو کہ ہم بعنوان شائستہ شہزادی صاحبہ کی خدمت میں عرض کریں اور پھر جو وہ حکم دیں اس پر عمل کریں :-

فلادیہ۔ جو باتیں میرے بیان کرنیکی تھیں وہ پہلے ہی عرض کر دی گئیں لیکن وہ راز جو میں بیان کرنیوالی ہوں حضور شہزادی صاحبہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور مجھے تاکید کر دی گئی ہے کہ ان کے سوا کسی سے ذکر نہ کروں :-

مرجانہ۔ ہم دونوں شہزادی صاحبہ کی ندیم خاص ہیں اور وہ اتنی عنایت فرماتی ہیں کہ اپنے تمام رازوں سے مطلع کر دیتی ہیں اسلئے اگر تم ہم سے بیان کرو گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا گویا خود حضور شہزادی صاحبہ سے بیان کیا ہے

فلادیہ۔ ممکن ہے آپکی یہ باتیں صحیح ہوں لیکن میں اجنبی ہوں اور یہاں کے حالات سے واقف نہیں اسلئے میرا فرض ہے کہ جو راز میرے سپرد کیا گیا ہے اُسے محفوظ رکھنے کی پوری سعی کروں اور تا مقدور کوئی بے احتیاطی نہ ہونے دوں !

مرجانہ۔ تو شام تک انتظار کرو۔ ہم محل دیکھکر تمہارا تذکرہ کر دینگے !

فلادیہ۔ انتظار کرنے میں میرا کوئی نقصان نہیں البتہ کچھ خیال ہے تو یہ کہ مبادا شہزادی صاحبہ اس تاخیر اور غفلت سے کبیدہ ہو جائیں میں آپکو یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ جو راز لیکے حاضر ہوئی ہوں وہ شہزادی صاحبہ کو اس سے زیادہ عزیز ہے اگر انکے پاس لطف میں مداخلت کرینگی تو وہ راز معلوم کرنیکے بعد خفا ہونے

کے بدلے خوش ہی ہوں گی :-

اب پھر دونوں سہیلیوں کو فکر مند ہونا پڑا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا طریقہ اختیار کریں۔ انھیں معلوم تھا کہ شہزادی اپنے اس خیال کو بیحد دوست رکھتی ہے جس میں اس وقت محو ہے اور اگر اس دل نشیں خیال میں حارج ہونیکی جرأت کیگئی تو یقیناً ناراضگی کی موجب ٹھہرے گی۔ دوسری طرف فلاویہ کا یہ بیان کہ وہ اس راز کو لطف سیر پر ترجیح دیگی آمادہ کرتا کہ ابھی جاکر عرض کردیں۔ بڑی دیر کے حیص بیص کے بعد انہوں نے طے کیا کہ چلکر دیکھنا چاہئیے اگر شہزادی کا استغراق ختم ہوچکا ہے تو واہ واہ ورنہ چپکے فلاویہ کو اطلاع دیدیجائیگی ورنہ پھر کسی تدبیر سے انھیں متوجہ کیا جائیگا :-

وہ دونوں الٹے پاؤں شہزادی زیتون کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہ ہنوز اسی دلفریب تخیل میں مبتلا تھی ایک طویل انہماک تھا جو کسی اور طرف متوجہ ہونیکی اجازت دیتا تھا۔ دونوں سہیلیاں کچھ دیر تک چپ چاپ کھڑی شہزادی کی خودگی دیکھتی اور باہم اشارہ بازی کرتی رہیں۔ ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ بڑھکر شہزادی کو ہوشیار کرتے ہوئے فلاویہ کا پیغام عرض کرے۔ آخر مرجانہ نے پاؤں کے قریب بیٹھکر آہستہ آہستہ پائے ناز کو سہلانا شروع کیا۔ گدگدی محسوس کرکے شہزادی زیتون چونک پڑی۔ جبین ناز پر بل پڑگئے باوجود یہ موجیں ہموار ہوئیں قبل اسکے کہ وہ اپنی زبان سے غیظ و غضب کا اظہار کرے سلوبا نے دست بستہ عرض کی! تخیل کی ایک حد مقرر ہونا چاہئیے آخر کچھ اور کام بھی تو ہیں :-

زیتون۔ تم لوگوں کی چہلیں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ جو موقعہ و محل کا مطلق لحاظ نہیں کرتیں ورشاید اسی وجہ سے تم کو کسی نہ کسی دن نقصان اٹھانا پڑے گا :-

مرجانہ - سربدستور پاؤں سہلاتے ہوئے) شہزادی آپکی بے انتہا نوازشوں نے ہمکو گستاخ بنا دیا ہے ہم اپنے قصور کا احساس کرتے ہوئے بھی صرف اسلئے قصور کی مرتکب ہو جاتی ہیں :-

زیتون - (ٹالتے ہوئے) میں نے تم کو پھول لانیکے لئے بھیجا تھا ؟

سلویا - اور آپکی کنیزوں نے اس حکم کی تعمیل کی !

زیتون - پھول کہاں ہیں ؟

مرجانہ - دیر سے قدموں پر پڑے ہوئے چشم التفات کو ترس رہے ہیں

زیتون - میں ان کا ایک گلدستہ بنانا چاہتی ہوں !

سلویا - بالکل ویسا ہی جیسا عید صلیب کے موقعہ پر بنایا جاتا ہے ؟

زیتون - (ٹھنڈی سانس لیکر) سلویا عید مراد ہے دلکی خوشی سے جب مسرت اور اطمینان حاصل ہو جائے وہی عید ہے :-

مرجانہ - مسیح نے چاہا تو وہ وقت بھی قریب آ رہا ہے

زیتون - یہ خیال ہی خیال ہے قلعہ کا محاصرہ طول پکڑتا جاتا ہے اور ہماری حالت قیدیوں کی سی ہوتی جاتی ہے جبتک خوراک کا ذخیرہ کام دیتا ہے اسوقت تک بیٹھے ہیں

سلویا - (کانپ کر) پھر کیا ہو گا !

زیتون - مجبوراً قلعہ سے نکلکر عربی تلواروں کی آنچ سہنا پڑے گی !

مرجانہ - ہمارے بطریق اعظم نے سالہا سال کی رسد بھر لی ہے وحشی عرب کب تک گھیرے پڑے رہینگے آخر ایک نہ ایک روز تنگ آکر بھاگ نکلیں گے - اور پھر ہم لوگ پہلے کی طرح بے خوف ہو جائینگے :-

زیتون۔ مجھے تو بالکل امید نہیں کہ وہ قلعہ فتح کئے بغیر ٹلیں گے!

سلویا۔ اگر وہ زیادہ قیام کرینگے تو ان کی سرکوبی کیلئے قرب و جوار سے مدد آجائیگی انطاکیہ سے بھی کوئی جرار لشکر ضرور آئیگا!

زیتون۔ ممکن ہے نواح حلب سے مدد حاصل ہوسکے یا انطاکیہ سے فوج آئے مگر اس سے کیا ہوگا یرموک سے زیادہ سارے شام بھر میں کہیں فوجوں کا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ان مٹھی بھر عربوں کا کیا بگاڑا سنتی ہوں جبلہ بن ایہم کی ساٹھ ہزار عرب فوج کے مقابلہ میں مسلمانوں کے ساٹھ مجاہدوں نے فتح حاصل کر لی جن لوگوں کا محض ایک ایک ضیغم ہزار ہزار دو دو ہزار رومیوں کے مقابلہ کو نکلتا ہے اور ان پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے وہ حلب والوں سے کیا ڈرینگے:۔

مرجانہ۔ شہزادی ایسا کہئے اب تک عربوں کو جن رومیوں سے سابقہ پڑا ہے وہ سب کے سب آرام طلب اور لڑائی بھڑائی سے جی چرانیوالے تھے انھیں نفاق بغض و کینہ کی خراب خصلتوں نے انسانی جوہروں سے خالی کر دیا تھا ان میں ہر شخص اپنے آپکو ہرقل شہنشاہ روم تصور کرتا تھا اور اسی لئے اپنے افسر کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس لشکر کا یہ حال ہوگا وہ حریف کے سامنے کیا جمیگا

سلویا۔ درست تو یہ ہے ابھی کا واقعہ ہے کہ عربوں نے ہلہ کر کے قلعہ فتح کرنیکی کوشش کی تھی مگر ہمارے سپاہیوں نے اتنے پتھر برسائے کہ ہزارہا نذر اجل ہوگئے۔ ہزاروں لنگڑے لولے ہوگئے بالآخر انھیں میدان چھوڑ کر بھاگتے ہی بنا

مرجانہ۔ سنتی ہو! تقارع کے میدان میں بھی ہمارے سپاہی غالب تھے اگر عین وقت پر شہر کے تاجر غداری کر کے مسلمانوں سے صلح نہ کر لیتے تو حضرت یوقنا

طلیعہ فوج کا خاتمہ کر کے مسلمانوں کے سب سے بڑے سردار ابوعبیدہ پر جا پڑتے اور فراخ دلیری سے انہیں مغلوب کر کے شام سے نکل جانے پر مجبور کر دیتے

زیتون۔ یہ سب خیالات وقتی تسلی کے سوا اور کچھ کام نہیں دے سکتے مجھے تو رہ رہکر چچا یوقنا کی باتیں یاد آتی ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انکی پیشینگوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گی:۔

سلویا۔ وہ آدمی تو ایسے ہی تھے انہوں نے جو کچھ بھی کیا کچھ سمجھ بوجھکر کیا ہوگا

مرجانہ۔ سنتی ہوں کہ مرتے مرتے انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا تھا

زیتون۔ اور اسی اقرار سے مشتعل ہو کر پاپا نے انہیں قتل کر دیا!

سلویا۔ یہ تو بہت برا کیا ایسا ہی غصہ تھا تو قید کر دیتے مگر جان نہ لینا چاہئیے تھی

مرجانہ۔ غصہ برا ہوتا ہے جب آجاتا ہے تو نیک بد کی تمیز نہیں رہتی ہاں! خوب یاد آیا باتوں ہی باتوں میں ایسا محو ہوئی کہ عرض کرنا بالکل ہی بھول گئی:۔

زیتون۔ کیا کچھ کہنا تھا!

مرجانہ۔ جی ہاں

زیتون۔ کہو!

مرجانہ۔ ہمارے بطریق اعظم نے آپکی کنیز میں ایک خوبرو لڑکی بھیجی ہے!

سلویہ۔ اور انکی باتیں بھی عجیب ہیں!

زیتون۔ ذرا وضاحت سے بیان کرو!

سلویہ۔ جب ہم لوگ پھول لیکر آئے ہیں تو ایک کنیز نے اطلاع دی اور کہا کہ وہ لڑکی فی الفور شہزادی کے حضور میں پیش ہونا چاہتی ہے!

مرجانہ ۔ اس وقت اسے طلب کرنیکا موقعہ نہ تھا اسلئے ہمنے اجازت نہیں دی مگر وہ برابر اصرار کرتی رہی آخر ہم دونوں اسکے پاس گئیں اور شام تک انتظار کرنیکو کہا :-

سلویا ۔ مگر اس نے منظور نہ کیا اور ہمکو وہ راز بتایا جو صرف آپ سے عرض کرنا چاہتی ہے ،

زیتون ۔ کیا وہ کوئی پیام کہنا چاہتی ہے ؟

مرجانہ ۔ جی ہاں اور اسے آپکی ذات سے متعلق بتاتی ہے !

زیتون ۔ راز اور میری ذات سے متعلق ؟ یہ تو بالکل ہی عجیب خبر ہے

سلویہ ۔ مجھے تو کچھ اور ہی شبہ معلوم ہوتا ہے !

مرجانہ ۔ ٹھیک ہے میں بھی ایسا ہی کچھ خیال کرتی ہوں

زیتون ۔ کیا تم دونوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے جو معمہ بجھواتی ہو آخر تم دونو کیا خیال کرتی ہو

سلویہ ۔ میرا تو خیال ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

زیتون ۔ (بگڑ کر) یہ تو دیوانی ہو گئی ہے مرجانا تم بیان کرو !

مرجانہ ۔ کیا عرض کروں کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے اور خوشی کی بات چھپانا بھی منظور نہیں ہے

زیتون ۔ اچھا ! اب میں سمجھ گئی کہ تم دونوں نے مجھے بنانیکی سکوٹ کی ہے

سلویہ ۔ نہیں شہزادی ہم کنیزوں سے ایسی گستاخی کی امید نہ رکھئے !

زیتون ۔ کم بختو ! پھر کچھ بتاؤ تو سہی !

مرجانہ ۔ اچھا مجھ سے سنیئے !

سلویہ ۔ نہیں میں عرض کرتی ہوں !

زیتون ۔ (جز بز ہو کر) مجھے عاجز کر دیا ہے تم دونکو یہاں سے چلے جانیکا حکم دونگی

مرجانہ۔ مریم کے لئے ایسا نہ کیجئے!

سلویہ۔ میں عرض کئے دیتی ہوں!

زیتون۔ کہو گی بھی یا "عرض کئے دیتی ہوں" کہہ کہکر وقت گذارو گی!

مرجانہ۔ ہم لوگ خیال کرتے ہیں!

زیتون۔ پھر وہی حماقت!

سلویہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعزاز سے پیام لائی ہے"!

شہزادی زیتون کے لال لال رخساروں پر نسوانی شرم کی کیفیت نمایاں ہو گئی۔ شوق کے عالم میں دل دھڑکنے اور کلیجہ اچھلنے لگا کیا یہ ممکن ہے کہ شہزادہ لاوان نے ع.ب کے شدید محاصرے کا خیال نہ کرتے ہوئے کوئی پیغام بھیجا ہو اس سے ضبط نہ ہو سکا سننا چاہتی تھی جسکے اشتیاق سے اسکی روح سمٹ کر کانوں میں آ گئی تھی۔ جو مژدہ اسکے آلام زندگی کو مسرت خاطر کی صورت میں بدل دینے والا تھا۔ اسکو جلد سے جلد سنکر تڑپتے ہوئے دل کی تسلی کرنا چاہتی تھی۔ سلویہ اور مرجانہ نے اس جلد بازی کو شہزادی کے مرتبہ سے بعید تصور کرتے ہوئے اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ ہر چند زیتون کیلئے اتنی دیر کا انتظار بھی جانگسل تھا۔ جتنی دیر میں اس کا حکم فلاویہ کو اسکے حضور میں حاضر کرے۔ تاہم مرجانہ اور سلویا کے بعد کہنے سننے اور سمجھانے بجھانے سے صبر اختیار کیا۔ مرجانہ اُسے بلانے گئی اور سلویہ حاضر رہکر اپنی چلبلی باتوں سے اسکو بہلانے لگی۔ اگرچہ اس نے چشم زدن کیلئے بھی تالو سے زبان نہ لگائی۔ یکساں باتوں کی اڑ لگائے رہی مگر چند لمحوں کا انتظار بھی شہزادی زیتون کے واسطے طویل مدت سے کم نہ تھا۔ اگر

کمرے کے باہر پاؤں کی چاپ سنائی دی اور ادھر شہزادی زیتون کا دل ہاتھوں اچھلنے لگا۔ ہر چند اُس نے اپنی نگاہوں کو سے در جانب سے روکنا چاہا۔ لیکن وہ کسی معلوم کشش کی بدولت اسی طرف متوجہ رہیں یہاں تک کہ مرجانہ نے کمرے میں داخل ہو کر بلند آواز سے کہا۔ فلادیہ حاضر ہے اور حضور شہزادی صاحبہ سے اذن باریابی طلب کرتی ہے۔ شہزادی زیتون نے اجازت دی اور دو منٹ کے میں حسین و گل اندام فلادیہ اپنی تمام شہزادیوں کے جھرمٹ میں کمرے کے اندر داخل ہو کر آداب فدویانہ بجا لائی۔ اُس کے حسن نے شہزادی زیتون کے دل پر کافی اثر کیا اور وہ اس کا احترام کرنے پر مجبور ہو گئی اور سلوبہ کے قریب بیٹھنے کی اجازت دی جب بیٹھ چکی تو کریمانہ انداز سے پوچھا! تمہارا کہاں سے آنا ہوا!"

فلادیہ۔ اصل میں تو انطاکیہ سے آئی ہوں لیکن چند روز قیسابہ میں بھی قیام کیا تھا

زیتون۔ فی الحال کہاں سے آ رہی ہو؟

فلادیہ۔ مسلمانوں کے لشکر سے!

زیتون۔ مسلمانوں کے لشکر سے وہاں کیسے پہنچیں!

فلادیہ۔ (قصہ بیان کر کے) ہم لوگ اعزاز جانا چاہتے تھے مگر ایک خاص سبب سے وہ ارادہ ترک کر کے قلعہ میں آئے اور محافظ فوج کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے

زیتون۔ کیا حلب والے عیسائیوں کو بھی اسیر کر لیتے ہیں؟

فلادیہ۔ آج کل دوست و دشمن میں فرق نہیں کیا جاتا!

زیتون۔ پھر تمہارے ساتھ کیسا سلوک ہوا!

فلادیہ۔ ہم دونوں بطریق اعظم کی خدمت میں پیش ہوئے اور پوچھنے پر صحیح حال عرض

کردیا۔ لیکن انہوں نے سعد کو قید اس جرم میں کردیا کہ وہ علاج کے سلسلے میں مسلمانوں کے یہاں ہا تھا اور جذبۂ احسان مندی کی بدولت ان سے نہ لڑنیکا عہد کرچکا تھا

زیتون۔ یہ تو ایک طرح کا جرم ہے!

فلاویہ۔ میری اتنی مجال نہیں جو ایسا خیال بھی کرسکوں!

زیتون۔ تم یہاں کیسے آئیں؟

فلاویہ۔ میں صرف حضور کی ہی خدمتمیں حاضر ہونیکے لئے اعزاز سے منہ موڑ کر اس محاصرہ میں داخل ہوئی ہوں!

زیتون۔ اچھا! وہ راز بیان کرو!

فلاویہ۔ کنیز تعمیل ارشاد کو حاضر ہے لیکن پیام دینے والے نے صرف حضور ہی سے عرض کرنے کی تاکید کردی ہے!

شہزادی زیتون نے سر کو جھکا کر کچھ سوچا پھر تمام ان کنیزوں کو جو مختلف خدمات پر مامور ہونیکی وجہ سے حاضر تھیں۔ وہاں سے ہٹ جانے اور تخلیہ کردینے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں کمرہ خالی ہوگیا۔ مرجانہ اور سلویا کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔

شہزادی زیتون نے پھر کہا۔ ہاں اب بتاؤ کیا پیام لائی ہو؟

فلاویہ۔ (مرجانہ اور سلویہ کیطرف دیکھکر) میں صرف اسی جگہ عرض کرسکتی ہوں جہاں شہزادی اور میرے سوا کوئی نہ ہو:۔

زیتون۔ ان دونوں سے کوئی پردہ نہیں یہ میری رازدار خواصیں ہیں!

فلاویہ۔ بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر مجھے اپنی رازداری کا خیال ہے

زیتون۔ (مرجانہ اور سلویہ سے) اچھا تم دونوں بھی ہٹجاؤ!

مرجانہ اور سلوبہ کو کسی قدر گراں گذرا مگر وہ اپنی شہزادی کے حکم سے مجبور تھیں منہ تھوتھائے سر جھکائے کمرے سے نکل گئیں۔ اُنکے جانیکے بعد فلاویہ نے کمال شائستگی سے عرض کی ہیں اس وقت حضور شہزادی کی خدمتمیں جو پیام عرض کرنیوالی ہوں اُسکے لئے مختصر تمہید کیضرورت ہے :-

زیتون۔ تم کو اجازت ہے کہ تم پوری آزادی سے کلام کرو!

فلاویہ نے زمین بوس ہو کر سلام کیا اور پھر دو زانو بیٹھکر عرض کرنا شروع کیا ہم دونوں امیر کعب بن ضمرۃ الضمری سے رخصت ہو کر اعزاز جانا چاہتے تھے ہر چند یہ سفر میرے لئے نہایت نامبارک تھا۔ کیونکہ میں ایک ایسے شخص کے حوالے کیجانے والی تھی جسکے چال چلن غیر مستحسن تھے۔ پھر بھی الله کی وصیت اٹل تھی۔ اسکے پورا کرنیکے لئے ہر قسم کی قربانی مباح سمجھ لی گئی تھی۔ جب ہم دونوں نے میرہ گاؤں میں قیام کیا جو اعزاز سے تقریباً دو فرسخ پر غیر آباد پڑا ہے تو رات ہو چکی تھی وہیں ہمیں ایک آدمی ملا جو اعزاز سے آرہا تھا اور قلعہ حلب میں جانیکا ارادہ رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے محاصرے نے وہ تمام راہیں مسدود کر دی تھیں جو کسی مسافر کو قلعہ حلب تک پہنچا سکتی تھیں۔ چونکہ میں مردانہ لباس میں تھی اور گلے میں صلیب آویزاں تھی جو نصرانی ہونے کی دلیل تھی۔ اسلئے وہ شخص میرے قریب آیا اور جس طرح کوئی مسافر کسی راہ نورد سے سوال کرتا ہے مجھ سے مخاطب ہو کر حالات دریافت کرنے لگا میں نے جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا صاف صاف بیان کر دیا میرے بیان نے اُسے رنجیدہ کر دیا کیونکہ وہ قلعہ میں جانیکی جتنی تدبیریں سوچکر آیا تھا سب یاس سے متبدل ہو گئیں جب وہ مجھ سے ہم کلام تھا تو بار بار شبہ سا ہوتا تھا کہ میں نے اسکی آواز پہلے بھی سُنی ہے لیکن غور کرنے پر

بھی یاد نہ آتا تھا۔ ابھی تک سعد خاموش تھا لیکن اب اس نے اجنبی سے جرحی
سوالات شروع کر دیئے انھیں سوالوں کے سلسلے میں اتنا معلوم ہو سکا کہ وہ شہزادہ لاوان کا
مصاحب خاص ہے اور کسی اہم خدمت پر مامور ہو کر قلعہ حلب کی طرف جا رہا ہے۔

سعد نے اس سے یوویز کی نسبت دریافت کیا پہلے تو اس کے جواب دینے
کے بدلے خود ہی سوالات شروع کر دیئے کہ یوویز کو کیوں دریافت کرتے ہو؟ اس سے
کوئی ضرورت ہے اگر ضرورت ہے تو کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ سعد نے میرا اور اپنا
ٹھیک ٹھیک حال کہہ سنایا۔ یہ سنتے ہی اس نے مصنوعی وضع بدل دی اور اب ہم
دونوں نے پہچان لیا کہ ہمارا مخاطب حقیقت میں خود یوویز ہے وہ ہم لوگوں سے
ملکر بے حد مسرور ہوا اور کہا کہ میں فی الفور آپ لوگوں کے ساتھ اعزاز جاتا لیکن
لاوان کے کام سے مجبور ہوں اور پھر دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ شہزادی زیتون کو
ایک پیام بھیجنا چاہتے ہیں مجھے اس خدمت پر مامور فرما کر روانہ کیا ہے ان کا ایک خط
ہے یہ کسی نہ کسی طرح شہزادی کے ہاتھ تک پہنچ جانا چاہیئے پھر وہ اس طرح خاموش ہو
گیا جیسے کسی اہم مسئلے پر غور کر رہا ہے تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر بولا

فلادیہ اگر تم ہمت کرو تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے تم کو مسلمان پہچان گئے ہیں
اگر تم پھر ان ہی میں چلی جاؤ گی تو غالباً کسی طرح کا تعرض نہ کرینگے اسلئے تم شہزادے
کا خط لیکر قلعہ کی طرف روانہ ہو شاید مسلمان واپسی کا سبب دریافت کریں تو کوئی حیلہ
کر دینا اگر یہ کام بن گیا تو حضرت لاوان تمہارے بہت ممنون ہونگے۔ میں نے دلمیں
سوچا کہ کہتا تو ٹھیک ہے میں شہزادی تک پہنچ سکی تو ان سے جواب کے ساتھ
سفارش بھی حاصل کر لونگی۔ وہ عورت ہیں اور عورتوں کے جذبات سمجھ سکتی ہیں۔ غالباً وہ

کسی طرح حضرت دُرٌ اس پر زور ڈالو ادیتی کہ وہ اس خلاف مزاج شادی کو حکماً ممنوع قرار دے دیں اور میری زندگی برباد ہونے سے محفوظ رہ سکے۔

اس تمہیدی احوال کے بعد فلاویہ نے اپنی قمیص کی چور جیب سے ایک ہرن کی کھال کا لپٹا ہوا چھوٹا سا نکالا اور دونوں ہاتھوں پر رکھکر شہزادی کے سامنے پیش کیا۔ شہزادی کا دل اتنا زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ فلاویہ اس خفیف آواز کو سن سکتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے دلنواز حبیب کا محبت نامہ لینے کی کوشش کی مگر لرزش کی وجہ سے کامیاب نہ ہوئی۔ خط چھوٹ کر فرش پر گر پڑا جسے فلاویہ نے پھر اٹھا کر پیش کیا۔ بلکہ اُسے کھولکر شہزادی کے سامنے کر دیا تاکہ وہ نظروں ہی نظروں میں عبارت کے مفہوم سے مطلع ہو سکے۔ یہ تدبیر کامیاب ثابت ہوئی۔ شہزادی نے خط کا مطلب سمجھ لیا اور خریطہ لپیٹ کر حفاظت سے اپنے کپڑوں میں رکھ لیا:۔

دُوسرا باب (۲)

مُسلمانوں پر حملہ

اندھیری رات ہے تارے بجھے ٹمٹمانے والے چراغ بھی گل ہیں قلعہ حلب اور اُسکے گرد و پیش کی فضا سیاہ چادریں لپٹی ہے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے منظر کو ظلمانی رنگ میں ڈبو دیا بلکہ مہیب سے مہیب تر بنا دیا ہے اونچی اونچی پہاڑیاں ہاتھ پھیلائے

کھڑی ہیں۔ لشکر اسلام کے سرفروش مجاہد خوف جنگ سے بے نیاز ہوکر اونٹ اور بھیڑی کے بالوں کے کمبل کی چھولداریاں تانے انکے اندر آسودہ ہیں پڑاؤ کے گرداگرد آگ روشن کردی گئی ہے جسکے شعلوں سے میدان کی شوخ وشریر ہوا چھیڑ چھاڑ کرنے میں مصروف ہے۔ تمام مورچوں میں غیر معمولی سکون وخاموشی کا عالم طاری ہے طلایہ پھرنے والے دستے بھی دشمن کے خوف سے بیخوف ہوکر ایک جگہ آرام لینے میں مصروف ہو بیٹھے ہیں۔ شب زندہ دار زہاد جنھیں راتوں میں تسبیح وتہلیل اور ذکر خدا کے سوا کوئی ذکر محبوب نہیں ہوتا۔ عبادت کرتے کرتے خدائے قادر کی ظل رحمت میں محو راحت ہو چکے ہیں:۔

یہ منظر ہے اور یہ عالم کہ آہستہ سے قلعہ داروں نے قلعہ حلب کا دخنی پھاٹک کھولا اور اندر سے صف صف سوار نکلنا شروع ہوئے جو سر سے پاؤں تک غرق آہن تھے۔ کمر میں ہندی تلواریں اور ہاتھوں میں لمبے لمبے سمہری نیزے تھے جنکی انیاں راتکی تاریکی میں بھی اپنے آپکو نمایاں کر رہی تھیں ان سواروں کے آگے جو سڑک تھی وہ عشق پیچاں کی طرح پیچ وخم کھاتے ہوئے قلعہ سے آرتی چلی گئی تھی۔

دو دو چار چار سوار برابر برابر چل رہے تھے اور یہ سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ قرائن سے معلوم ہوتا تھا کہ انکی تعداد کسی طرح دو ہزار جوانان جنگجو سے کم نہیں ہے ان کے آگے آگے ان کا سردار چل رہا تھا۔ جو انھیں کی طرح بیش قیمت خود اور زرہ پہنے تھا اور امتیاز کی غرض سے خود میں جواہر نگار کلغی آویزاں کرلی تھی۔ کہ ہنگامہ رست وخیز میں نبرد آزما شناخت کرسکیں۔ اس لشکر کا رخ ابوعبیدہ بن الجراح کے کیمپ کی طرف تھا۔ چلنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا جاتا تھا کہ دو ہزار

گھوڑوں کے ٹاپوں کی صدا بہت ہی کم محسوس ہو رہی تھی اور قریب قریب کی جھاڑیوں میں ٹکرا کر رہجاتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ سے دو ہزار سپاہی باہر نکل آئے اگر وہ چاہتے تو سیدھی سڑک سے گذرتے ہوئے بہت جلد مسلمانوں پر جا پڑتے لیکن انکے سردار نے دور اندیشی کی راہ سے ایسا نہ کیا اور قریب کا راستہ ترک کرتے ہوئے پھیر کی راہ اختیار کی اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا طواف کرتے ہوئے منزل کی طرف روانہ ہوا۔ فضا کو کہر نے ضرورت سے زیادہ مکدر کر دیا تھا۔

مسلمان مجاہدوں کو اہل حلب کے سکوت نے یقین دلا دیا تھا کہ وہ عرصہ تک قلعہ سے نکلنے اور حملہ کرنیکی جرأت نہ کرینگے۔ اسی قیاس کی بنا پر ان کے احتیاطی نظم میں بے ربطی واقع ہوگئی اور وہ رات کو جاگتے رہنے کے بدلے نہایت آرام اور بیفکری کے ساتھ پاؤں پھیلا پھیلا کے سو جاتے تھے۔ انھیں مطلق علم نہ تھا کہ دشمن انکی غفلتوں سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرنیکی نیت سے نکل چکا ہے اور بہت کم عرصہ باقی ہے کہ حریف کی خون آشام تلواریں اُنکے سروں پر برق اجل بن بجلی گرنا شروع کر دینگی۔ وہ معبود حق کی عبادت کا فرض ادا کر کے خواب استراحت کے مزے لینے میں مصروف تھے آہستہ آہستہ آگ کے شعلوں میں سکون نمودار ہوا!

لکڑیاں جل جلکر کوئلہ اور کوئلے راکھ کا ڈھیر بنگئے۔ حریف کی فوج شبخون کا ارادہ کئے صحرا کا پھیر کاٹتی پہاڑی درے سے نکلتی ہوئی قریب پہنچ گئی۔ زبردست حریف کو غافل پاکر ان کے حوصلے بڑھگئے انکے نیزوں کی انیاں مسلمانوں کے سینوں کی طرف جھک گئیں سینکڑوں شرربار تلواریں خوابیدہ مجاہدین کی ہستیاں خاکستر کرنیکو علم ہو گئیں۔ قریب تھا کہ "بزن" اور "بکش" کے زہرہ شگاف نعروں کے

ساتھ حملہ شروع کر دیا جائے لیکن ان کا سردار عزرائیل گھوڑا بڑھا کر آگے آیا اور آہستہ سے انھیں حکم دیا۔ یہ غلطی ہے تم کئی دفعہ عربوں کی قوت کا اندازہ کر لینے کے بعد بھی جہالت و بے عقلی سے باز نہیں آتے مسیح کی مہربانی اور حسن اتفاق سے یہ زریں موقعہ ہاتھ آیا ہے اسے جہل کی بھینٹ نہ چڑھاؤ۔ بلکہ چپ چاپ کھڑے ہو کر وقت کا انتظار کرو۔ تھوڑی دیر میں آگ کے شعلے بجھ جائینگے اور تم آسانی سے انکے لشکر کی حد میں داخل ہو سکو گے۔ یہ سونیوالے تمہاری تیغ آبدار کا ایک لقمہ ہیں تم کو چاہیئے کہ ایک ہی دشمن پر کئی کئی مل کر حملہ نہ کرو بلکہ ہمارا ایک بہادر دشمن کے ایک بہادر سپاہی کو تاک لے۔ وہ بیخبر سوئے ہیں اگر تم آہستہ آہستہ جاؤگے تو وہ تمہاری آمد سے مطلع نہ ہونگے اور ہم پہلے ہی حملے میں اپنے دو ہزار دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دینگے برخلاف اسکے ہنگامہ کے ساتھ یورش کرنے سے نتیجہ برعکس ظاہر ہوگا۔ عربوں کی نیند اچٹ ہو جائیگی اور وہ بیدار ہو کر شدید ترین انتقام لینے کے درپے ہو جائینگے جس سے ہمارے تمام مجوزہ منصوبوں پر پانی پھر جائیگا اور عجب نہیں کہ بہت سے بہادروں کو عربی تلوار کی بھینٹ چڑھانیکے بعد ہمیں بے نیل مرام واپس ہونا پڑے۔ اس وقت بطریق اعظم حضرت یوقنا سے کیسی شرمندگی اٹھانا پڑے گی:-

اہل حلب نے اپنے افسر کی عاقلانہ تجویز کے سامنے سر اطاعت خم کیا ان کا جوش و خروش عزرائیل کے حکم کے تابع ہو گیا اور وہ آہنی دیوار بنکر جم گئے۔ انکے کان اپنے سردار کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ بہتوں کے نیزے مجاہدین کی طرف جھکے ہوئے تھے اور اکثر کی تلواریں علم تھیں کہ اشارہ پاتے

ہی بجلی کی طرح گرنا شروع کردیں۔ چاروں طرف سکون مطلق طاری تھا:۔

آگ کی چمک جو تاریکی میں نگاہوں کے لئے رہبری کا کام کررہی تھی بجھ گئی اور وہ ہلکی شعاع بھی موقوف ہوگئی۔ جس سے کچھ امتیاز کیا جاسکتا تھا یکا یک فوجی صفوں کو حرکت ہوئی۔ دو ہزار نبرد آزما رومیوں کا سیلاب سنسناتے ہوئے شیروں پر جا پڑا۔ نیزوں کی انیوں نے متعدد سینے چھید ڈالے تلواروں کی بجلیاں چمکیں اور آن واحد میں نہ معلوم کتنی ہستیوں کو جلا کر خاکستر کر گئیں

جس طرف یہ قیامت صغرا نازل ہوئی تھی ادھر قبائل عرب کے مجاہدین پڑاؤ ڈالے پڑے تھے۔ مراد۔ کلاب۔ عک اور انکے غلاموں کی قربانیاں بارگاہ لم یزلی میں قبول ہو رہی تھیں۔ مجروحین کی دردناک چیخوں سے فضا گونج اٹھی اور دوسرے ہی حملہ میں عربوں کو محسوس ہوگیا کہ ان پر شبخون مارا گیا سونیوالے گھبرا گھبرا کر اُٹھے یہ موقعہ آلات حرب سے آراستہ ہونے کا نہ تھا۔ تاہم جس مجاہد کو آسانی سے جو ہتھیار ملا اُسے اٹھا کر اپنے بھائیوں کی امداد کو نکل کھڑا ہوا اور بے قاعدگی کی لڑائی شروع کردی۔

دشواری یہ تھی کہ اندھیرے کی وجہ سے دوست اور دشمن میں امتیاز نہ ہوتا تھا اور مجاہدین کو پہچان پہچان کروار کرنا پڑتا تھا۔ جس سے بارہا دشمن کا حربہ پہلے ہوگیا اور انھیں جراحت نصیب ہونا پڑا۔ رومیوں نے مسلمانوں کو مرعوب کرنیکے لئے شور مچانا شروع کردیا۔ جنگل کی فضا ان کی بھیانک آوازوں سے گونجنے لگی۔ اگرچہ اُنکے الفاظ عربوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔ مگر شور و غل سے کان انکے پردے پھٹے جاتے تھے:۔

مسلمان مجاہدین پیادہ اور اکثر نہتے تھے بہت کم ایسے تھے کہ جنہیں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ مگر مبارک تھیں وہ ہستیاں جو اس دار و گیر میں بھی اپنے پیادہ اور غیر مسلح بھائیوں کی سینہ سپر بنی ہوئی تھیں انہیں دشمنوں کے حملوں سے بچاتی تھیں اور جوابی وار بھی کرتی تھیں۔ ہر چند رومیوں کا پلہ بھاری تھا۔ لیکن اب عرب بھی بیدار ہو ہو کر ان کے مقابلے پر آمادہ ہوتے جاتے تھے۔ چند غلاموں نے دوڑ کر ابو عبیدہ کو اطلاع کی وہ سنتے ہی فی الفور خیمے سے باہر آئے۔ اس درمیان میں اور سرداران اسلام کو بھی اطلاع ہو گئی عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ خالد بن ولید ضرار بن الازور۔ کعب بن ضمرۃ الضمری وغیرہ موقعہ پر پہنچ گئے اور رومیوں کو تلواروں پر رکھ لیا۔ عزرائیل نے ان سرداروں کی آمد کا احساس کیا اور اپنے دو ہزار سپاہیوں کو سمیٹنا شروع کیا۔ جب متفرق ہو جانے والی فوج اکٹھی ہو گئی تو انہیں یہ کہتے ہوئے واپسی کا حکم دیا:-

بہادرو! ہمارا کام ختم ہو چکا۔ عرب سردار تیار ہو کر ہم تک آ گئے ہیں اسلئے یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ ہم ان سے مقابلہ کرنیکے واسطے نہیں آئے تھے ہمارا کام تو صرف آنا تھا کہ شبخون کے ذریعہ سے انکے نقصان پہنچادیں مسیح کے افضال سے وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اسلئے تم لوگوں میں سے جس نے جو چیز اٹھائی ہو وہ اُسے یہیں پھینکدے اور ہلکا پھلکا ہو کر قلعہ کی طرف واپس چلے البتہ جس قدر قیدی ہاتھ لگیں اُنہیں ساتھ لے لینا چاہیئے کیونکہ اس سے مسلمانوں کی تعداد میں کمی واقع ہو گی۔ جو ان کے ضعف کا باعث ہے دیکھتے ہی دیکھتے دو ہزار رومی پچاس مسلمانوں مجاہدوں کو اسیر کئے ہوئے قلعہ کیطرف واپس ہو گئے

اندھیری رات میں عربوں کو مطلق محسوس نہ ہوا۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ روحی ہم میں موجود ہیں۔ اس غلط فہمی نے انھیں تعاقب کرنے کا موقعہ نہ دیا اور صبح ہوتے ہوتے عزائیل پچاس مسلمان قیدیوں کے ساتھ قلعہ حلب میں داخل ہو گیا۔ یوقنا نے وہ رات بیداری میں بسر کی بار بار فصیل قلعہ پر آکر اپنی کارروائی کا انجام دیکھنے کی کوشش کی اور جب آدھی رات گذر گئی تو بعد اسلامی کیمپ سے غلغلۂ فریاد بلند ہوا اور مجروحین کی المناک صدائیں گوشزد ہونے لگیں۔ تو فرط مسرت سے اسکی باچھیں کھل گئیں۔ یقین ہو گیا کہ عزائیل ان کی روحیں قبض کرنے کو دو ہزار فرشتگان عذاب کیساتھ قضائے مبرم کی طرح نازل ہو گیا ہے۔ گھنٹہ دو گھنٹے شور و غل کی آوازیں رات کی پر سکون فضا میں ارتعاش پیدا کرتی رہیں۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ ہنگامہ دبنے لگا جس سے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں جنگ کی تیاری شروع ہو گئی ہے اور عزائیل انھیں انکے حال پر چھوڑ کر قلعہ حلب کی طرف مراجعت کر چکا ہے:۔

حقیقت میں یوقنا کا یہ خیال درست تھا صبح ہوتے ہوتے اس کا فرستادہ لشکر قلعہ کے دروازہ پر آگیا۔ قلعدار نے فی الفور پھاٹک کھول کر سب کو اندر داخل کیا۔ عزائیل پچاس مسلمان اسیروں کے ساتھ سامنے حاضر ہوا۔ جو روحی فصیل قلعہ پر حاضر تھے وہ مسلمان اسیروں کو دیکھ دیکھکر باغ باغ ہو گئے انکے سہمے ہوئے مایوس دلوں میں امید کی ہلکی سی شعاع نمودار ہوئی ابھی تک انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ مسلمان مغلوب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ خدا کی پناہ ان کی سینہ سپر رہتی ہے اور ہر معرکہ میں عالم ملکوت سے کچھ فرشتے

انکی امداد کو آیا کرتے ہیں۔ انہوں نے پچاس مسلمان اسیروں کو گھور گھور کر دیکھا اور پھر متفق اللفظ ہو کر یوقنا سے عرض کی کہ انہیں فوراً اپنے کشتوں کے قصاص میں قتل کر ڈالنا چاہیئے :۔

یوقنا۔ عزرائیل میں تمہاری اس خدمت سے بہت محظوظ ہُوا ہوں وحشی عربوں کا قلع قمع کر دوں تو اس کا صلہ دونی مگر یہ تو بیان کرو کہ کیا واقعہ پیش آیا۔ ہمارے بہادر سپاہیوں نے کتنے عربوں کو تہ تیغ کیا؟

عزرائیل۔ میں قلعہ سے نکلکر پہاڑی دروں سے ہوتا ہُوا اور پھیر کھاتا عربی کیمپ کے قریب پہنچا اور صف بندی کر کے موقعہ کا منتظر رہا۔ عرب بالکل غافل تھے انکے وہم میں بھی نہ تھا کہ رومی حملہ آور ہونگے اسلئے وہ کمریں کھول کھول کر بے خبر پڑے سو رہے تھے۔ صرف کیمپ کے چاروں طرف آگ روشن کر رکھی تھی اور ہم لوگ اسکے گل ہونیکے منتظر تھے۔ تھوڑی دیر میں آگ بجھ گئی اور ہمارے کاروان سرفروش نہایت حزم واحتیاط اور خاموشی کے ساتھ انکی طرف بڑھے یہاں تک کہ فرشتہ موت کی طرح انکے سروں پر پہنچگئے مگر انھیں مطلق اطلاع نہ ہوئی ہاں اس وقت احساس ہُوا جب ہماری صاعقہ بار تلواریں ان کی ہستی کو جلا کر خاکستر کرنے میں مصروف ہوگئیں اندھیرے کی وجہ سے وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے اور آپس ہی میں دست و گریبان ہو جاتے تھے۔ جبتک انکی یہ حالت رہی ہم قتل کرنے میں سرگرم رہے۔ جب سینکڑوں بلکہ ہزاروں عرب کٹگئے تو انکے بڑے بڑے سرداروں کو اطلاع ہوئی اور وہ مسلح ہو کر میدان میں آ گئے۔ چونکہ ہم کو باقاعدہ جنگ منظور نہ تھی اسلئے قلعہ کی طرف واپس لوٹے

ہمارے ساتھ پچاس قیدی بھی تھے البتہ انکے لعض سرداروں نے ہمارے ستو نوجوانوں کو گھیر کر قتل کر ڈالا۔ کیونکہ وہ ہم سے دور ہو گئے تھے :۔

یوقنا۔ افسوس! اِس اطلاع نے میری خوشی کو غم والم سے بدل دیا تو سہی جو اپنے ایک ایک بہادر کے قصاص میں سو سو عربوں کا خون نہ بہادوں خیر فی الحال ان پچاس اسیروں کو فصیل قلعہ پر ایسی جگہ کھڑا کر کے ہلاک کر دو کہ جہاں سے عربی کیمپ کا سامنا ہو۔ تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے ان عربوں کا قتل دیکھیں

حکم ہوتے ہی پچاس مجاہدین بھیڑ بکری کی طرح ایک رسی میں باندھکر لائے گئے۔ جو قوم حمیر، ربیعہ اور مضر سے تھے۔ انکے چہروں سے نور برس رہا تھا۔ انکے تیوروں پر مطلق میل نہ تھا سب کے سب کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے آئے اور خدا کی راہ میں سر دینے پر آمادہ ہوگئے۔ پچاس جلاد چوڑے چوڑے تیغے لیکر اُنکے سروں پر آ کھڑے ہوئے اور ایک ساتھ پچاس سر تن سے جدا کر دیے گئے۔ مسلمانوں نے یہ عبرتناک سماں اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن کچھ نہ کر سکے اسلئے کہ اگر وہ جوشمیں آکر حملہ کرتے تو فصیل قلعہ سے بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر انھیں اور زیادہ نقصان پہنچایا جاتا۔ بعض درد مند سرداروں نے بڑھنے کا قصد بھی کیا تو انھیں روک دیا گیا۔ اسیروں کے قتل سے فارغ ہونیکے بعد یوقنا اپنے درباری کمرے میں آیا۔ جہاں اراکین سلطنت جمع ہو چکے تھے اسکے پہنچتے ہی سب نے اس فتح و کامیابی کی مبارکباد پیش کی!

یوقنا نے اُسکے جواب میں کہا۔ مجھے آپ لوگوں کی پرخلوص وفاداری سے بے حد مسرت ہوئی۔ مجھ سے بیان کیا گیا تھا کہ اہل قلعہ محاصرہ کی وجہ سے

بہت پریشان ہیں۔ انکی تجارتوں کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے نیز قلعہ سے شہر کی راہیں بند ہو جانے سے وہ اپنے عزیز و اقارب کے حالات سے لاعلم ہو گئے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ جلد از جلد انھیں محاصرہ سے آزادی دلائی جائے اسلئے ہم نے ان تدبیروں پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے آج آپ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہمارے چند بہادروں نے کس طرح سے عربوں کو زک پہنچائی ہے اور پھر صحیح سلامت واپس آ گئے کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ایک سو نوجوان اپنی غلطی سے عربوں کی تلواروں کی بھینٹ چڑھ گئے مگر عربوں کو ہم سے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ جس سے ان کی قوت کو بہت بڑا دھچکا پڑا ہے :-

ایک امیر۔ بے شک ہمیں اپنی تجارتوں اور عزیزوں کے لئے پریشان اور اضطراب ہے اور وہ حق بجانب ہے لیکن اس اضطراب سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری اطاعت وفاکوشی میں کوئی فرق آسکتا ہے ہم جس طرح سے اب مطیع ہیں اسی طرح سے محاصرہ کے طویل ہونے پر رہیں گے اور بطریق اعظم سے التجا کرینگے کہ وہ ہمارے اطمینان و خاطر جمعی کی تدابیر سے غفلت فرماویں۔

یوقنا۔ مجھے آپ لوگوں کی وفاداری پر بھروسہ ہے یہی وجہ ہے کہ اپنا مال اور اپنی جان آپکے لئے قربان کرنیکو تیار ہو گیا۔ یہ وحشی عرب ہرگز اسکے اہل نہیں ہو سکتے کہ کسی شائستہ اور متمدن قوم پر حکومت کر سکیں۔ میں آپکے اطمینان کے لئے آنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی ابھی مجھے ایک غسانی عرب سے جو میری طرف سے جاسوسی کی خدمت پر مامور ہے معلوم ہوا ہے کہ

لطبنان والوں نے عربوں سے مصالحت کرلی ہے اور اب لطبنان کا علاقہ بھی انکی صلح میں داخل ہوچکا ہے۔ چنانچہ سنا عربوں کی ایک جماعت باربرداری کے جانوروں کو لیکر اسلئے لطبنان گئی ہے کہ وہاں سے رسد کا سامان لائے لیکن میں مسیح کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ وہ اس ارادے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جس طرح سے میرے بہادر نوجوانوں نے خاص اُنکے کیمپ میں داخل ہوکر انھیں نقصان پہنچایا ہے اسی طرح سے وہ اس مہم پر بھی روانہ کئے جائینگے اور رستہ میں ہی انھیں ہلاک کرکے سب سامان چھین لینگے جہانتک میرا امکان ہے عربوں کے کیمپ میں ایک مٹھی بھر اناج نہ جانے دونگا۔

یوقنا کی تقریر سُنکر حاضرین نے نعرۂ تحسین بلند کیا اسی وقت ایک رومی سردار کی ماتحتی میں ایک ہزار قوی تن جوانوں کا لشکر دیا گیا اور سردار کو حکم ہوا کہ وہ رات کی تاریکی میں قلعہ سے باہر نکلکر لطبنان کا رُخ کرے اور جہاں کہیں مسلمانوں کا دستہ نظر آئے انھیں قتل کرکے اُنکے ساتھ جو کچھ سامان ہو چھین کر قلعہ میں واپس آئے۔

یوقنا نے جس سردار کو لطبنان روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اس کا نام روبیس تھا۔ وہ ایک امیر کا نوعمر لڑکا تھا۔ دلیری و دلاوری میں سارے حلب میں نام پیدا کرچکا تھا۔ اور جب سے مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا۔ اس دن سے آرزو مند تھا کہ اسکی سرکردگی میں تھوڑی سی فوج کی جائے کہ وہ اسلامی کیمپ میں داخل ہوکر جوہر شجاعت دکھاسکے۔ روبیس نے سارا دن تیاریوں میں بسر کیا اور جب رات کی سیاہی علاقہ حلب پر تسلط کرچکی تو لطبنان کی طرف

چلنے پر تیار ہو گیا ایک ہزار آدمی اسکے اشارہ پر کٹنے مرنے کو آمادہ ہو کر ہم رکاب ہوئے اور یہ جنگجو لشکر قلعہ میں گشت کرتا ہوا پھاٹک تک پہنچا وہاں ایک غسانی عرب جو منہ پر موٹی نقاب ڈالے تھا آگے بڑھکر روبیس کے سامنے آیا!

روبیس۔ غسانی بھائی! کیا کوئی نئی خبر لائے ہو

نقابدار۔ فی الحال کوئی جدید اطلاع نہیں ہے لیکن میں آپکے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ یقین ہے وہاں پہنچکر میں کوئی اچھی خبر دے سکوں!

روبیس۔ تم کون ہو؟

نقابدار۔ میں ایک غسانی عرب ہوں۔ چونکہ عربونکے کیمپ میں زیادہ رہنا پڑتا ہے اسلئے انہیں کا لباس پہنتا ہوں میں آپکے ساتھ چلوں گا اور اگر عربوں کا کوئی معاہدی آپکے لشکر میں جاسوسی کی غرض سے آئیگا تو اسے پہچان کر فوراً اسیر کرا دوں گا:۔

روبیس۔ واقعی تمہارا ساتھ ہونا ضروری ہے قلعہ کے اندر رہنے کی وجہ سے مجھے بیرونی علم نہیں ہے اور رومی جاسوس ہمارے بھیدوں سے واقف ہو کر عربوں کو ہوشیار کرتے رہتے ہیں:۔

نقابدار۔ میں تمام ایسے رومیوں کو جانتا ہوں جو عربونکی طرف سے جاسوسی کی خدمات پر مامور ہیں اور بروقت ان سب کو گرفتار کرا سکتا ہوں!

روبیس۔ اگر تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تو میں تم کو منہ مانگا انعام دلواؤں گا ... ... ہاں تمہارا نام کیا ہے!

نقابدار۔ مجھے سب جابر کہتے ہیں اور فی الحال آپ بھی اسی نام سے

یاد فرمادیں :-

روبیس - کیا تمہارا کوئی اور نام بھی ہے

جابر - جی ہاں سچی نام اور ہے جسے مشہور کرنا نہیں چاہتا - جاسوس کو بڑی احتیاط کرنا پڑتی ہے :-

روبیس - شاید اسی لئے تم نے اپنا چہرہ مستور رکھتے ہو ! خیر مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ! تم میرے ساتھ چل سکتے ہو !

اس گفتگو کے بعد روبیس نے قلعدار سے پھاٹک کھولنے کے لئے کہا اور یوقنا کا اجازت نامہ پیش کیا - قلعدار نے پھاٹک کھلوا دیا - آگے آگے رہبر اُسکے عقب میں روبیس ایک ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر آیا جابر اسکے ہمراہ تھا - روبیس نے ایک سبک رفتار گھوڑا اسکی سواری کو منگوا دیا تھا - سنگلاخ اور ناہموار راستوں سے گذرتا ہوا ہزار سواروں کا دستہ بطنان کیطرف روانہ ہوگیا - کئی گھنٹوں تک مسلسل سفر کرنیکے بعد وہ لوگ ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچے - جہاں گاؤں کے دہقان اپنے اپنے گلے چرانے لاتے تھے - میدان میں چھوٹے چھوٹے پودے بہ کثرت تھے - سبزے کی بھی کمی نہ تھی اور وہ مجموعی حیثیت سے بہت اچھی چراگاہ بن گیا تھا - اگرچہ رات زیادہ آچکی تھی - لیکن یہ اسکی خوش قسمتی تھی یا حسن اتفاق کہ ایک گڈریا اپنے گلے سمیت میدان میں رہ گیا تھا اور شاید رات ہوجانے کی وجہ سے اس نے واپسی کا ارادہ فسخ کرتے ہوئے وہیں قیام کرنے کا عزم کر لیا تھا - روبیس کو کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو اُسے مسلمانوں

کے حالات سے مطلع کرے اور اس کام کے واسطے اس نے جابر کو روانہ بھی کر دیا تھا۔ جو گرد و پیش گھوم پھر کر کسی کو تلاش کرے اُسے گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اسکی فوج کے چند نوجوان ایک رومی گڈریے کو پکڑے ہوئے اسکے سامنے لائے جو خوف سے تھر تھرا رہا تھا۔ سپاہیوں نے اسے مرعوب کرنے کیلئے زد و کوب کیا تھا جس کا درد ہنوز محسوس ہو رہا تھا۔ روبیس نے اُسے تسلی تشفی دے کر مطمئن کیا اور جب اُسے اپنی جان کی طرف سے اطمینان ہو چکا تو اس نے دریافت کیا۔ کیا تم نے ادہر سے عربوں کا کوئی گروہ گذرتے ہوئے دیکھا ہے ؟

گڈریا۔ جی ہاں! جب سورج ڈوب رہا تھا اور اسکی تیز تیز کرنیں زرد پڑ چکی تھیں اس وقت عربوں کی ایک جماعت جنکی تعداد سو سے زیادہ نہ ہوگی ادہر سے گذری ہے وہ سب رومی گھوڑوں پر سوار تھے ان کے جسموں میں پرانے پرانے پوستین تھے اور سب کے ہاتھوں میں لمبے لمبے عربی نیزے تھے

روبیس۔ انکے ساتھ باربرداری کے جانور بھی تھے ؟

گڈریا۔ جی ہاں اونٹ اور خچروں کی بڑی تعداد انکے ساتھ تھی!

روبیس۔ وہ کدہر گئے ہیں

گڈریا۔ (انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) ادہر گئے ہیں۔ ان کا ارادہ بطنان سے غلہ وغیرہ لانے کا ہے کیونکہ اہل بطنان نے انھیں رسد دینے کا وعدہ کر کے صلح کی ہے:

روبیس۔ تم ان عربوں کے ہاتھ سے کیسے بچ گئے ؟

گذر گیا۔ ہم لوگوں کو عربوں سے کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ یہ صحرا ابھی صلح میں داخل ہے اور جس سے عرب صلح کر لیتے ہیں اُسے پھر کبھی پریشان نہیں کرتے نہ اپنی طرف سے بدعہدی کی ابتداء کرتے ہیں"۔

رومیس برافروختہ ہوکر "مسیح تمہاری اس صلح اور امداد ہی سے سمجھیں تمہیں ایک روز اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا!

اتنا کہا اور مشرق کی طرف گھوڑے کی باگ اٹھا کر روانہ ہو گیا!

تیسرا باب (۳)

مناوش بن ضحاک طائی کی شہادت

جب اہل بطنان نے امیر ابو عبیدہؓ سے تجدید صلح کی درخواست کی تو ابو عبیدہؓ نے اصحاب رسولؐ کو جمع کر کے مجلس شوریٰ منعقد کی اور ان کے سامنے اہل بطنان کا معروضہ پیش کیا۔ عرصہ تک غور و فکر اور جرح کے بعد آخر یہ فیصلہ ٹھہرا کہ صلح قبول کر لینا چاہیئے محاصرہ طول پکڑتا جاتا ہے نہ معلوم کبتک حلب میں پڑاؤ ڈالے رہنے کی ضرورت پیش آئے :-

کعب بن ضمرۃ الضمری نے کہا یہ بہت مناسب ہے کہ ہم ایک طرف تو حلب کے قلعہ کو گھیرے رہیں اور دوسری طرف گرد و نواح کو بزور شمشیر یا صلح سے فتح کرتے رہیں۔ چند روز میں یوقنا کے پاس محض قلعہ ہی رہ جائے گا اور سارا حلب

ہمارے زیرنگیں ہوگا۔ اس وقت اسے مجبوراً اطاعت قبول کرنا پڑیگی یا قلعہ سے نکلکر جنگ کرنے پر مجبور ہوگا۔ یہ رائے بہت پسند کیگئی اور اہل بطنان کا صلحنامہ تصدیق لکھکر انکے حوالے کر دیا گیا۔ انہوں نے حسب وعدہ رسد دینے کا وعدہ کیا اور رخصت ہو گئے۔ انکے جانیکے بعد امیر ابوعبیدہ نے قبائل یمن کے سو نوجوانوں پر مناوش بن ضحاک طائی کو سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ وہ باربرداری کے جانور ساتھ لیکر بطنان جائیں اور حسب وعدہ وہاں سے غلہ بار کر کے کیمپ واپس آئیں۔ چنانچہ وہ فی الفور سو سواروں کے ساتھ روانہ ہو گئے:۔

جس وقت وہ روانہ ہوئے ہیں کچھ غسانی عرب کیمپ میں موجود تھے انہوں نے اسی وقت ایک جاسوس کو یوقنا کی خدمت میں بھیجکر ان حالات کی اطلاع دی اور یوقنا نے روبیس کے ماتحت ایک ہزار رومیوں کا لشکر ساتھ کر کے رسد چھیننے کو روانہ کر دیا۔ اب رات ختم ہو چکی تھی اور صبح کا سپیدہ افق گردوں پر نمودار ہو چلا تھا۔ مناوش بن ضحاک طائی سو جوانوں کا دستہ لیکر بطنان کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک جگہ قیام کیا۔ چھاگلوں سے پانی لے لیکر مجاہدین نے وضو کئے اور نماز کے لئے صف بستہ ہو گئے۔

ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے طیور صحرائی کا وہ نغمہ جو خالق کون و مکان کی بزرگی میں الاپ رہے تھے گوش زد کرنا شروع کیا۔ ساتھ ہی اس چھوٹی سی جماعت سے شور اذان بلند ہوا۔ خدا کے سو بندوں نے اپنے معبود کے حضور میں سر عبودیت خم کر دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر حفاظ جماعت نے قرآن خوانی شروع کی صبح کی نورانی فضا میں قاریوں کی قرأت گونجنے لگی۔ ہنوز تلاوت سے فراغت نہوئی تھی کہ سامنے

سے ایکہزار زرہ پوش سواروں کا لشکر نمودار ہوا آگے آگے روبیس تھا جو گھوڑا اڑائے چلا آرہا تھا۔ ہزاروں گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین لرز گئی اور مجاہدین کو محسوس ہوا کہ رومیوں کا گروہ ان پر نازل ہو گیا ہے وہ جلد جلد گھوڑوں پر سوار ہوئے نیزوں کا رخ دشمن کی طرف کیا اور صف باندھکر کھڑے ہوگئے رومیونکی تعداد دس گنا تھی مگر مجاہدین کے قلوب مطمئن تھے انکی آنکھونکے سامنے جنت کا باغ کھلا ہوا تھا!

نہروں میں موجیں اٹھ رہی تھیں اور حوریں جامہائے زمردیں لئے ہوئے ایستادہ تھیں۔ منادیس گھوڑا بڑھا کر سامنے آئے اور اپنے ساتھیوں کو متوجہ کرکے بولے۔ یا بنی العرب رومیوں کا یہ جرار اپنا ٹڈی دل لشکر لیکر ہمارے سامنے آیا ہے اسے تلوار کی زد میں دھر لو اور جہاد کی کوشش کرو سختیوں پر صبر کرو اور جنت الفردوس کے مالک بنجاؤ۔ خوب سمجھ لو کہ شہادت کی دولت تلواروں کے سائے میں ملتی ہے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ قلت نے کثرت کو مغلوب کردیا ہے اگر تم شہید ہوگئے تو کوثر و سلسبیل پر پہنچو گے۔ حور و قصور پاؤ گے اور فتح کا سہرا سر رہا تو غازی کہلاؤ گے اور غنیمت ہاتھ لگے گی۔ بڑھو بڑھو دشمن کی تلوار کی آنچ میں بڑھ بڑھ آنا کہا اور نیزہ تان کر حملہ کردیا سو بہادروں کی مختصر سی فوج ایکہزار کے لشکر سے مل گئی۔ جبتک نیزوں نے کام دیا۔ نیزہ بازی ہوتی رہی۔ اسکے بعد شمشیر زنی شروع ہوگئی مشکل یہ تھی کہ روبیس کے آزمودہ کار سپاہیوں نے ہر چہار اطراف سے مجاہدین کو گھیر لیا تھا اور ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے اگرچہ انہوں نے داد شجاعت دینے میں ذرا بھی کمی نہیں کی تھی مگر چاروں اطراف کے حملوں نے چور چور کردیا اور دیکھتے ہی دیکھتے انکے انیس بہادروں نے جام شہادت نوش کرلیا

مناوش بن ضحاک طائی جوشیلی تقریریں کرتے اور رجز پڑھ پڑھکر حمیت عرب کو ابھارتے تھے لیکن رومیوں کے حملے سنبھلنے کی بھی اجازت نہ دیتے تھے آخر ایک جگہ مناوش گھر گئے انہوں نے نرغہ سے نکلنے کی بہتیری کوشش کی مگر شہادت کا وقت آگیا تھا ایک رومی کی تلوار نے انہیں جنت میں بھیجدیا۔ ان کا گرنا تھا کہ عرب کی مختصر فوج میں اضطراب و ابتری پھیل گئی۔ لقیتہ السیف بدحواسی کے عالم میں اپنے لشکر کی طرف بھاگے۔ کچھ دور تو رومیوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن اس خوف سے کہ مبادا عربوں کو اطلاع ہوجائے یا انکی کوئی اور جماعت آپڑے تو لینے کے دینے پڑجائیں وہ واپس آگئے۔ عربوں کے ساتھ باربرداری کے جو جانور تھے انکے پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ جن اونٹوں اور خچروں پر رسد بار تھی انہیں ساتھ لیکر ایک پہاڑی پر جا چھپے اور رات کا انتظار کرنے لگے کہ اندھیرے میں چھپتے چھپاتے قلعہ میں داخل ہوجائیں۔ ہزیمت خوردہ مجاہد بے سروسامانی کے عالم میں بھاگتے ہوئے اسلامی کیمپ میں جا داخل ہوئے ان کی حالت سقیم تھی زخموں سے خون رس رہا تھا اور چہرے گرد آلود تھے سنگلاخ راہوں سے مارو مار کرتے ہوئے آنے سے پاؤں متورم ہوگئے تھے ان میں بہت ہی کم تھے جو راہواروں پر سوار تھے رومیوں کی نظر سے محفوظ رہنے کیلئے اکثر عربوں نے پیادہ فرار اختیار کیا تھا:-

انکے ورود نے تمام کیمپ میں تہلکہ مچادیا غیور عرب اپنے بھائیوں کو اس حال میں دیکھکر جوش و غضب میں بھر گئے اور رومیوں سے انتقام لینے کی تیاری کرنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اصحاب رسولؐ کے ساتھ بیٹھے مشورہ کر رہے تھے کہ ہزیمت خوردہ عربوں کے داخلہ کی اطلاع پہنچی وہ جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح

باہر نکل آئے اور یعقوب بن صباح طائی کو جسے عربوں نے اسکے چچا مناوشس بن ضحاک طائی کی شہادت کے بعد اپنا سردار بنایا تھا سامنے بلا کر واقعہ دریافت کیا یعقوب نے عرض کی! یا امیر ہم لوگ نہایت مطمئن تھے اور سامان رسد وصول کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے کہ ایک جگہ نماز فجر ادا کی اور اسکے بعد اوراد و وظائف کا ذکر کر رہے تھے کہ ناگہاں تیرہ گرد بلند ہوا اور اسکے عقب میں مسلح رومیوں کا عظیم الشان لشکر نظر آیا۔ جو ہندی تلواروں اور رومی نیزوں سے ہمارے اجسام کو پارہ پارہ کرنیکی نیت کئے ہوئے سرپٹ دوڑا آرہا تھا ہم لوگ انھیں دیکھتے ہی ہوشیار ہو گئے اگرچہ انکے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ تعداد میں ہم سے بہت زیادہ تھے۔ لیکن چچا مناوشس نے سامنے سے فرار ہونے میں توہین سمجھی اور اللہ کی امداد پر بھروسہ کرکے جنگ پر مستعد ہو گئے دونوں لشکروں کا تصادم ہوا خوب تلوار چلی لیکن انکی کثرت ہماری قلت پر غالب آگئی۔ چچا مناوشس اور انکے ساتھ انتیس مجاہدوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ہم لوگ آپکو اس حادثہ جانکاہ سے خبردار کرنیکو آئے ہیں رومیوں نے ہمارے جانور۔ غلہ اور جو کچھ سامان تھا چھین لیا ہے

ابو عبیدہ۔ سخت حیرت ہے کہ رومی ہمارے محاصرہ میں ہیں اور وہ لشکر کون ہے جس نے یورش کرکے مناوشس کو شہید کر ڈالا قلعہ سے نکلنے کی تو کوئی رومی جرأت نہیں کرسکتا

یعقوب۔ ہم لوگ خود حیرت میں ہیں تاہم اتنا جانتے ہیں کہ وہ لشکر رومیوں کا ہے اور اس پر ایک رومی حاکم سردار تھا۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ وہ کدھر سے آیا اور اس کی صحیح تعداد کیا تھی۔ البتہ اس نے قریب پہنچتے ہی پرجوش حملہ کیا اگرچہ شہسواران اسلام نے مدافعانہ کوشش میں کمی نہ کی مگر ۳۰ تیس بہادر کام آئے۔

اس بیان نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مغموم کر دیا اور وہ افسردگی کے ساتھ سر جھکا کر غور کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد زانوئے فکر سے سر اٹھا کر خالد کی طرف متوجہ ہوئے۔ یا ابا سلیمان! میرے نزدیک ایسے کاموں کے تم ہی اہل ہو اور یہ واقعہ ہے کہ مجھے اللہ بزرگ و برتر کے بعد تمہاری ذات پر بھروسہ ہے اسلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ تم کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر بطنان کی طرف روانہ ہو اور رومی لشکر کے نقوش قدم تلاش کرتے ہوئے آگے بڑھو کیا عجب ہے کہ خدائے قادر و توانا تمہیں ان تک پہنچا دے اور تم مسلمانوں کے خون ناحق کا قصاص لینے میں کامیاب ہو جاؤ :۔

خالد۔ یا امیر! میں خدا اور رسول کے بعد آپکے احکام کی بجاآوری اپنا فرض تصور کرتا ہوں۔ اسی وقت اس طرف روانہ ہوں گا اگر خدا نے چاہا تو رومی کتوں کو کافی سزا دیکر مال غنیمت کیساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا

ابو عبیدہ۔ ضرور، خدا تمہاری امداد کرے گا لیکن دہقانیوں کی طرف سے بہت احتیاط رکھنا کیونکہ وہ ہماری صلح میں داخل ہو چکے ہیں انھیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے ہم مسلمان ہیں عہد کر کے اُسے توڑنا نہیں جانتے البتہ اگر انکی جانب سے نقض عہد ہو تو ہمارے لئے ان کا قتل جائز ہے :۔

خالد۔ جیسا امیر کا حکم ہے ویسا ہی ہو گا

خالد بن الولید تلوار ٹیک کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور تن تنہا جانے کا ارادہ کیا لیکن امیر ابو عبیدہ نے انھیں روکتے ہوئے فرمایا۔ ٹھہرو یا ابا سلیمان ٹھہرو اکیلے کہاں جاتے ہو :۔

خالد۔ جناب کے تعمیل ارشاد کے لئے جاتا ہوں خدا نے چاہا تو بہت جلد رومیوں کے سر پر پہنچکر انھیں اُن کی جسارت کی سزا دوں گا!

ابو عبیدہ۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم تنہا اس مہم پر روانہ ہو بلکہ مسلمانوں کی جماعت میں سے جس قدر مجاہد چاہو منتخب کر کے ہمراہ لے لو!

خالد۔ یا امیر میں خدا کی مدد کے سوا کسی کو ہمراہ لینا بہتر نہیں سمجھتا!

ابو عبیدہ۔ تمہاری شجاعت و دلیری میں کوئی کلام نہیں پھر بھی میری خوشی ہے کہ قبیلہ طے سے چند بہادروں کو ساتھ لے لو جیسے ضرار ابن الازور ربیعہ بن عامر اور ہاں کعب بن ضمرۃ الضمری کو بھی ضرور ہمراہ لے جاؤ انھیں یہاں کے حالات کا کافی تجربہ حاصل ہے :۔

خالد۔ جی تو نہیں چاہتا کہ اس چھوٹے سے کام کیلئے ان حضرات کو تکلیف دوں مگر امیر کا حکم بجا لانا بھی ضروری ہے اسلئے تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں

اس گفتگو کے بعد خالد بن ولید خیمہ سے باہر آئے اور مختصر سی جماعت لیکر روانہ ہوئے یعقوب بن صباح طائی آگے آگے رہنمائی کرتے ہوئے چلے آندھیاں بھی اتنی سرعت نہیں دکھا سکتیں جس تیزی سے بہادران اسلام کا یہ چھوٹا سا دستہ اپنے دشمنوں کی سرکوبی کو چل رہا تھا۔ ان کا جوش و خروش تو یہ چاہتا تھا کہ زمین کی طنابیں کھینچ جائیں اور وہ چشم زدن میں رومیوں کے مقابل ہو جائیں۔ انکی تشنہ خون تلواریں میان سے نکلنے کو بیقرار ہو رہی تھیں اور وہ سیلاب کی طرح بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ انھوں نے گھنٹوں کی مسافت منٹوں میں طے کی اور آخر کار ایسی جگہ پہنچے جہاں دور سے دہقانوں کا

ایک گروہ نظر آیا۔ جو مظلومین کی لاشوں کے گرد جمع ہوکر نوحہ گری میں مصروف تھا۔ اسکے قلوب سہمے ہوئے تھے کیونکہ انکی حدود میں رومیوں نے عربوں کو قتل کردیا تھا۔ اور وہ خائف تھے کہ کہیں عرب یہاں آکر ہم سے قصاص طلب نہ کریں اور ہمیں نقض عہد کا موجب ٹھہرائیں :۔

جب مجاہدین کا قصاص طلب دستہ انکے سر پر پہنچا تو وہ سب کے سب دست بستہ ہوکر خالد بن الولید کے قدموں پر گر گئے اور رو رو کر کچھ عرض کرنے لگے۔ چونکہ رومی زبان میں معروضہ پیش کررہے تھے اسلئے اس کا مطلب مجاہدین کی سمجھ میں نہ آیا اور خالد بن الولید نے ایک ترجمان کو حکم دیا کہ وہ اس کا مطلب سمجھائے۔ ترجمان نے گذارش کی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان مظلوموں کے خون سے بری الذمہ ہیں اور ہنوز آپکی صلح میں داخل ہیں!

خالد۔ کیا یہ لوگ قسم سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے غدر نہیں کیا؟

دہقان۔ ہاں ہم لوگ قسمیہ کہتے ہیں کہ بیوفائی کے الزام سے پاک ہیں

خالد۔ پھر وہ کون لوگ تھے جنھوں نے ان بہادروں کو شہید کیا؟

دہقان۔ یوقنا لے روبین نامی ایک رومی سردار کی ماتحتی میں ایک ہزار کا لشکر دے کر اس مہم پر روانہ کیا تھا۔ اس نے یہاں آکر انھیں قتل کیا ہے

خالد۔ یوقنا کو ان کی موجودگی کا علم کیسے ہوا!

دہقان۔ آپکے لشکر میں یوقنا کے چند جاسوس رہتے ہیں۔ جو تمام خبروں سے یوقنا کو آگاہ کرتے رہتے ہیں :۔

خالد۔ کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ روبین کس راستہ سے گیا ہے؟

دہقان ۔ مشرقی سمت کو گیا ہے !"

خالد ۔ ابھی تم نے حلفیہ بیان کیا تھا کہ تم کچھ نہیں جانتے اور اب سب کچھ بتا رہے ہو ؟

دہقان ۔ ہم نے جو کچھ عرض کیا تھا وہ بالکل سچ تھا یہ حالات بیان کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں !۔

خالد ۔ پھر کون ہیں !

دہقان ۔ وہ سب حلب کے رہنے والے ہیں جو یہاں سے سامان خورد و نوش خریدنے آئے تھے ۔ اگر یہ نہ آتے تو ہم کو بھی ان شہیدوں کے قاتلوں کا علم نہ ہوتا !

خالد ۔ تو کیا وہ اس پہاڑی راستے سے واپس ہوئے ہیں

دہقان ۔ جی ہاں ان لوگوں نے انھیں اس پہاڑی پر چڑھتے دیکھا ہے ۔

خالد ۔ (ہمراہیوں سے) معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک نے ان کے قلوب میں ہمارا خوف جاگزیں کر دیا ہے اور انھیں خیال ہے کہ عرب مجاہدین اپنے کشتوں کا انتقام لینے ضرور آئینگے اسلئے وہ ہماری نظروں سے مخفی ہو کر دن بسر کرنا چاہتے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ رات کے اندھیرے میں بچتے بچاتے قلعہ تک پہنچ جائیں ۔ لیکن خدا تعالےٰ ان کا یہ منصوبہ پورا نہ ہونے دے گا آپ لوگ اس کی طلب و جستجو میں اپنے راکبوں کی باگیں اٹھا دیجئے عجب نہیں جو انھیں پہاڑوں میں ان کا مقابلہ ہو جائے ۔ جملہ تمام کرتے ہی گھوڑے کو ایڑ دی اور روانہ ہو گئے انکے عقب میں تمام مجاہدین بھی چل کھڑے ہوئے ایک معاہدی آگے آگے راستہ بتاتا ہوا چل رہا تھا تھوڑی دور چلنے کے بعد پہاڑ کی چڑھائی شروع ہو گئی ایک مقام پر پہنچکر خالد بن الولید کے گھوڑے کی باگ کھینچی انکے ٹھہرتے ہی تمام دستہ

رُک گیا۔ معاہدی سبب دریافت کرنے قریب آیا تو خالد بن الولید نے اس سے سوال کیا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اسکے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہے جو قلعہ تک جاتا ہے :-

معاہدی۔ کوئی اور راستہ معلوم نہیں ہوتا اگر آپ اس جگہ ٹھہر کر ان کا انتظار کریں تو مجھے یقین ہے کہ کامیابی نصیب ہوگی :-

خالد۔ (کچھ سوچکر) بے شک تمہاری رائے صائب ہے !

اسکے بعد اپنے ساتھیوں کو درختوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپ کر انتظار کرنے کا حکم دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام بہادر اس پہاڑی مقام میں روپوش ہوگئے اور یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ چند منٹ پہلے یہاں فوج کا کوئی دستہ وارد ہوا تھا۔ مجاہد فلک (آفتاب) جنگ شعاعی کرتا ہوا مورچہ مغرب کی طرف روانہ ہوا اور سپہ سالار شب (ماہ) سپاہ انجم کی جمیعت کو کمین گاہ ابر میں شبخون کے ارادہ سے مخفی کئے ہوئے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ پہاڑی راستوں پر تاریکی پھیل گئی اور سنگلاخ راہیں رہرؤں کی آمد و رفت سے بے نیاز ہوگئیں ہر طرف سکوت ہی سکوت طاری تھا۔ مجاہدین کے قلوب شوق شہادت میں بیتاب ہو رہے تھے۔ یکایک گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی لشکر بہت ہی آہستہ خرامی کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا آرہا ہے کعب نے خالد بن الولید کے قریب جاکر سرگوشی کے طور پر کہا۔ آپ ان آوازوں کو سنتے ہیں !

خالد۔ ہاں معلوم ہوتا ہے رومی کتے چوروں کی طرح دبے پاؤں نکل جانا چاہتے ہیں

کعب۔ لیکن مجاہدوں کی تلواریں انکے شوق میں نیام سے نکل پڑنے کو بیقرار ہیں

ضرار۔ اتنا انتظار بھی منظور نہیں کہ انکے یہاں پہنچنے تک صبر و سکون کریں
خالد۔ نہیں جس طرح انھوں نے ہمارے شہیدوں کے ساتھ مکر کیا ہے
ہم بھی انکے ساتھ چال کھیلیں گے :-

یہی ذکر تھا کہ آوازیں قریب تر ہو گئیں اور تھوڑی ہی دیر نہ گذری تھی کہ سواروں کا سلسلہ شروع ہؤا۔ جو اندھیرے میں عربوں کے خطرہ سے بےخوف مال غنیمت لئے ہوئے قلعہ کی طرف روانہ تھا۔ بہادران اسلام کامل صبر و سکون کے ساتھ کمین گاہ میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ روہیں اپنے گھوڑے پر نمودار ہؤا۔ چونکہ اُسکے ساتھ سرداری کی علامت موجود تھی اسلئے خالد بن الولید کو خیال آیا کہ شاید خود یوقنا ہے جو ہزاروں سواروں کی کمان کرتا ہؤا آیا ہے یہ موقعہ غنیمت تھا اور اسے ہاتھ سے دینا نادانی۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو حملے کے واسطے تیار ہو جانیکا اشارہ کیا۔ ساتھ ہی متعدد عربی تلواریں بجلی کی طرح تڑپ کر نیام سے نکل پڑیں اور سرفروش راہ خدا میں جہاد پر آمادہ ہو گئے شیر غراں کی طرح غراتے ہوئے کمین گاہ سے نکلے اور آناً فاناً میں رومیوں پر چھا گئے شمشیر صاعقہ بار اپنا کام کرنے لگی اور رومیوں کے سر کٹ کٹکر گیند کی طرح سنگلاخ راستے پر گرنے لگے۔ خالد بن الولید نے سالار فوج کا رُخ کیا اور جبتک رُومی سنبھلنے اور حالات سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ فرشتہ موت کی طرح روہیں کے سر پر پہنچ گئے۔ روہیں نے چاہا کہ کنائی کاٹ کر ملک الموت کے سامنے سے ہٹ جائے مگر یہ ممکن نہ ہؤا۔ جتنی دیر میں اُسکے دلمیں فرار ہونیکا سا خیال پیدا ہؤا اس سے کم عرصہ میں شمشیر ہندی نے چمک کر اسکے پیکر نجس

کے دو ٹکڑے کر دیئے سردار کے مرتے ہی مجاہدین کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے پہلے سے زیادہ جوش وخروش سے حملے شروع کر دیئے مشکل سے ایک گھنٹہ تلوار چلی ہوگی کہ سات سو رومی موت کے گھاٹ اتر گئے بقیہ تین صد بھیڑ بکری کی طرح ایک رسی میں جکڑے گئے اور تمام وہ سامان جو اُنکے ہمراہ تھا غازیوں کے ہاتھ لگا۔ خالد بن الولید نے روبیس کا سر کاٹکر نیزے پر نصب کیا اور فتح و کامرانی کا پرچم اُڑاتا ہوا یہ اسلامی دستہ اپنے کیمپ کی جانب روانہ ہوا:-

اب انھیں اپنے ان شہدا کی تدفین کا خیال دامنگیر تھا جنھیں میدان میں خدا کے سپرد کر آئے تھے۔ جب اس مقام پر دستۂ فوج کا گذر ہوا تو خالد بن الولید نے قیام کا اذن عام کر دیا مسلمانوں نے گڑھا کھودا اور تیس شہدا کو ان کے لباس میں ملبوس کر کے نماز جنازہ پڑھکر سپرد خاک کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر یہ ظفریاب قافلہ اسلامی کیمپ میں داخل ہوا۔ جہاں ابو عبیدہ بن الجراح اُنکے واسطے دست بدعا تھے اور واپسی کے انتظار میں چند صحابیوں کے ساتھ کنار لشکر پر چہلقدمی کر رہے تھے۔ انہوں نے دور سے ہوا میں کچھ پرچم لہراتے دیکھکر دو تین معاہدیوں کو روانہ کیا کہ اصل حقیقت دریافت کر کے آئیں:-

معاہدی روانہ ہونے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ نعرۂ تکبیر سے زمین آسمان گونجنے لگے ادھر سے مسلمانوں نے جوابی شور تکبیر بلند کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سامنے سے خالد بن الولید ظاہر ہوئے انکے ہاتھ میں نیزہ تھا اور اس پر روبیس کا سر زبان حال سے اپنی سزایابی کی داستان سنا رہا تھا عقب میں مجاہدین کے حلقہ میں تین سو قیدی اور اسباب غنیمت نیز وہ غلہ تھا جو رومیوں نے مناوش سے

چھین لیا تھا۔ ابو عبیدہ بن الجراح پیادہ آگے بڑھے اور جب انھیں اپنی طرف آتا ہُوا دیکھکر خالد اپنے رہوار سے کو دے تو جھپٹ کر معانقہ کیا اور کیفیت دریافت کی

خالد بن الولید نے مختصراً بیان کرتے ہُوئے کہا۔ سات سو رومیوں کی لاشیں قلعہ حلب اور بطنان کے مابین میں پڑی ہیں تین صد رومی غازیان اسلام کی تلواروں کی بھینٹ چڑھنے کو حاضر ہیں۔ چونکہ یوقنا نے ہمارے پچاس ان مجاہدوں کو جنھیں اس کافر عزرائیل گرفتار کر کے لیگیا تھا قلعہ پر کھڑا کر کے قتل کر دیا تھا لہذا ہم بھی ان اسیروں کو قلعہ کے سامنے ایستادہ کر کے گردن مارینگے

ابو عبیدہ۔ لیکن سب سے پہلے ان پر اسلام پیش کیا جائیگا اگر انھوں نے صراط مستقیم کا سالک بننا پسند کر لیا تو ہمارے بھائی ہو جائینگے اور ان کا خون ہم پر حرام مطلق ہو جائیگا البتہ دوسری صورت میں انھیں قتل کے سوا چارہ نہ ہوگا

چند معزز صحابیوں نے اسیروں کے پاس جا کر دین اسلام کی برکات بیان کیں مگر انھوں نے مسلمان ہونا پسند نہ کیا۔ چنانچہ وہ فصیل قلعہ کے سامنے قتل کر دیئے گئے اور انکے مارے جانے کا تماشہ خود یوقنا نے دیکھا لیکن کوئی بس نہ چلا اس کام سے فارغ ہونیکے بعد منتخب گروہ ابو عبیدہ بن الجراح کے خیمہ میں داخل ہُوا اور آئندہ کے متعلق غور و خوض شروع ہُوا مختلف لوگوں نے مختلف تدابیر پیش کیں آخر میں خالد بن الولید نے کہا:-

یا امیر اب تک ہم اس مغالطہ میں تھے کہ ہم نے رومیوں کو محصور کر لیا ہے انکی آمد و رفت کی تمام راہیں مسدود ہیں لیکن یہ واقعہ بتاتا ہے کہ ہم غلطی پر ہیں جیسا چاہیئے ہم ویسا محاصرہ نہیں کر سکے ہیں رومی جب چاہتے ہیں جنھیں اسیر

سینے لگاکر ہمیں نقصان پہنچا دیتے ہیں!

ابو عبیدہ۔ بالکل ٹھیک ہے میں بھی جدید انتظام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ رومیوں نے لڑائی کا جو عنوان قائم کیا ہے وہ ہمارے لئے سخت مہلک اور ضرر رساں ہے اگر تم نے کوئی تدبیر سوچی ہے تو بیان کرو مسلمانوں کے لئے مفید ہوئی تو ضرور قبول کر لیجائے گی:۔

خالد میری رائے ہیں امیر نماز جماعت سے فارغ ہونیکے بعد عام لشکریوں نیز نگہبانوں اور چوکیداروں کو ہوشیار رہنے کی تاکید فرماویں اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ ضرار بن الازور۔ سعید بن عمرو بن طفیل عدوی۔ قیس بن ہیرہ اور مسیرہ بن مسروق۔ کعب بن ضمرۃ الضمری کو فوج کا ایک ایک دستہ دیکر قلعہ کے ہر اُس راستہ پر متعین فرماویں جاہر سے رومیوں کے آنیکا احتمال ہو اور خود امیر قلعہ کے سامنے سے ہٹ کر چند میل کے فاصلے پر نیرب نامی گاؤں میں قیام فرماویں:۔

ابو عبیدہ۔ اس میں کیا مفاد سوچا ہے؟

خالد۔ بہت ممکن ہے کہ اہل قلعہ اس دوری سے دھوکہ کھا کر کچھ غفلت کریں اور ہمیں قلعہ پر قابض ہونے کا موقعہ مل جائے:

ابو عبیدہ۔ جزاک اللہ یا ابا سلیمان تمہارا مشورہ صائب ہے اور میں اس پر ضرور عمل کروں گا:۔

موذن نے اذان دی اور امیر ابو عبیدہ اپنے خالق بے نیاز کے حکم پر سر تسلیم و رضا خم کرنیکے لئے میدان میں آئے پرستاران خدا جوق در جوق آنا شروع ہوئے اور تھوڑی دیر میں ہزارہا عبادت گذار بندے اپنے معبود کی تیاری

کیلئے جمع ہو گئے نماز سے فارغ ہو کر امیر ابو عبیدہ نے جدید احکام نافذ کئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ان احکام پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ قلعہ کے تمام راستے روک دیئے گئے اور امیر کا کیمپ چند میل پیچھے ہٹ کر بیرب گاؤں میں قائم کیا گیا!

چوتھا باب

نظارۂ دیگر

جدید قائم ہونیوالے مورچوں میں کعب بن ضمرۃ الضمری کا بھی ایک مورچہ تھا جو لبنان کو جانیوالی راہ پر قائم ہوا تھا اور امیر کعب اپنے جانفروش بہادروں کے ساتھ رومیوں کا راستہ روکے پڑے تھے ان کا خیمہ عام عربوں کی طرح اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا تھا اور اسکے اندر تکلف کا کوئی سامان موجود نہ تھا۔ رات ہو چکی تھی اور شاہد فلک انیس خلوت (انجم) کے ساتھ مصروف سیر تھا۔ چھوٹی بڑی پہاڑیوں کا پست و بلند سلسلہ دور تک پھیلا ہوا چلا گیا تھا اور انکے ننگے ننگے پتھر چاندنی میں اگرچہ صاف نمایاں تھے مگر رات کے سکون نے ان میں ہیبت ناکی پیدا کر دی تھی امیر کعب اپنی چھولداری میں استراحت کیلئے آ گئے تھے اور کمر بھی کھول چکے تھے مگر چاندنی کے دلفریب نظارہ نے انھیں گذشتہ واقعات کی یاد دلا کر کچھ افسردہ سا کر دیا تھا وہ بجائے آرام کرنیکے کسی پوشیدہ بےچینی سے ادھر اُدھر کروٹیں بدل رہے تھے رات زیادہ ہونے لگی۔ چوکیدار اور نگہبانوں کے سوا سب سو گئے مگر کعب کی آنکھوں میں نیند کا نام نہ تھا وہ اس طرح دھوئی دھلائی صاف

انکھیں جیسے سونا جانتی ہی نہیں۔ دیر تک پڑے رہنے سے طبیعت گھبرائی اور
انہوں نے تلوار اٹھا کر باہر نکلنے کا ارادہ کیا کچھ دیر سے چکر ٹھٹک رہے تھوڑے
پس و پیش کے بعد خیمہ کا پردہ اٹھا کر باہر نکلے اور سپاہیوں کی چھولداریوں سے
گذرتے ہوئے دور نکل گئے۔ چاند پوری آب و تاب سے فضاؤں کو چمکا رہا تھا
ننگے ننگے پہاڑ ہرے ہرے درخت اور زمین کے چھوٹے ذروں سے ضو
پیدا ہو رہی تھی۔ کعب نے ٹہلتے ہوئے کچھ عربی کے اشعار پڑھنا شروع کئے
لیکن بجائے رزمیہ اشعار کے عاشقانہ شعر زبان پر جاری ہوئے جو انکی فطرت
کے مخالف ہونے پر بھی اپنے سوز و گداز سے اس وقت کی خاموش فضا کو تاثرات
غم سے لبریز کرنے میں ساعی تھے۔ انکے کیف و اثر نے کعب پر وجدانی حالت
مستولی کر دی اور وہ تھوڑی دیر کے واسطے اپنی خودی کو بھی فراموش کر بیٹھے
انھیں یہ بھی محسوس ہوا کہ وہ اپنے مورچہ سے کتنا دور نکل آئے ہیں اور
جس جگہ چہل قدمی کر رہے ہیں وہاں کا ایک ایک ذرہ بھی انکی جان کا درپے آزار ہے
وہ بڑھتے بڑھتے ایک پہاڑی کے قریب پہنچ گئے یہاں ایک آبشار بھی تھا جو
پہاڑی سلسلے سے بہتا ہوا آیا تھا اور پیچ و خم کھاتا ہوا ایک طرف نکل گیا تھا
اسکے کنارے بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑے نیچرل حالت میں پڑے
ہوئے تھے اور چاندنی نے اس پر سفید چادر کا فرش کر دیا تھا۔ آبشار کے قطرے
کا موتی کی طرح چمکتا۔ پانی کی ترنم خیز روانی اور فرحت ناک ہوا کے سرد سرد
جھونکوں نے انکے جلتے ہوئے کلیجے میں تازگی پیدا کر دی اور وہ ایک پتھر
پر بیٹھکر اشعار خوانی میں غرق ہو گیا نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب تک اس حالت میں

ہے لیکن یکایک تلوار کی چمک نے انکے استغراق کا سلسلہ منقطع کردیا وہ سنبھل کر اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ پہلو سے زنانہ چیخ کی آواز آئی اور ساتھ ہی تلوار نے گر کر انکے سر پر بڑا سا شگاف ڈالدیا۔ خون کی چادر زخم سے بہکر آنکھوں پر آئی اور وہ بیوڑا کر گر پڑے نہ معلوم کتنی دیر تک بے ہوش رہے مگر جب آنکھ کھلی اور ہوش آیا تو اپنے آپکو مورچہ والی چھولداری میں پایا۔ انکے پہلو میں ایک مجسمہ حسن تیمارداری کو موجود تھا۔ اور اس سے کسی قدر فاصلے پر ان کا وفادار غلام عاصم آنکھوں میں آنسو بھرے بیٹھا انکے چہرہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ صبح کا دھندلکا نمودار ہو چکا تھا۔ اور نماز کا وقت آنے ہی کو تھا۔ دماغ کی کمزوری نے کچھ سمجھنے کا موقعہ نہ دیا اور کعب نے سمجھا کہ شاید کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے انہوں نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مل کر نیند کا غلبہ کم کیا لیکن اتنی سی حرکت بھی اذیت رسانی کو کافی تھی۔ زخم میں ٹیس محسوس ہوئی اور انہیں اپنے مجروح ہونے کا اول اول احساس ہوا۔ گھبرا کر آنکھیں کھولدیں اور نحیف آواز میں کہا۔ عاصم مجھے خیال نہیں کہ یہ کیا واقعہ پیش آیا ہے ؟

عاصم۔ (قریب آکر) یا امیر میں بھی اصل حالات سے لاعلم ہوں میں نے آپکو چھولداری میں آرام کرتے ہوئے چھوڑا تھا لیکن پہلو میں بیٹھی ہوئی حسینہ کی طرف اشارہ کرکے) انہیں قلادہ نے سوتے سے جگا کر آپکی نسبت سوال کیا ہم دونوں آپکو خیمہ میں موجود نہ پاکر تلاش میں نکلے اور وہاں اس وقت پہنچے جب تلوار آپکے سر پر چمک رہی تھی انکے منہ سے چیخ نکلی اور میں حملہ آور پر جھپٹا لیکن وہ ایسا غائب ہوا کہ پتہ نہ چلا۔ واپس آیا تو انہیں آپکی تیمارداری میں مصروف پایا آخر ہم دونوں

آپکو اٹھا کر مورچہ تک لائے :۔

کعب ۔ میں کس جگہ زخمی ہوا؟

عاصم ۔ یہاں سے کئی میل کے فاصلے پر آبشار کے قریب اگر فلاوبہ فرشتہ غیب بنکر نہ پہنچ جاتیں تو بلا شبہ آپکی ہلاکت میں کوئی کسر باقی نہ تھی :۔

فلاوبہ کا نام آتے ہی کعب کے زردی مائل چہرے پر رونق آگئی۔ انہوں نے احسانمندانہ نظروں سے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا فلاویہ مجھے تمہارا شکر گذار ہونا چاہیے کہ تم نے عین وقت پر پہنچکر میری جان بچائی! مجھے معلوم نہیں کہ حملہ کرنیوالا کون تھا اور مجھ پر کس طرح سے اس کا وار چل گیا

فلاوبہ ۔ ابھی آپ میں اتنی طاقت نہیں کہ ان باتوں پر غور کرنے کی کوشش کی جائے ۔ خون نکل جانے کی وجہ سے نقاہت بڑھی ہوئی ہے عاصم نے اونٹنی کا دودھ لیا ہے ۔ تھوڑا نوش کر لیجئے!

فلاوبہ نے جواب کا انتظار کئے بغیر عاصم کو اشارہ کیا اور وہ فی الفور لکڑی کے پیالہ میں تازہ دودھ لیکر آگیا ۔ فلاوبہ نے ہاتھ کا سہارا دیا اور کعب کوشش کر کے بیٹھ گیا ۔ دودھ پی لینے کے بعد دست و بازو میں سنسنی محسوس ہوئی اور انہوں نے پھر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں ۔ تھوڑی دیر تک بالکل سکوت رہا ۔ فلاوبہ بدستور بستر کے پاس بیٹھی کعب کی حالت کا اندازہ کرتی رہی ۔ اگرچہ اس نے کعب کے زخم کو عمامہ سے کسکر باندھ دیا تھا مگر ہنوز ابوالاسحاق کو دکھانے کی نوبت نہ آئی تھی بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ اُسے یا عاصم کو پریشانی اور اضطراب کی وجہ سے اس وقت تک ابوالاسحاق اور سلمے بنت عامر کو طلب کرنیکا خیال تک پیدا نہ ہوا تھا

کعب کے ہوشیار ہونے اور دودھ پینے سے انکے اضطراب قلب میں سکون پیدا ہو گیا اور عاصم کو بیٹھے بیٹھے ابوالاسحاق کا خیال آ گیا اس نے فلاویہ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا اف بڑی غلطی ہوئی اگر ابوالاسحاق کو بلا لیا جاتا تو میرے آقا کی تکلیفوں میں بہت کچھ کمی ہو جاتی :-

فلاویہ۔ بیشک تمہارا خیال بالکل صحیح ہے لیکن میں تو اتنی بدحواس ہو گئی تھی کہ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا اگر تم ساتھ نہ ہوتے تو میں تنہا کوئی مدد نہ کر سکتی!

عاصم۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے آقا کی جان بچ گئی۔ آپکی رائے ہو تو میں ابوالاسحاق اور سلمے کو بلا لاؤں؟

فلاویہ۔ ضرور بلا لاؤ۔ وہ مرہم کی پٹی چڑھا دینگے جس سے زخم جلدی بھر جائیگا عاصم خیمہ سے نکلکر چلا گیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ابوالاسحاق اور سلمے کو ساتھ لئے ہوئے واپس آ گیا۔ ابوالاسحاق نے زخم کی حالت دیکھی۔ چونکہ قاتل نے گھبراہٹ میں تلوار لگائی تھی اسلئے ہاتھ اوچھا پڑا تھا اور زخم مخدوش نہ تھا تاہم گہرا تھا اور خون ضرورت سے زیادہ نکل گیا تھا اس نے پانی سے جم جانیوالہ خون صاف کیا اور پھر ایک مرہم کا پھاہا چڑھا کر پٹی کس دی :-

فلاویہ۔ (ابوالاسحاق سے) آپنے زخم ملاحظہ کیا آپکے نزدیک کوئی خطرہ تو نہیں ہے

ابوالاسحاق۔ خاتون خدا نے بڑا فضل کیا ہے کہ بھیجہ محفوظ رہا اگرچہ ہڈی شگافتہ ہو گئی ہے مگر اس سے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے بہت جلد زخم اچھا ہو جائیگا۔ لیکن یہ واقعہ کیا ہے مجھے تو ابھی عاصم نے بتایا!

فلاویہ۔ حقیقت میں تو مجھے معلوم نہیں شب کو اعزاز جاتے وقت جی چاہا

کہ اپنے محسن کی زیارت کرتی چلوں۔ یہاں آئی تو امیر کو خیمہ میں نہ پایا عاصم سے دریافت کیا وہ بھی کوئی جواب نہ دے سکا۔ ہم دونوں تلاش کرتے ہوئے آبشار کے قریب اس وقت پہنچے جب ایک رومی کی تلوار ہوا میں بلند ہو چکی تھی اور امیر ایک پتھر پر سر جھکائے بیٹھے تھے جبتک عاصم جھپٹے یا امیر کو ہوشیار کرنیکی سعی کرے اتنی دیر میں قاتل کا وار چل گیا اگرچہ عاصم نے اسکی جستجو کی لیکن وہ گرفتار نہ ہوا چونکہ امیر کی خبر گیری واجب تھی اسلئے وہ زیادہ عرصہ تک تلاش کا کام جاری نہ رکھ سکا اور ہم دونوں امیر کو ان کے خیمے میں اٹھا لائے!

ابوالاسحاق۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ رومی ہر وقت اسی فکر میں گھوما کرتے ہیں اور ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر بھاگ جاتے ہیں کیا آپ ان کا حلیہ بیان کر سکتی ہیں

فلاویہ۔ نہیں وہ اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھا!

ابوالاسحاق تھوڑی دیر میں پھر آنے کا وعدہ کرکے چلا گیا سلمیٰ اور فلاویہ امیر کعب کی تیمار داری میں مصروف ہوئیں اور عاصم انکے واسطے کھانے کا انتظام کرنے چلا گیا۔ سلمیٰ نے فلاویہ سے پوچھا۔ بہن تم ٹھیک وقت پر کیسے پہنچ گئیں جہانتک خیال پڑتا ہے تم نے اعزاز جانیکا قصد ظاہر کیا تھا:

فلاویہ۔ بے شک میرا ارادہ تو یہی تھا لیکن یوقنا کی فوج نے ہمیں مخبر کے دہوکہ میں اسیر کر لیا اور سیدھا قلعہ میں لے گئی۔ یوقنا نے سعد کو مجبور کرنا چاہا کہ وہ مسلمانوں پر شبخون مارنیکی کوشش میں اس کا ساتھ دے مگر انہوں نے انکار کر دیا اسلئے وہ قید کر دیئے گئے میں بھی بطور کنیز کے محل میں بھیجدی گئی۔ لیکن موقعہ پا کر نکل بھاگی اور اس لشکر کے ساتھ جس نے بطنان سے رسد لانیوالے دستہ پر حملہ کیا

تھا۔ قلعہ سے باہر آگئی خیال تھا کہ اہل اسلام کو پیوقتا فوقتاً اس کاروائی سے مطلع کر دونگی مگر افسوس! مجھے ان سے اس وقت چھٹکارا نصیب ہوا جبتک کہ وہ قتل اور اسیر نہ ہوچکے۔ اب اعزاز جارہی تھی۔ سوچا کہ امیر کعب کی قدم بوسی کرتی چلوں ساتھ ہی تم سے ملنے کا بھی خیال تھا۔ یہاں اس واقعہ سے دوچار ہونا پڑا:-

سلمٰے۔ تم نے اس رومی کو پہچانا بھی آخر وہ کون تھا؟ کہیں رومیوں کی فوج کا کوئی بچا ہؤا سپاہی تو نہ تھا؟

فلادیہ۔ نہیں رومیوں کے لشکر کا تو ایک بھی سپاہی زندہ نہیں بچا سات سَو میدان جنگ میں کام آئے اور تین سو کیمپ پہنچ کر قتل کر دیئے گئے یہ شخص تو حلب کا باشندہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا:-

سلمٰے۔ خیر کوئی ہو خدا اُسے کیفر کردار کو پہنچائے!

یہی تذکرہ تھا کہ کعب نے آنکھیں کھولیں۔ دونوں خواتین انھیں ہوشیار ہوتے دیکھکر خاموش ہوگئیں۔ کچھ دیر چپ رہکر فلادیہ نے پوچھا اب آپکا مزاج کیسا ہے

کعب۔ خدا کا شکر ہے کہ زخم کی سوزش بہت کم ہوگئی ہے دُودھ پینے کے بعد تشنجی کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ دفع ہوگئی ہے اور ہر طرح طبیعت بحال معلوم ہوتی ہے

فلادیہ۔ ابوالاسحاق کا خیال ہے کہ بہت جلد زخم بھر آئے گا

کعب۔ مجھے اس زخم کی تو مطلق پرواہ نہیں البتہ ایک اور ایسا زخم ہے جسکے اندمال کی کوئی صورت نہیں نظر آتی:

فلادیہ۔ ہیں یہ کیا کہا۔ دشمنوں کے کوئی اور زخم بھی لگا ہے؟ مگر اس پر تو ہماری نگاہ نہیں پڑی:-

کعب۔ سچ ہے وہ زخم جتنا مہلک ہے اسی قدر مخفی بھی ہے

فلاویہ۔ ابوالاسحاق پھر آئے ہونگے انھیں دکھایئے تو معالجہ ہو جائے

کعب۔ نہیں فلاویہ مہلک ہو چکے باوجود وہ زخم مجھے عزیز ہے جی نہیں چاہتا کہ اُسے مٹانے کی کوشش کی جائے خیر مجھے ایک دفعہ گشت کر کے اپنے تمام سپاہیوں کو دیکھ لینا چاہیئے :-

سلمےٰ۔ نہیں نہیں چلنے پھرنے سے تکان پہنچے گی!

کعب۔ تکان! تکان کا خیال جنگ کے موقعوں پر نہیں ہوتا میرے بہادر مجاہد میرے مجروح ہو جانے سے افسردہ خاطر ہو گئے ہونگے ان کی تسکین کے لئے مجھے ان کے پاس جانا چاہیئے :-

سلمےٰ۔ وہ لوگ تو خود ہی کئی دفعہ مزاج پرسی کو حاضر ہو چکے ہیں لیکن آپ کے آرام کی ہی خبر سن کر واپس چلے گئے :-

کعب۔ سلمےٰ تم نے انھیں پھیر کر غلطی کی میں عرب ہوں اپنے دوستوں کو دروازہ سے محروم نہیں پھیرتا یہ کیسی بداخلاقی ہے کہ وہ تو ہماری عیادت کو آئیں اور تم انھیں میرے پاس تک آنے دو۔ کاش! تم میرے آرام پر ان کی خوشی کو ترجیح دیتیں :-

سلمےٰ خاموش ہو گئی وہ جانتی تھی کہ امیر کعب کو ان امور کا کس درجہ پاس لحاظ رہتا ہے ادھر امیر کعب نے اٹھنے کی سعی کی لیکن ضعف عناں گیر ہوا۔ فلاویہ نے انھیں باز رکھنے کی سعی کرتے ہوئے کہا یا امیر آپ اپنے کو مصیبت و تکالیف میں مبتلا کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اپنے سپاہیوں پر ظلم کرنا چاہتے ہیں وہ

ہرگز اسے پسند نہیں کرسکتے کہ ان کا امیر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر اسکے پاس جائے اگر ایسا ہی ہے تو عاصم کو اذن دیجئے کہ وہ مورچہ میں آپکی خیریت پکار دے۔

کعب۔ لیکن اسکے یہ معنے ہونگے کہ میں ان تمام کو عیادت کی تکلیف دینا چاہتا ہوں

فلاویہ۔ ہرگز نہیں بلکہ آپکے مجروح ہونے سے انکے قلب میں جس اضطراب اور بے چینی کو بار ملا ہے اس اطلاع سے وہ مبدل بہ سکون ہو جائیگی اور وہ اپنے امیر کی طرف سے مطمئن ہو سکیں گے!

کعب۔ کیا وہ پھر عیادت کو نہ آئینگے!

فلاویہ۔ عیادت کو آئینگے تو کیا مضائقہ؟ آخر یوں بھی صبح سے کئی مرتبہ آچکے ہیں۔

کعب۔ دیکھو سوچکر اجبر تمہاری رائے یہی ہے تو اسی پر عمل کروں گا عاصم کو بلا کر اپنی صحت وخیریت کی منادی کرادی۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ قبائل آنا شروع ہوئے سلطے اور فلاویہ برابر کی جھولداری میں منتقل ہو گئیں اور عیادت کرنیوالوں نے امیر کعب کو گھیر لیا کوئی شبہ نہیں کہ امیر کعب ذاتی خوبیونکی وجہ سے اپنے ماتحت قبائل میں نہایت ہی ہر دلعزیز تھے انکی کمان کا ہر سپاہی انکے پسینے پر اپنا خون بہا دینا فرض اولیں تصور کرتا تھا۔ جب صبح سے انہوں نے امیر کعب کے مجروح ہونیکی خبر پائی تھی ماہی بے آب کی مانند تڑپ رہے تھے۔ کئی دفعہ مزاج پرسی کو حاضر ہوئے مگر بے نیل مرام واپس گئے۔ اگرچہ بعد میں ابو الاسحاق نے ان سے امیر کعب کی صحیح حالت بیان کر کے مطمئن کرنیکی کوشش کی اور انھیں بتایا کہ زخم مخدوش نہیں ہے دو چار روز میں بالکل اچھے ہو جائینگے تاہم وہ اپنی آنکھوں سے

دیکھکر اطمینان کرنا چاہتے تھے دو گھنٹے تک عیادت کرنیوالوں سے خیمہ بھرا رہا اسکے
بعد ابو اسحاق نے انھیں یہ کہکر رخصت کر دیا کہ اب آپ لوگ تشریف لیجاویں اور
امیر کو استراحت کا موقعہ دیں آرام کرنیسے بہت جلد زخم مندمل ہوگا اور قوت بھی آئیگی!
عیادت گذاروں کے مرخص ہو چکنے بعد ابو اسحاق نے پھر زخم دھو کر پٹی بدلی اور
آرام کرنیکی تاکید کر کے چلا گیا۔ پھر سلیٰ اور فلاویہ اپنی اپنی خدمت پر آ گئیں۔ ہفتہ
عشرہ گذر گیا۔ اس اثنا میں فلاویہ اور سلیٰ نے بہت ہی کم آرام کیا صبح سے شام
اور شام سے صبح تک امیر کعب کی دیکھ بھال اور خبر گیری میں مصروف رہیں حالانکہ
خود امیر کعب نے تاکید کی اور اصرار کے ساتھ تھوڑی دیر آرام کرنیکا مشورہ دیا!
لیکن انھوں نے ایک گھڑی کیلئے بھی امیر کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ عاصم نے بھی
اپنے اوپر خواب و خور حرام کر لیا۔ دن بھر خدمت میں مصروف رہتا اور رات کو امیر کے
خیمہ کے گرد گھوم پھر کر حفاظت و نگرانی کی خدمت انجام دیتا اسکے دل میں وہموں
کا خوف سما گیا تھا کہ کچھ لوگ امیر کی جان لینے کے درپے ہو کر رات دن موقعہ کی
تاک میں لگے رہتے ہیں۔ ہفتہ گذر چکنے بعد وہ پھر ٹہل رہی تھی اور امیر کعب اپنے
خیمے میں بیٹھے تھے۔ اُن کے سر کا زخم بالکل اچھا ہو چکا تھا اور اب انکو کوئی
تکلیف نہ تھی۔ انھوں نے سلیٰ کو رخصت کر دیا تھا۔ کہ وہ بدستور اپنے فرائض
ادا کرے البتہ دن میں ایک دفعہ فلاویہ سے مل جانیکی تاکید کی تھی۔ اسلئے
اس وقت امیر کے خیمہ میں فلاویہ اور عاصم کے سوا کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں عاصم
بھی کسی ضرورت سے چلا گیا اور فلاویہ کے سواء کوئی پاس نہ رہا۔ امیر نے فلاویہ
کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا! فلاویہ! واقعی تم اپنی قوم کے برخلاف

ایسی بہت سی خوبیوں کی مالک ہو جو خدا نے عرب زادلڑکیوں کیلئے مخصوص کردی ہیں کبھی کبھی تو میں پہروں اسی پس و پیش میں مبتلا رہتا ہوں کہ آخر تم ہو کون؟ خصوصاً تم میں تیمارداری اور حق شناسی کے اوصاف تو بجید شبہ میں ڈالتے ہیں :-

فلاویہ۔ امیر کا خیال محض بے بنیاد نہیں جیسا کہ سعد نے بیان کیا تھا۔ حقیقت میں عرب زادی ہی تھی۔ کیونکہ یہ اوصاف غالباً اسی تربیت کا فیض ہیں

کعب۔ خوب یاد دلایا۔ افسوس اب تک میں نے سعد کی نسبت تم سے کچھ دریافت نہ کیا حالانکہ سب سے پہلے اسے پوچھنا چاہئے تھا وہ کہاں اور کیسا اور کس حال میں ہے :-

فلاویہ۔ آہ! وہ سخت مصیبت میں ہے!

کعب۔ مجھے اس سے ہمدردی ہو گئی ہے کاش میں کچھ مدد کر سکوں!

فلاویہ۔ وہ بھی آپ کا بجد ممنون ہے اور یہی ممنونیت اسکی اسیری کا موجب ہوئی ہے

کعب۔ کیسے

فلاویہ۔ ہم لوگ آپ سے اجازت حاصل کرنیکے بعد اعزاز کو روانہ ہوئے تھے

کعب۔ ہاں! مگر پھر وہ سفر کیوں ملتوی کر دیا!

فلاویہ۔ مجبوراً ہمیں یوقنا کے سپاہی گرفتار کر کے لیگئے یوقنا نے سعد کو مجبور کیا کہ وہ آپکے لشکر پر شبخون مارے مگر اس نے منظور نہ کیا۔ اور اس جرم میں قید کر دیا گیا :-

کعب۔ شاید تم یہاں یہی اطلاع دینے آئی تھیں؟

فلادیہ۔ جی نہیں بلکہ میں ایک عجیب طریقہ سے نکل آئی اور یوقنا کی اس تدبیر سے آپکو مطلع کرنا چاہتی تھی جو اس نے بطنان سے رسد حاصل کرنیوالوں کی نقصان رسانی کے لئے سوچی تھی لیکن اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو سکی :۔

کعب۔ اسلئے کہ تم رومیوں کی سخت نگرانی میں تھیں ؟

فلادیہ۔ جی ہاں! مجھے انکے سردار روبیس نے اپنے ساتھ رکھا تھا اور جب رسد لانیوالے دستہ کا سراغ لینے کو بھیجا تو میں سیدھی آپکی طرف چلی مگر پھر روبیس نے بلوا لیا۔ کیونکہ اُسے حالات معلوم ہو چکے تھے اور مجھے تلاش کی زحمت دینا نہیں چاہتا تھا :۔

کعب۔ پھر اس سے کیونکر چھٹکارا ہو ؟ اسکے ساتھ تو تم تھیں نہیں اسلئے کہ جب ہمارا دستہ مقابل ہوا ہے تو اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی آدمی بچکر نہ جاسکے

فلادیہ۔ یہ درست ہے لیکن اس سے قبل اسکے ساتھ سے علیحدہ ہو گئی تھی

کعب۔ کب ؟

فلادیہ۔ جب آنکھ تاریکی میں وہ قلعہ کی طرف روانہ ہوا تھا

کعب۔ غالباً اب اعزاز جانے کا ارادہ فسخ ہو گیا ہو گا !

فلادیہ۔ افسوس نہیں اب تو جانا اور بھی ضروری ہو گیا ہے

کعب۔ اگرچہ مجھے وجہ دریافت کرنے کا بظاہر کوئی حق حاصل نہیں لیکن تمہارا اندازِ تکلم مجبور کرتا ہے کہ میں سوال کروں اور اسباب علل پوچھوں !

فلادیہ۔ آپکو مجھ پر ہر طرح کا حق حاصل ہے اور میرے متعلق جتنے سوالات ہو سکتے ہیں پوچھ سکتے ہیں مگر ! . . . .

کعب ۔ لیکن یہ دریافت نہیں کر سکتا!

فلاویہ ۔ جی ہاں! اسلیئے کہ یہ ایک اور شخص کا راز ہے اور میں رازداری کا پختہ وعدہ کر چکی ہوں :۔

کعب ۔ میں بھی تم کو مجبور کرونگا مگر اتنا ضرور کہونگا کہ تمہارا تنہا سفر کرنا کسی صورت میں مناسب نہیں ۔ پہلے تو اس خیال سے اجازت دیدی تھی کہ سعد حفاظت کے لئے ساتھ تھا مگر وہ اب رومیوں کے ہاتھ میں اسیر ہے خدانخواستہ تم پر کوئی بلا آئے تو کون حفاظت کرے گا :۔

فلاویہ ۔ آپ اسلیئے اندیشہ نہ کریں میں خود اپنی حفاظت کرونگی!

کعب ۔ تاہم میرا فرض ہے کہ میں ایسی حسین صورت کو دانستہ خطرہ میں جھونکوں

فلاویہ ۔ یہ امیر کا حسن ظن اور منتہائے شفقت ہے مگر میں زیادہ عرصہ تک انتظار کرنے سے مجبور ہوں اگر یہ واقعہ پیش نہ آجاتا تو شاید اب تک اعزاز پہنچ گئی ہوتی

کعب ۔ نہیں فلاویہ یہ تمہارا خیال ہے شائد میں اس وقت بھی جانے پر راضی نہ ہوتا اور اگر تمہیں اسلیئے جانے پر اصرار ہے کہ میں تندرست ہو چکا ہوں تو مجھے پھر اپنے مجروح ہونے کی کوشش کرنا پڑے گی :۔

فلاویہ ۔ مسیح کیلئے یہ کلمہ زبان پر نہ لائیے کاش میں آپکو اپنے سفر کے اغراض بتا سکتی

فلاویہ خاموش ہوگئی فطرت نسائی نے اسکی صورت پر شرم و حیا کی کیفیت مستولی کردی ۔ گلگونہ عارض اور زیادہ نکھر گئے اور تیرافگن نگاہیں زمین بوس ہو کر رہ گئیں ۔ امیر کعب نے اس مجسمۂ شرم و حجاب کو دیکھا اور دل تڑپ گیا حسن کی وہ کہربائی کشش برسر پیکار آئی ۔ جو جنس قوی کے پہلو سے دل کو کھینچ لیتی ہے کوئی

تعجب تھا کہ جذبات کی فراوانی سے بے قابو ہو جاتے لیکن بڑھتے ہوئے زہد نے سنبھالا اور وہ زیر لب آہ کر کے خاموش ہو گئے گویا پتھر کا بت تھے جسے سنگتراش نے اس جگہ رکھ دیا تھا۔ کمرے میں سکوت مطلق تھا۔ اس منظر میں احساس حیات پیدا کر دینے والی کوئی چیز موجود تھی اور اگر ان دونوں آلودہ محبت ہستیوں کے قلوب متحرک ہو کر خاموش فضا میں خفیف سا ارتعاش نہ پیدا کرتے ہوتے تو شاید دیکھنے والی آنکھیں انھیں سنگی مجسموں کے سوا کچھ اور متصور نہ کرتیں یہی ہنگام تھا اور یہی منظر تھا کہ عاصم خیمہ میں داخل ہوا۔ اپنے آقا کی افتاد طبیعت سے واقفیت نیز گذشتہ اظہار راز کی بدولت اتنا احساس تو ہو ہی چکا تھا کہ اس مسیحی لڑکی کی مخفی ناوک افگنی نے امیر کعب کا کلیجہ چھلنی کر ڈالا ہے مگر اسے اسکی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ امیر کسی وقت ایسی خود رفتگی کا مظاہرہ کر سکینگے یا خود فلاویہ بھی اسی سوزش محبت میں مبتلا ہو گی جسکی شرر ریزیوں سے امیر کعب کے قلب و جگر سوختہ ہو رہے ہیں

اس نے حیرت و استعجاب کی نظروں سے اس منظر کو دیکھا اور دیکھتا رہا کبھی اپنے بے محل داخل ہونے پر نادم ہوتا اور کبھی اسکی حالت سے متاثر ہو کر چارہ گری کی تدابیر پر عمل کرنیکا ارادہ کرتا۔ یونہی اچھا خاصا وقت گذر گیا۔ تماشائے خود رفتگی نے اسے خود تماشا بنا دیا اور وہ بھی دم بخود ہو کر رہ گیا بڑی دیر کے بعد اس انہماک کا سلسلہ ٹوٹا۔ امیر کعب نے سر کو جنبش دی پلک جھپک کر کھلی تو سامنے عاصم کو ایستادہ پایا اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالتے ہوئے دریافت کیا عاصم خیر تو ہے اسطرح کیوں ساکت ہو

عاصم۔ (چونک کر) کچھ نہیں میں نے خیال کیا تھا کہ ......

کعب۔ کہ! کہو کہو چپ کیوں ہوگئے!

عاصم ۔ شاید امیر کو میری خدمت کی ضرورت ہو!

کعب ۔ تمہارا خیال درست ہے مجھے تمہاری خدمت کی ضرورت ہے کیا تم دشوار مرحلوں کو طے کر سکتے ہو؟

عاصم ۔ (سینے پر ہاتھ رکھکر اظہار اطاعت کرتے ہوئے) بابسندی آپکا حکم ہو تو تن تنہا قلعہ میں گھس جاؤں اور ہزاروں رومیوں سے اکیلا مقابلہ کرتے نہ جھجکوں!

کعب ۔ شاباش! شجاعان عرب کو ایسا ہی ہونا چاہئیے لیکن میں تم سے کچھ اور ہی خدمت لینا چاہتا ہوں :-

عاصم ۔ میں اسکی بجا آوری کو حاضر ہوں چاہے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیئے جائیں

کعب ۔ میں تمہارے ان خیالات کی قدر کرتا ہوں اچھا تو تم سفر کیلئے آمادہ ہو جاؤ

عاصم ۔ مجھے کچھ سامان نہیں کرنا ہے امیر فرمادیں اور میں روانہ ہو جاؤں!

کعب ۔ فلاویہ اعزاز جانا چاہتی ہیں۔ چونکہ تنہا ہیں اسلئے میں اجازت دیتے ہوئے پس و پیش کرتا ہوں۔ میری مصلحت کا تقاضہ ہے کہ انہیں جلد از جلد اجازت دیدوں لہذا تم کو انکی حفاظت کی غرض سے اعزاز تک ساتھ جانا ہوگا۔ چونکہ تم دشمنوں کے ملک میں تنہا سفر کرو گے اسلئے خطرات کا اندیشہ ہے اور تمہیں ان خطروں میں مبتلا کرنیکے بجائے خود ہی اس خدمت کو انجام دیتا لیکن محاصرہ کیوجہ سے میں نہیں جا سکتا!

عاصم ۔ امیر اسکا خیال نہ کریں مجھے ایسے ہنر آتے ہیں جو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کو کافی ہیں۔

فلاویہ ابھی تک خاموش تھی۔ اگرچہ اسکی ربودگی کو رفع ہوئے کچھ دیر ہو چکی تھی مگر اس نے امیر کعب کی گفتگو میں صرف اس خیال سے دخل دینا بہتر نہ سمجھا کہ شاید وہ کوئی اور حکم نافذ فرمائینگے مگر جب اپنے سفر کے متعلق سُنا تو حیران ہو گئی اسکی سمجھ میں نہ آیا

کہ یہ کیسی کایا پلٹ ہے ابھی تھوڑی دیر مشیر امیر اُسے مجبور کررہے تھے کہ وہ اپنا عزم سفر فسخ کردے یا اب خود ہی روانگی کا انتظام شروع کردیا ہے اس نے حیرت کا غلبہ کم کرتے ہوئے کہا یا امیر آپ کو اس انتظام کی ضرورت نہیں میں پہلے ہی عرض کرچکی ہوں کہ اپنی حفاظت آپ کرلوں گی :۔

کعب۔ نہیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تم تنہا سفر کرو میں تو تمہارے ساتھ جانے کا روادار نہیں ہوں لیکن سعد سے معلوم ہوچکا ہے کہ تم کسی اور کی امانت ہو اسلئے میں اصرار نہیں کرتا تاہم میرا فرض ہے کہ اس امانت کو بحفاظت پہنچادوں :۔

اس جملے پر فلاویہ کا چہرہ تمتما گیا شرم کے ساتھ دلی حزن و ملال بھی نمایاں ہوا جسے اس نے چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا : مجھے یوڈیز مل گیا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ اپنے ساتھ بحفاظت اعزاز لے جائیگا۔ یوڈیز کا نام آتے ہی امیر کعب پر وہی کیفیت طاری ہوئی جو اس سے پہلے فلاویہ کو بے تاب و بیقرار کرچکی تھی مگر انھوں نے کمال صبر و سکون سے اس کا مقابلہ کیا۔ تھوڑی دیر تک ساکت رہے پھر کہا یہ تو عجیب اتفاق ہے بہر نوع راہ میں عاصم تم دونوں کی خدمتگذاری کرتا ہوا جائیگا اور مجھے بھی تمہارے بخیریت پہنچ جانے کی اطلاع دے گا

فلاویہ۔ مجھے امیر کا اصرار مجبور کرتا ہے کہ میں اُنکے فرمان پر سر تسلیم خم کردوں لیکن میرا جذبہ احسانمندی ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ اپنے محسنوں میں سے کسی ایک کو بھی خطرہ میں مبتلا ہوتے دیکھوں اور آگاہ کردوں۔ یوڈیز میرا دوست ہوناچاہے تو ہو سکتا ہے لیکن کسی مسلمان عرب کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اسکی اخلاقی اور افعالی حالت کے متعلق سعد نے جو کچھ کہا تھا شاید آپ کو فراموش ہوا ہوگا ایسی حالت میں عاصم کو ساتھ

لے جاکر جان جوکھم میں پھنسانا ہرگز مناسب نہیں اگرچہ میں بعض چیزوں کو مصلحتاً ایک وقت تک مخفی رکھنا چاہتی ہوں لیکن حالات مجبور کرتے ہیں کہ اپنی گفتگو میں انکے متعلق کچھ اشارہ کرتی چلوں میں اعزاز ایک ضرورت سے جارہی ہوں اسی سفر پر میری حیات ومَمات کا انحصار ہے اسلئے میں پھر نہایت لجاجت سے التجا کرتی ہوں کہ امیر مجھے میری مرضی پر چھوڑ دیں اور کسی امر خاص پر مجبور نہ فرمائیں فلاویہ نے کچھ ایسے سنجیدگی و متانت سے گفتگو کی کہ امیر کعب کو اپنی مرضی کے خلاف اسکو جانیکی اجازت دینا پڑی۔ تمام دن تو فلاویہ کو سلیمے اور امیر کعب کی باتوں میں صرف ہؤا۔ جب آفتاب غروب ہوگیا اور فضا میں تاریکی قبول کر چلیں تو وہ رومی مردانہ لباس میں امیر کعب کے پاس رخصت ہونے کے لئے آئی:

کعب۔ فلاویہ میں نے تم کو رخصت تو کر دیا ہے لیکن اس اظہار سے بھی باز نہیں رہ سکتا کہ تمہاری خوبیوں نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے اور اگر حالات ناموافق نہوتے تو شاید میں تمہیں ایک لمحہ کیواسطے بھی جدا نہ کرتا تاہم مجبور کرنا میرا شعار نہیں ہاں اتنی خواہش ضرور ہے کہ جب میں قلعہ حلب فتح کرکے اعزاز آؤں تو تم میرے پاس ضرور آنا میں تم کو دیکھکر خوش ہونگا خصوصًا اس وقت اور زیادہ محظوظ ہونگا جب تمکو شادکام پاؤں گا فلاویہ نے سنا اور امیر پر ایک ایسی نظر ڈالی جس کا مطلب دل کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ پھر رخصتی سلام کیا اور خیمہ سے نکل گئی تاہم امیر کعب کے اشارے سے حد لشکر تک پہنچانے آیا اور مورچے سے باہر نکال کر واپس ہوا:۔

پانچواں باب (۵)

"حسین پیامبر"

فلاویہ رخصت تو ہوئی مگر اس کا دل ڈر رہا تھا ایک ہفتہ پہلے اسکی آنکھوں نے جس سانحہ کا مشاہدہ کیا تھا اس نے یوں ہی رہا سہا اعتبار بھی زائل کر دیا تھا اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا اپنے پاؤں سے قبر کی طرف جا رہی ہے بار بار اپنا ارادہ بدلنے اور بجائے اعزاز جانیکے امیر کعب کی خدمت میں پلٹ آنیکا خیال پیدا ہو جاتا تھا اور وہ آگے کیطرف چلتے چلتے ٹھہر کر کچھ سوچنے لگتی تھی اسکے دل میں دو متضاد خیال پیدا ہو کر ایک دوسریکے مقابل ہو جاتے تھے اور پائے استقلال کو لغزش ہونے لگتی تھی لیکن شہزادی زیتون سے جو عہد کر کے آئی تھی وہ مجبور کئے دیتا تھا کہ راہ کی صعوبات برداشت کرتے ہوئے شہزادہ لاوان کیخدمت میں حاضر ہو کر نامۂ شوق کا جواب پیش کرے اور پھر انھیں مائل رحم کر کے حضرت ورایس سے شکست نسبت کا حکم حاصل کرتے ہوئے اپنی آئندہ زندگی کو تباہ و برباد ہونیسے محفوظ کر لے وہ دل ہی دل میں کچھ سوچتی اور غور کرتی ہوئی اس پہاڑی سلسلے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جو پھیلتا ہوا قرسنحول چلا گیا تھا۔ رات اندھیری تھی اور نازنین فلک (ماہ) کے جلوہ آرا ہونے میں پورے ڈھائی گھنٹے کا وقفہ تھا البتہ بنات گردوں (تارے) نگہہائے نور کی

طرح ضو فشانی کر رہے تھے اور چادر فلک پر فردیاں پڑے وچپہ کا شبہ ہوتا تھا انکی ہلکی ہلکی شعاعوں اور مدہم روشنی میں خلاویہ آہستہ خرامی کے ساتھ بڑھ رہی تھی رفتہ رفتہ وہ آبشار کے قریب اسجگہ پہنچ گئی جہاں ایک پتھر ابتک امیر کے خون سے رنگا ہوا یاقوت احمر بنا پڑا تھا اسکی آنکھوں میں جن سے بادۂ شباب کی مستی ٹپکا کرتی تھی ان منحوس ساعت کی تصویر پھرنے لگی۔ جب امیر کعب پتھر بیٹھے اشعار خوانی کر رہے تھے اور انکے سر پر دشمن کی شمشیر آبدار بجلی کیطرح چمک رہی تھی اس کا دل دھڑکنے لگا تنفس کی آمد شد میں تیزی پیدا ہوگئی اور بے اختیاری کے عالم میں اسکی زبان پر جاری ہوگیا۔ یوویز تمہاری اس کمینگی اور بزدلی نے تم کو میری نظروں سے گرادیا ہے اور ہمیشہ خبردار کر کے وار کیا کرتے ہیں پشت سے تلوار لگانیوالا کبھی شجاع نہیں ہو سکتا۔ یہ الفاظ فضا میں گونجے صدائے بازگشت نے خلاویہ کو چونکادیا اور وہ آبشار کے قریب کھڑی ہو کر چاروں طرف متجسس نظروں سے دیکھنے لگی وہاں وہی سکوت۔ وہی سناٹا طاری تھا۔ جو اس وقت ہمیشہ چھایا رہتا ہے اب اسکی پریشانی میں اور اضافہ ہونے لگا یہی وہ وعدہ گاہ ہے جہاں یوویز سے ملاقات ہونیکا اقرار تھا۔ ہر چند اسے وہاں پہنچے زیادہ عرصہ نہوا تھا لیکن ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے بہت دیر سے منتظر ہے اسکے نازک دلمیں تحمل پیدا ہونے لگا تنہا سفر کرنا ممکن نہ تھا اسلئے کہ زمانہ جنگ کے خطرات سے تمام راہیں پر خطر تھیں اور ان سے زیادہ دشواری راستوں کی ناواقفیت تھی۔ امیر کعب کا کیمپ اسکے واسطے موجود نہ تھا مگر وہ وہاں جاکر اپنی متلون مزاجی کا ثبوت پیش کرنا گوارا نہ تھا وہ پتھر کے ایک ٹکڑے پر بیٹھکر غور کرنے لگی۔ پہاڑ کی چوٹی کے ہر طرف سے چاند کی ایک باریک شعاع پھاند کر اودھر آنیکی سعی کر رہی تھی اور اسکے عکس سے آبشار کا پانی اسطرح چمک کر گر رہا تھا گویا قدرت موتی

لٹانے پر آمادہ ہو گئی ہے یکایک اونچی چاپ نے اسکی ربودگی کا سلسلہ منقطع کر دیا اُس نے زانوئی تفکر سے سر اٹھا کر دیکھا حد نظر تک اونچی نیچی پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اس کے دونوں کھڑے ہو گئے شاید ابوالحارث پانی پینے آیا چاہتا ہے دست تیغ بڑھکر اس چھری تک پہنچا تھا جسے اُس نے خطرات سے بچنے کیلئے اپنے لباس میں مخفی کر رکھا تھا دلکو ذرا تقویت ہوئی اور وہ آنیوالی مصیبت کا مقابلہ کرنیکے لئے تیار ہو گئی پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ اسی طرح مڑ گئی۔ کوئی نہیں ہوا کے سرسرانیکی آواز دھوکا دیتی ہے یہ تھے وہ الفاظ جو اس نے خائف دلکو تقویت دیتے ہوئے استعمال کئے لیکن یہ اس کا خیال تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحہ میں یا وجود ہاں میں کسی نے جواب دیا نہیں فلاویہ ہوا کی سرسراہٹ نہیں بلکہ تمہارا جاں نثار یوویز تمہاری پذیرائی کیلئے حاضر ہے:-

فلاویہ۔ تم نے بہت دیر لگائی میں تو قریب قریب مایوس ہی ہو چکی تھی!

یوویز۔ دیر؟ دیر تو بالکل نہیں ہوئی میں تو یہاں دو گھنٹے سے تمہارا منتظر ہوں!

فلاویہ۔ مگر مجھے تو یہاں پہنچے عرصہ ہوا تم کہاں تھے؟

یوویز۔ انہیں پتھروں کی آڑ میں چھپا ہوا تھا۔ سامنے آنیکی اسلئے جرأت نہیں ہوئی کہ تم اپنے مجروح محبت کے زخمی کرنیوالے پر لعن طعن کر رہی تھیں اور شاید اسے دیکھ کر اپنا جوش ضبط نہ کر سکنے کے باعث انتقام پر آمادہ ہو جائیں:-

فلاویہ۔ یوویز اپنی زبان کو لگام دو۔ اسکی شوخیاں حد سے گذرتی جاتی ہیں تمہیں ابتداء ہی میں ایسا سلوک لازم نہیں:-

یوویز۔ کیا سچ مچ تمہیں اپنے عرب عاشق کا افسوس ہے آہ میں رقابت کی آنچ برداشت نہیں کر سکتا کاش میری تلوار اُس کا کام کر سکتی بلا سے میں اپنے حسین محبوب

کو سوگوار دیکھنے کی تکلیف گوارا کر لیتا :-

فلادیہ۔ یوویز! یوویز ہوش میں آؤ! میرے جذبات معصومیت کو مجروح نہ کرو یہ سمجھ لو کہ دل ایک مرتبہ ٹوٹ جانے کے بعد کبھی نہیں جُڑتا!

یوویز۔ ہاں فلادیہ تم نے بالکل سچ کہا دل بھی تو ایک شیشہ ہے اگر اس میں بال آ گیا تو تمام عمر نہ نکلے گا۔ کاش! تم میری ملت پرستی و حب الوطنی کی قدر کر سکتیں!

فلادیہ۔ کاش! تم بھی عفیفہ خواتین کے جذبۂ احسانمندی و شرافت کا احترام کرنا جانتے۔ تمہارے ذہن میں شرافت کا مفہوم ہوتا اور تم سمجھ سکتے کہ شرافت اور مردانگی کا زیور صرف محاسن اخلاق ہی ہو سکتے ہیں :-

یوویز۔ واقعی کہنے والوں نے صرف چرب زبانی کی سچی تعریف کی تھی۔ کیا اچھا ہوتا اگر تم جیسی فصیح البیان ہو ویسی ہی پاکیزہ باطن بھی ہوتیں :-

فلادیہ۔ (ٹالتے ہوئے) خیر آئندہ کوشش کرونگی کہ تمہاری مرضی کے مطابق چل سکوں فی الحال ہمیں شہزادہ لاوان کی جلد مہم میں پہنچنے کی سعی کرنا چاہیئے!

یوویز۔ شہزادی زیتون کا خط کہاں ہے!

فلادیہ۔ میرے پاس محفوظ ہے

یوویز۔ مجھے دو ذرا دیکھوں تو سہی اس میں کیا لکھا ہے؟

فلادیہ۔ شہزادی نے مجھے تاکیدی حکم دیا تھا کہ وہ خط شہزادہ لاوان کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں نہ دوں!

یوویز۔ لیکن میں تو شہزادے کا رازدار ہوں!

فلادیہ۔ تاہم مجھے اپنا عہد پورا کرنا چاہیئے!

یوویز۔ فلاویہ! کیا تمہیں سرتابی اور مخالفت کی تعلیم دی گئی ہے!

فلاویہ۔ اور تم کو بددیانتی اور غداری کے علاوہ کچھ یاد نہیں!

یوویز۔ تو تم وہ خط مجھے نہیں دکھاؤ گی!

فلاویہ۔ ہرگز نہیں!

یوویز۔ کبتک؟

فلاویہ۔ جبتک میری رگوں میں خون اور جسم میں جان باقی ہے

یوویز۔ شہزادہ لاداں مجھے وہ خط دکھاویں تو؟

فلاویہ۔ یہ انکی مرضی پر منحصر ہے میں اس راز کی اس وقت تک ذمہ دار ہوں جبتک شہزادہ صاحب کے ہاتھ تک امانت نہ پہنچ جائے!

یوویز۔ خیر سردست میں ان لغاوتوں کی پرواہ نہیں کرتا مگر دوستانہ طور پر اتنا مشورہ ضرور دونگا کہ چونکہ تم آیندہ میرے حبالۂ نکاح میں آنیوالی ہو اسلئے وہی اطوار و شیوہ اختیار کرنیکی کوشش کرو جو میری نگاہ میں محبوب ثابت ہوسکیں:۔

فلاویہ۔ میں اس صلاح پر ممنونیت ظاہر کرتی ہوں اور آئندہ پوری احتیاط سے کام لیتے ہوئے کوشش کرونگی کہ ایسا کوئی موقعہ ہی نہ آنے پائے جو ہماری زندگی کو آلودۂ غم کرنے کی قدرت رکھتا ہو:۔

یوویز۔ (انگلی سے بتاکر) اچھا چلو پہاڑی کے اس طرف ہمارے گھوڑے منتظر ہیں اگر ہم تیز خرامی سے سفر شروع کردیں تو امید ہے کہ صبح ہوتے ہوتے میر[1] تک پہنچ جائینگے

فلاویہ نے کچھ جواب دیا بلکہ تیور سے اٹھتے ہوئے اپنی آمادگی ظاہر کردی دونوں آگے پیچھے روانہ ہوئے اس وقت کی گفتگو نے فلاویہ کے جذبات تنفر کو اور بھی بھڑکا دیا تھا وہ

[1] میر ایک گاؤں تھا جو انوار سے تھیاذ بیل کے فاصلے پر آباد تھا۔ (مولف)

حیران تھی کہ آئندہ ایسے شیطان سیرت انسان سے کیونکر نباہ سکے گی جسکے آئین میں ہر بد اخلاقی اخلاق حسنہ اور تمام مصائب محاسن ہیں۔ خدا ہی اسکے ساتھ بیڑا پار لگانیوالا ہے اس نے راستہ چلتے ہوئے یہ بھی سوچا کہ اگر وہ اپنے والد کی وصیت قبول کرنے سے انکار کر دے تو کوئی قانون اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ پھر بھی اسکی سعادتمندی اس خیال کو عملی تشکیل دینے پر مستعد نہ ہو سکتی تھی وہ اپنی جان تک ان دو لفظوں پر قربان کر دینے کو تیار تھی جو جبیں کے وصیت نامہ میں مرقوم تھے کوئی شبہ نہیں کہ نیکی و بدی کا اختلاط ناممکن ہے تاہم اب بھی اپنے عہد پر قائم تھی اور طے کر چکی تھی کہ اگر دستاس کا حکم اتنا ہی حاصل کر سکی تو اپنے جسم کو ایسے بدطینت شخص کے حوالے کر دے گی۔ جو اسکی زندگی کو تلخ و پر شور بنا دینے کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتا!

پہاڑی کی سب سے اونچی چوٹی کی اوٹ سے چاند اسکے مغموم اور افسردہ چہرہ کو دزدیدہ نگاہوں سے تاک رہا تھا اور وہ حسن دال چپ چاپ اپنے صیاد کے عقب میں تھا۔ تھوڑی دیر میں دونوں اصطبل پہنچ گئے جہاں دو سبک رفتار گھوڑے ایک نوکیلے پتھر سے بندھے ہوئے ٹاپوں سے پتھریلی زمین کو کھود رہے تھے یوویر نے انھیں کھولا ایک گھوڑے پر فلادیہ کو سوار کیا اور دوسرے پر خود بیٹھ کر باگ اٹھا دی۔ چاندنی کھیت کر چکی تھی اور صحرا ایک ردائی زریں میں لپیٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ رات کی سنسانی فضا میں انکے رہواروں کے دوڑنے کی آواز دور دور تک جا رہی تھی۔ کبھی کبھی پہاڑوں سے بازگشت کی صدائیں آکر انھیں چونکا جاتی تھیں۔ چونکہ یہ جنگل عربوں کی صلح میں داخل تھا اور بسا اوقات دہقان ان لوگوں کو اسیر کر کے عربوں کے حوالے کر دیتے تھے جو صلح کے خلاف تھے اسلئے خلاف دستور کسی قدر زیادہ یوویر چوکنا ہو جاتا تھا اسکے خلاف کا ایک سبب فلادیہ بھی تھی وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی خطرہ پیش آگیا تو امیر کعب کے یہاں رہنے کی وجہ سے عرب اس سے تعرض نہ کرینگے

لیکن خود اُسکی جان کی خیریت نہیں ہے پھر اس حالتمیں جبکہ فلاویہ بھی اس سے خلاف رکھتی ہے شاید یہی وجہ ہوگی کہ وہ سیدھی اور ہموار راہوں سے قطع نظر کرکے دشوارگذار گھاٹیوں اور سنگلاخ جادوں سے گذرتا ہوا ہیرہ گاؤں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پہاڑی ناہموار راستوں سے گذرنیکی وجہ سے انکے گھوڑے پسینے میں شرابور ہوچکے تھے اور زور زور سے ہانپ رہے تھے کہ سانس لینے کی آوازیں آنکی خاموشی میں پہاڑیوں سے ٹکرا ٹکرا کر ہیبتناکی پیدا کررہی تھیں اگر غیر اطمینان حالت نہوتی تو شاید یودبز کہیں ٹھہر کر گھنٹہ آدھ گھنٹہ خود بھی استراحت کرتا اور تھکے ہوئے مرکبوں کو ستانیکا موقعہ دیتا۔

مگر دلی خوف ان باتوں سے بے نیاز کئے تھا۔ تمام رات سفر جاری رہا فلاویہ بیحد خستہ ہوگئی اس نے کئی دفعہ خواہش کی کہ یودبز اسکی خستگی پر نظر کرتے ہوئے کہیں دم بھر کیواسطے قیام کرے لیکن یودبز نے سماعت نہ کی اور سختی سے سفر کرنے پر مجبور کرتا رہا یہانتک کہ صبح صادق کا سپیدہ افق مشرق سے ظاہر ہونا شروع ہوا طیور چہچہاتے ہوئے آشیانوں سے نکلے اور دانے دُنکے کی فکر میں فلک پر پرواز کرنے لگے۔ ان راہ نوردوں کو دور سے سواد منزل نظر پڑا۔ اب اُنکے گھوڑے بھی شل ہوچکے تھے اور انکی رفتار بھی سُست پڑگئی تھی اور ہر قدم پر ٹھوکریں کھانے لگے تھے۔ انکی خستگی پر رحم کرتے ہوئے یودبز نے باگ کھینچ لی اور قدم قدم چلانا شروع کیا۔ صبح کی سرد رگیں ہوانے ان کے دلوں میں تازگی پیدا کرنا چاہی اور کچھ کامیاب بھی ہوئی مگر تھکن اور نیند فلاویہ کی آنکھوں کو بند کئے دیتی تھی اُسے آرام کی سخت ضرورت محسوس ہورہی تھی۔ خدا خدا کرکے منزل تمام ہوئی اور یہ لوگ گاؤں میں داخل ہوکر کوئی ٹھکانا تلاش کرنا چاہتے تھے کہ سامنے سے ایک گراں ڈیل شخص آتا ہوا دکھائی دیا اسے دیکھتے ہی فرط مسرت سے یودبز کی باچھیں کھل

گئیں ابھی وہ قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ پکار کر پوچھا عصمہ بن عرفجہ کہاں کا ارادہ ہے؟

عصمہ - اعزاز سے آ رہا ہوں اور قلعہ حلب کا قصد ہے!

یوڈیز - خیریت!

عصمہ - ہاں حضرت ورآس کو وہاں کے حالات دریافت کرنا ہیں اسلئے مجھے حکم ہوا ہے کہ بچشم خود دیکھکر ان کی خدمت میں عرض کروں تم کہاں سے آ رہے ہو اور یہ نوجوان کون ہے؟

یوڈیز - حضرت لاوان کے ایک کام سے گیا تھا یہ (خالاوبہ) امیری سنگیتر اور چچا جربس کی دختر ہیں انطاکیہ میں سعد کے یہاں تربیت حاصل کر رہی تھیں اور اب قیساریہ اور قینسرین ہوتی ہوئی اعزاز آ رہی تھیں کہ مجھ سے ملاقات ہو گئی۔

عصمہ - سعد کہاں ہیں؟

یوڈیز - (ہنسکر) وہ اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتنے کیلئے قلعہ حلب میں رہ گئے ہیں

عصمہ - یہ کیا

یوڈیز - بطریق یوقنا کو ان پر عربوں کا جاسوس ہونے کا شبہ تھا آخر یہ طے پایا کہ سعد اپنی صفائی پیش کرنیکے واسطے اس لشکر میں داخل ہو جائیں جو مسلمانوں پر شبخون مارنیکے واسطے قلعہ سے روانہ ہونے والا تھا:-

عصمہ - پھر کیا ہوا!

یوڈیز - سعد نے انکار کر دیا!

عصمہ - کیوں!

یوڈیز - اسواسطے کہ مسلمانوں کے ایک سردار نے کسی جنگ میں اسکی جان بخشی کی تھی!

خالاوبہ خاموش کھڑی اس گفتگو کو سن رہی تھی - اگرچہ یوڈیز کی تلخ نوائی زہر کا کام

کررہی تھی لیکن اس نے مصلحتاً اسے گوارا کرلیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس فکر کو ٹالنے کی غرض سے بولی یوویز! اب مجھ سے کھڑا نہیں رہا جاتا اگر آرام کرنیکا کوئی ٹھکانا نہ ملا تو میں راستہ ہی میں بے ہوش ہوکر گرپڑونگی :-

یوویز۔ تمہاری استراحت کیواسطے ہی انتظام کررہا ہوں میرے دوست عصمہ مل گئے ہیں ہم انھیں کے مہمان بنینگے!

عصمہ۔ بہت خوشی کے ساتھ

عصمہ نے انھیں اپنے ساتھ آنیکا اشارہ کیا اور ایک طرف چل کھڑا ہوا دو چار سو قدم چلنے کے بعد ایک جھونپڑی کے سامنے ٹھہر کر فلاویہ سے متوجہ ہوا۔ خاتون! مسافری کے عالم میں محلوں کا لطف نہیں ہوتا یہ جھونپڑی حاضر ہے جو میں نے ایک دہقان سے کرایہ پر لے رکھی ہے شاید آپ میرے شغل سے واقف نہیں ورنہ اس وقت ان کا اظہار ہی مقصود ہے مگر آپکے اطمینان کے واسطے اتنا بتا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپکے آئندہ ہونے والے شوہر اور میں ایک ہی سرکار کے نمک پروردہ ہیں ان کا فرض مصالحت اور نیابہ ہے میرا کام اخبار نویسی اور جاسوسی ہے درحقیقت فلاویہ میں گفتگو کرنیکی تاب بھی اسکے پاؤں کانپ رہے تھے تمام شب گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھکر سفر کرنے سے بالکل ہی خستہ و سکتہ ہوگئی تھی تاہم اخلاقاً کچھ نہ کچھ جواب دینا ضروری تھا۔ اس نے دو چار بے ربط جملے ادا کرکے عصمہ کی شکرگذاری کی اور پھر اسکے ساتھ جھونپڑی میں داخل ہوگئی اندر کچھ زیادہ وسعت نہ تھی ایک طرف پیال کا بستر لگا تھا اور اسکے سامنے تھوڑی زمین افتادہ تھی اگرچہ اس میں کوئی فرش نہ تھا لیکن لپی پتی اور صاف ستھری تھی۔ عصمہ نے ڈھونڈ ڈھانڈ کر یوویز کیلئے بھی ایک بوریہ لاکر

اور انھیں آرام کرنیکی دعوت دی سونے سے پہلے اس نے خورد و نوش کا انتظام بھی کیا لیکن فلاویہ پر خواب کا غلبہ تھا اسلئے اس نے شکریہ کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیا اور پیال کے بستر پر لیٹتے ہی غافل ہو گئی یوویز نے بھی تمام دن سونے میں بسر کیا جب آفتاب غروب ہونے میں کچھ ہی کسر باقی تھی کہ بیدار ہوا۔ فلاویہ کی آنکھ تو کھل چکی تھی لیکن جوڑ جوڑ میں درد کی کسک محسوس ہو رہی تھی اس نے کئی دفعہ اٹھنے کا ارادہ کیا مگر نہ اٹھا گیا۔ دونوں رانیں بھر جانیکی وجہ سے ذراسی حرکت بھی تکلیف پہنچا جاتی تھی۔ اگر سعد ساتھ ہوتا تو شاید پورا ایک ہفتہ سفر کرنیکے قابل نہ ہو سکتی لیکن ظالم یوویز کو اسکے درد و دکھ کا کوئی احساس نہ تھا اس نے تکیہ سے سر اٹھاتے ہی سب سے پہلا کام جو کیا وہ فلاویہ کو جھنجھوڑ کر بیدار کرنا چاہا۔ فلاویہ اٹھی تو سہی لیکن دل پر جو تکلیف گذری اسے کچھ وہی خوب جان سکتی ہے پھر بھی وہ مطمئن تھی اس کا خیال تھا کہ ہمیشہ رات کی ظلمت چھٹنے کے بعد ہی صبح کا نور دنیا کو جگمگا دیتا ہے مصیبت و ابتلا کی گھٹاؤں کے پیچھے باران کامیابی مخفی ہے اعزاز پہنچتے ہی اسکی تکالیف کا زمانہ ختم ہو جائیگا شہزادی زیتون کی سفارش اسکی بھنور زدہ کشتی کو کھے کر پار کر دے گی۔

آہ! اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا یہ خواب کامیابی تعبیر کا ممنون ہونا پسند نہ کریگا اور وہ جن آرزوں کو دل سے نکال کر قلعۂ حلب سے نکلی ہے اسکی غفلت کا شکار ہو کر رہجائینگی۔ بہر نوع وہ خوش تھی اور کمال حوصلہ مندی کیساتھ وہ اعزاز روانہ ہونیکو تیار ہو گئی۔ اعزاز میرہ گاؤں سے کچھ دور نصل پر تھا۔ آہستہ روی کیساتھ سفر کرنے پر بھی وہ تین گھنٹے میں اعزاز پہنچ گئی۔ یوویز کو معلوم تھا کہ یہ وقت شہزادہ لاوان ہمیشہ ابوالمنذر کی مقدس صحبت میں بسر کرنیکا عادی ہے اسلئے اس نے محل کا رخ

کرنیکے بجائے گرجا کی راہ لی۔ جب خانقاہ کے احاطہ میں داخل ہوا اسی وقت ابوالمنذر نماز پڑھکر اپنی قیامگاہ کو واپس ہو چکا تھا۔ لاداں قصر شاہی کے ارادہ سے رخصت حاصل کر کے چل چکا تھا۔ وسط چمن میں پہنچا تھا کہ یوڈیز نے سامنے آکر زمین ادب کو بوسہ دیا اور فلاویہ کو پیش کرتے ہوئے عرض کی حضرت کے حکم کے مطابق خادم قلعہ گیا اور حضور کا پیام شہزادی صاحبہ کیخدمت میں ارسال کر دیا۔ وہاں سے جو قاصد جواب نامہ لایا تھا وہ عالی جاہ کے سامنے حاضر ہے! لاداں نے متجسسانہ نظر ڈالکر فلاویہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر محل میں حاضر ہونے کا حکم دیکر چلا گیا:۔

چھٹا باب (۶)

"دغا"

امید کے ساتھ انتظار کا لطف رہتا ہے اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ امید پوری ہونیوالی ہے مراد بر آنیکا ہنگام آگیا تو اضطرابی کیفیت طاری ہو کر صبر و سکون کو غارت کر دیتی ہے دل تڑپنے لگتا ہے اور جان بیقرار ہو جاتی ہے جبتک لاداں کو انتظار تھا اس وقت تک صبر و تحمل کا دامن ہاتھ میں تھا مگر یہ سنتے ہی کہ بارگاہ محبوب سے نامہ اشتیاق کا جواب آگیا ہے تو شوق نے پاؤں پھیلانا شروع کئے ایک ایک لمحہ پہاڑ بن گیا اور کچھ کم تین میل کی مسافت ہزاروں کوس کے برابر ہو گئی اگرچہ وہ معمول سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ایوان شاہی کیطرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اپنی عمر میں آنا سست چلا ہی نہیں شاید زمین کو بھی

اسکے چھیڑنے میں کوئی خاص مزہ ملتا تھا کیونکہ وہ جتنی مسافت طے کرتا تھا۔
منزل دُور ہوتی جاتی تھی۔ بہرحال وہ کسی نہ کسی طرح اپنے محل تک جا پہنچا؛
پھاٹک کے نگھبانوں نے اس کا استقبال کیا مگر اُس نے دیکھا تک نہیں کہ اسکے
احترام میں کس کس نے زمین ادب کو بوسہ دیکر رسم مجرا ادا کی۔ وہ اپنی دھن میں لگا ہوا
اُس کمرے تک پہنچ گیا۔ جہاں بیٹھکر مصاحبین کے ساتھ گل خپ اڑایا کرتا تھا
کمرے میں کافوری شمع کے جھاڑ۔ فانوس روشن تھے۔ طلائی مجمروں میں خوشبویات
سلگ رہے تھے وہ ایک نرم و گداز صوفہ پر بیٹھ گیا آنکھیں دروازے کی طرف لگی تھیں
ہر آہٹ پُرویز اور حسین نامہ بر کے ورود کا دھوکا دیتی تھی۔ انکے آنے میں جوں
جوں تاخیر ہوتی تھی۔ دوں دوں دلی بے چینیاں بڑھتی جاتی تھیں کبھی کبھی پُرویز
کی سُستی پر دانت پیسنے لگتا تھا اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ غیر معمولی واداری کے ساتھ
محل میں داخل ہوا ہے اور اُسکے عقب میں آنیوالوں نے ہنوز نصف رستہ بھی طے نہ کیا ہے
اب اسے اپنی غلطی کا احساس کرکے تکلیف محسوس ہونے لگی کاش وہ گرجے
میں ہی نامۂ حبیب کی زیارت سے آنکھوں کو منور کر لیتا اُف! بڑی چوک ہوئی۔ کیا
جانتا تھا کہ وہ اتنی سُستی کرینگے؟ اگر وہاں موقعہ نہ تھا تو کم از کم خط لیکر یہاں چلا
آتا۔ نہ معلوم حرف مدعا کا کیا جواب آیا ہے۔ اسی قبیلہ کے صدہا خیالات دل و دماغ
میں پیدا ہو کر بیتاب کرنے لگے اور اس نے پھر پُرویز کی جستجو میں محل سے روانہ
ہونیکا ارادہ کیا لیکن رات کے وقت گھڑی گھڑی محل سے نکلنا کم از کم اُسکے
واسطے معیوب ہے دیکھنے والے مشتبہ ہو جائینگے اور انکی اطلاع حضرت دراس
کو ہو گئی تو فوراً جواب طلب کیا جائیگا۔ وہ اٹھکر برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ جب پھاٹک

سے کسی کے بات کرنیکی صدا سنائی دی تو وہ جھپٹ کر دریچہ کے پاس پہنچ جاتا کہ شاید چوبداروں نے یودیز کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھکر محل میں آنے سے روکا ہو لیکن جھانک کر دیکھنے کے بعد پہلا خیال محض وہم ہی ثابت ہوتا اور اُسے کھڑکی کے پاس سے مایوس ہو کر لوٹنا پڑتا۔ بہت دیر تک اسے ٹہلنا پڑا آخر انتظار کی گھڑی گذر گئی اور وہ وقت آگیا۔ جب اسکی مشتاق آنکھوں نے شاہد کامیابی کا نظارہ کیا۔ یودیز مہ جبین نامہ بر کو ساتھ لئے حاضر ہوا ایک حاجب ساتھ ساتھ تھا جو اُسے شہزادے کیخدمت میں پیش کر کے واپس گیا۔ بیتابی شوق کا یہ عالم تھا کہ اُس نے کمرے میں جانے اور بیٹھنے کا بھی انتظار نہ کیا بلکہ بیتابانہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا لاؤ! لاؤ!! مجھے میرے پیام شوق کا جواب دو!

یودیز۔ حضور کمرہ میں تشریف لیچلیں جواب نامہ بھی حاضر ہوگا!

اس جواب سے لادان کچھ شرمندہ سا ہو گیا لیکن اپنی ندامت کا اظہار نہ کر سکا۔ خاموشی کے ساتھ برآمدے سے کمرہ میں داخل ہوا اسکے عقب میں یودیز اور فلادیہ بھی تھے۔ جب شہزادے نے صوفہ پر بیٹھتے ہوئے انھیں بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں اس ذرہ نوازی کا شکریہ بجالانیکے بعد پائین فرش پر بیٹھ گئے تو پھر شہزادہ نے جواب کا تقاضا کیا اور فلادیہ نے وہ نامہ ایک شان دلبری کے ساتھ دونوں ہاتھوں پر رکھکر پیش کرتے ہوئے عرض کی۔ عالیجاہ! مجھے شہزادی صاحبہ نے حکم دیا تھا کہ یہ خط حضور ہی کے دست مبارک میں دوں اور انکی جانب سے آغاز بانی بھی عرض کر دوں کہ یہ خط تنہائی میں پڑھا جائے اور رازداری کا پورا پورا خیال کیا جائے!" چونکہ میں شہزادی کے حکم کی پوری پوری تعمیل کر رہا ہوں!

لادان۔ اور میں

دونوں برادر ہو اسلئے تمہاری موجودگی میں کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا!

فلاویہ - حضور کی کنیز نوازی اور غلام پروری کا شکریہ!

لفظ کنیز! پر شہزادہ لاوان چونک پڑا - کیونکہ فلاویہ ابتک مردانے لباس میں تھی اور اُس نے خیال کیا تھا کہ یہ کوئی شہزادی زیتون کا معتمد ہے جو نامہ و پیام کے سلسلے میں بھیجا گیا ہے اس نے بغور اسکے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا میں تمہارے اس جملہ کا مفہوم نہیں سمجھا لفظ کنیز سے تم نے کسطرف اشارہ کیا ہے

یوڈیز - عالیجاہ اجازت دیں تو غلام چند جملوں میں اسکی صراحت کردے!

لاوان - اچھا بیان کرو یہ مسئلہ حل کرنیکے بعد اطمینان سے نامہ کا مضمون پڑھونگا

یوڈیز - (فلاویہ کی طرف اشارہ کرکے) یہ میری بنت عم ہیں یعنی چچا جرجیس کی اکلوتی صاحبزادی ہیں اور اُنکے دوست سعد کے پاس انطاکیہ میں تربیت حاصل کرتی تھیں - ان کی علالت کے وقت ہی چچا جرجیس نے انھیں مجھ سے منسوب کردیا تھا - انھیں موت نے مہلت نہ دی کہ خود اس مبارک رسم کو ادا کرتے مگر سعد سے وصیت کر گئے تھے کہ جب سن شعور کو پہنچ جائے تو اعزاز جاکر یوڈیز سے شادی کردینا - چنانچہ وہ اس وصیت کی تعمیل کیلئے روانہ ہوئے تھے اور اتفاقیہ مسلمانوں کے ہاتھ میں پڑ گئے پھر بدقت ان سے رہائی پائی تو مجھ سے ملاقات ہوگئی اور میری استدعا پر وہ حضور کا پیغام شہزادی زیتون کی خدمت میں پیش کرنیکے لئے قلعہ حلب گئے بطریق اعظم نوقنا نے انھیں شبہ میں اسیر کرلیا اور یہ (فلاویہ) شہزادی کی خدمت میں باریاب ہو کر پیام رسانی کی خدمت انجام دے سکیں پھر کسی تدبیر سے جواب لیکر مجھ تک آئیں اور میں نے حضور کی خدمت میں حاضر کردیا:-

لاوان۔ مجھے یہ سنکر بڑی مسرت ہوئی کہ یہ تمہاری بنت عم اور ہونیوالی زوجہ ہیں۔ یوویز واقعی تم خوش نصیب ہو کہ حسن خود تم تک آیا ہے اور یہ معاملہ فہم وشجاع بھی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ایسے پُر آشوب وقت میں جب عربوں کا سیلاب ملک شام کو تباہ کر رہا ہے ان کا جرأت کر کے مسلمانوں کے محاصرہ میں آجانا کوئی معمولی کام نہیں ہے میں انکی اس خدمت کی قدر کرتا ہوں اور کوشش کرونگا اس کا معقول معاوضہ ادا کر سکوں!

فلاویہ۔ مجھے اتنا ہی صلہ بہت کافی ہے کہ میری اس ناچیز خدمت نے حضور کے دل میں گھر کرتے ہوئے شرف قبول حاصل کر لیا ہے حضور شہزادی صاحبہ نے بھی بہت زیادہ کنیز نوازی فرمائی ہے اور عجب نہیں کہ اس نامئہ شوق ہی میں کچھ تذکرہ کیا ہو!

شہزادہ لاوان نے شمعدان طلب کیا۔ فلاویہ نے ایک طلائی شمعدان اٹھا کر روشنی دکھانا شروع کی اور شہزادے نے خریطہ کھولکر خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔ ہر جملہ پر اسکے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا کبھی مسرت وشادمانی کے اثر سے رونق پھیل جاتی اور کندن کی طرح دمکنے لگتا تھا۔ گاہ مایوسی اور حزن تمام شگفتگی پر پانی پھیر دیتا تھا۔ آنکھوں سے حسرت ٹپکنے لگتی تھی وہ بجای دیرتک خط پڑھنے میں مصروف رہا اور شوق خاطر سے مجبور ہو کر نہ معلوم کتنی دفعہ اول سے آخر تک مطالعہ کیا مگر ذوق نظر کا یہ عالم تھا کہ لفظوں سے نگاہ ہٹانا محال تھا جب ایک دو بار نہیں دس بیس مرتبہ از اول تا آخر پڑھ چکا تو فلاویہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا۔ فلاویہ مجھے زیتون نے تمہارے بارے میں جو کچھ حکم دیا ہے میں صبح ہی اس کی تعمیل کروں گا واقعی انھیں تمہارا بہت خیال ہے فلاویہ اس جملے کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہی تاہم اسے یقین تھا کہ شہزادی کی سفارش خالی نہ جائیگی۔ لاوان اپنے والد سے کہکر خلاف مرضی شادی کو روک دیگا

اور یہ خیال اسکی خاطر جمعی کیلئے کافی تھا لیکن اس نے دیکھا نہیں اگر وہ یوویز کا مکروہ تبسم دیکھ پاتی تو شاید یہ خالی مسرت بھی اسکے نصیب سے اڑ جاتی اور وہ چند لمحے بھی اس فضا میں نہ گذار سکتی۔ جو در حقیقت موج سراب تھی۔ جس نے ریت ہوتے پر بھی پیاسے کو پانی کی لہروں کا مغالطہ دیا تھا۔ یوویز اسکی سادہ لوحی اور اپنی کیادی پر دل ہی دل میں سر دھن رہا تھا اسے معلوم تھا کہ جب فلاویہ اصل حقیقت سے واقف ہوگی تو اسکی یہ طفلانہ مسرت خاک میں ملجائیگی۔ کیونکہ اس نے میرہ گاؤں میں فلاویہ کی غفلت سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا تھا جب وہ راہ کی ماندگی سے چور چور ہو کر بے خبر سو رہی تھی تو اس نے خریطہ تلاش کر کے خط پڑھ لیا تھا اور وہ حصہ اس سے نکال ڈالا تھا۔ جہاں شہزادی نے تحریر کیا تھا کہ یوویز اس قابل نہیں کہ وہ جمال فلاویہ کا شوہر بنے۔ نور و نار نیکی و بدی کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اسلئے میری خواہش ہے کہ تم اپنے والد سے کہکر اس نامطبوع شادی کو رد کوا دو اسکے بجائے اس نے بالکل ویسی ہی جعلی پر یہ عبارت لکھکر خط میں شامل کر دی تھی۔ کہ فلاویہ بہت اچھی اور شرمیلی لڑکی ہے اور اپنے ابن عم سے دلی محبت رکھتی ہے اسکے واسطے بڑے بڑے خطرات برداشت کرتے ہوئے یہانتک پہنچی ہے چونکہ اس نے سنا ہے کہ یوویز اس سے شادی کرنے میں پس و پیش کرتا ہے اسلئے پریشان ہے میری خواہش ہے کہ تم یوویز کو مجبور کرو کہ وہ اس حسین و جمیل اور محبت کرنے والی لڑکی کو زوجیت میں قبول کرنے اسکے ساتھ محبتانہ برتاؤ برتے اور ہر طرح خاطر برداشت کرے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کام تم اپنی نگرانی میں بغیر کسی تاخیر کے پورا کر دوگے"۔ لاوان نے پھر خط کی عبارت کو پڑھنے کے بعد جعلی کو لپیٹتے ہوئے کہا۔ یوویز تمہیں اس خوش جمال و وفا شعار نازنین کو قبول کرنے سے

انکار ہے اور جیسا تم نے ابھی بیان کیا تھا کہ تمہارے چچا نے اسے پیدائش کے وقت ہی تم سے منسوب کر دیا تھا اس رسم کو پسند نہیں کرتے :۔

یوویز۔ مجھے چچا جبیں کی خوشی سے کسی وقت انکار نہیں ہو سکتا تاہم جب اس حقیقت غور کرتا ہوں کہ فلاویہ کا مزاج مجھ سے مختلف ہے نیز جیسا اس سفر میں تجربہ ہوا ہے کہ اسمیں خودسری بھی کافی پائی جاتی ہے تو ہچکچاتا ہوں اور ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ اس شادی کا انجام بہتر نہ ہوگا :۔

لاوان۔ خودسری میں سمجھا نہیں کہ اس سفر میں جو اس نے محض تمہارے لئے اختیار کیا تھا کیا خودسری ہو سکتی ہے :۔

یوویز۔ عربوں کے کیمپ میں رہنے کی وجہ سے اس نے بعض وحشیانہ حرکات اختیار کر لی ہیں وہ انکی اسلئے مداح ہے کہ انھوں نے اسے زندہ چھوڑ دیا اور مجھ سے اسلئے کبیدہ ہو گئی تھی کہ میں نے ایک عرب سردار کو قتل کرنیکی کوشش کی تھی۔

لاوان نے نظر اٹھا کر فلاویہ کی طرف دیکھا جو شمعدان ہاتھ میں لئے کھڑی تھی۔ لیکن ان باتوں کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھی اس سے تو شہزادی زینون نے کہا تھا کہ اس نے شہزادے کو صاف لفظوں میں لکھدیا ہے کہ وہ یوویز کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی سعی کریں لیکن اس گفتگو سے تو کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے اس کا دل بیٹھنے اور ہاتھ پاؤں لرزنے لگے لاوان نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! فلاویہ کیا یوویز کا بیان صحیح ہے کیا تم سچی خاتون ہونیکے باوجود اپنے ملک اور اپنے دین کے دشمنوں کو دوست رکھتی ہو؟ :۔

فلاویہ۔ عالی جاہ! مجھے سکھایا گیا ہے کہ میں احسان کو یاد رکھوں اور محسنوں

کی بھلائی چاہوں جب حضرت یوقنا کا لشکر اپنے مقتولین تو ایک طرف مجروحین کو بھی موت کے منہ میں چھوڑ کر حلب واپس گیا اور سعد زخموں سے چور چور میدان میں پڑا دم توڑ رہا تھا اور میرے سواء اسکی چارہ سازی کو کوئی موجود نہ تھا کہ شیر نے مجھ پر حملہ کیا اور اس وقت عرب سردار نے ابوالحارث کے نکیلے ناخنوں سے میری جان بچائی اور میری سفارش پر اپنے اس دشمن کو جس نے انکے خلاف جنگ کی تھی اٹھا کر اپنے کیمپ میں لے گیا مرہم پٹی کی اور جبتک وہ پوری طرح تندرست نہ ہو گیا اپنا مہمان رکھا پھر جب ہم نے اس سے رخصت طلب کی تو اس نے کمال مہربانی سے زادراہ دیکر رخصت کر دیا۔ ایسی صورتمیں مجھے اسکے احسان کو بھلا دینا چاہیئے اور کیا ایسا کرنا کفرانِ نعمت نہیں ہے!

لاوان۔ بے شک اسکے شریفانہ برتاؤ قابل ستائش ہیں!

فلاویہ۔ ریوویز کی طرف اشارہ کرکے۔ جب میں شہزادی صاحبہ سے رخصت ہو کر اسکے پاس آئی اور انکی اجازت سے اس امیر کے پاس جانا چاہا کیونکہ انھیں گرفتار ہو جانے کا احتمال تھا جو امیر سے مل لینے کے بعد بہت کچھ دفعہ ہو جاتا اور ہم دونوں نہایت آزادی کیساتھ عربوں کے محاصرے سے نکل آتے اتفاق سے مجھے امیر اپنے خیمہ میں نہ ملا میں نے اسکے غلام سے دریافت کیا اور پھر ہم دونوں امیر عرب کی تلاش میں نکلے اور انکے قریب اس وقت پہنچے جب آپ تلوار بلند کر چکے تھے مگر امیر کو اطلاع نہ تھی وہ ایک پتھر پر بیٹھے کسی خیال میں غلطاں تھے۔ کیا کمینگاہ سے چھپکر کسی پر حملہ کرنا بہادری ہے خصوصاً اس وقت جبکہ حریف سے خطرہ کے بجائے احسان کی امید ہو؟

لاوان۔ خیر جو باتیں گذر گئیں ان پر خاک ڈالدینا چاہیئے کبھی کبھی خلاف رائے ہو جایا کرتا ہے لیکن اس سے رشتہ قطع نہیں ہو سکتا۔ مجھے شہزادی نے تاکیدی حکم دیا ہے!

ہے کہ میں تم دونوں کی صفائی کراتے ہوئے جلد از جلد شادی کرا دوں۔ چونکہ اُن کا یہ پہلا حکم ہے اسلئے میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ کل دوپہر کو دونوں گرجا میں حاضر ہو میں مقدس قس سے کہکر اسی وقت شادی کرا دوں گا اور اس کا انتظام میرے ذمہ ہے!

لاوان کی زبان سے مذکورہ بالا الفاظ سنتے ہی فلاویہ تو صم ہو کر رہ گئی قریب تھا کہ تمعدان ہاتھ سے چھوٹ جائے اور غش سے شہزادی کے پاؤں پر گر پڑے مگر وہ نہایت سنجیدہ اور ضابطہ واقع ہوئی تھی مصائب پر صبر کرنا اسکی عادت میں داخل تھا اگرچہ دل رو رہا تھا مگر مجال کیا تھی کہ آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ گر جائے اس نے صبر و استقلال سے کام لیتے ہوئے غور کرنا شروع کیا خداداد ذہانت نے اتنا تو بتا دیا کہ یودیز کی مکاری نے اسکی تدبیروں کو الٹ دیا ہے پھر بھی اس نے عقل پر زور دینا شروع کیا کم از کم وہ اس رسم کو کچھ روز تک ٹالنا چاہتی تھی اسکے برخلاف یودیز اپنی مکاری پر اندر ہی اندر خوش تھا اس نے فلاویہ کے دل پر نشتر لگانے کے لئے کہا حضور اتنی جلدی کیا ہے ابھی تو یہ بالکل ہی خستہ ہو رہی ہیں ہفتہ عشرہ آرام کریں تو رسم ادا ہو جائیگی آخر ابھی کے لئے تو آئی ہیں

لاوان۔ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں اپنی عزیز ترین شہزادی زینون کے حکم کی تعمیل میں تساہل اختیار کروں!

یودیز۔ توبہ توبہ غلام کی اتنی مجال ہو سکتی ہے کہ حضور شہزادی صاحبہ کی نافرمانی کی جرأت کر سکے۔

لاوان۔ پھر اس حیلہ و حوالہ کی کیا ضرورت ہے!

یودیز۔ میں تو تابع فرمان ہوں حضور کے احکام کی تعمیل کرنا ہی پڑیگی لیکن اس معاملہ میں فلاویہ کا امتزاج لینا بھی ضروری ہے۔

لاوان۔ یہ ٹھیک ہے (فلاویہ سے) کیوں فلاویہ تم اتنا خاموش کیوں ہو؟ ایک تو تمہارے حسن خدمت نے مجھے یونہی خوش کیا ہے اس پر شہزادی زیتون کی سفارش بھی ہے اپنی مرضی کا اظہار کرو:۔

فلاویہ۔ جیسا کہ حضور نے سنا میں یہاں اسی غرض سے حاضر ہوئی ہوں اگر انکار ہوتا تو انطاکیہ چھوڑ کر یہاں تک آتی:۔

لاوان۔ پھر یہ خاموشی کیا معنے رکھتی ہے!

فلاویہ۔ لونڈی غلام اپنے آقا کے حکم سے کبھی انحراف نہیں کر سکتے

لاوان۔ تو کل گرجا میں چلنا!

فلاویہ۔ بسر و چشم! مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لاوان۔ اگر مگر کیسی؟

فلاویہ۔ حضور سن چکے ہیں کہ مجھے سعد نے پرورش کیا ہے!

لاوان صحیح ہے

فلاویہ۔ اسلئے اس کا مجھ پر وہی حق ہے جو والدین کا ہونا چاہیئے

لاوان۔ یہ بھی درست ہے!

فلاویہ۔ اس صورت میں مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ وہ قلعہ حلب میں مقید ہوں اور میں انکی عدم موجودگی میں رسم ادا کروں جبکہ اوراُنکی وصیت والدنے انھیں کی تھی!

لاوان۔ یہی عذر ہے یا کوئی اور بھی؟

فلاویہ۔ ایک عذر اور بھی ہے؟

لاوان۔ وہ بھی کہہ ڈالو!

فلادیہ۔ شہزادی صاحبہ نے مجھ سے جس محبت و کنیز نوازی کا برتاؤ کیا ہے اس سے متاثر ہو کر میں نے عہد کیا ہے کہ جبتک انھیں اپنے ہاتھ سے دلہن نہ بناؤنگی میں بھی ازدواجی زندگی اختیار نہ کرونگی

لاداں۔ لیکن شہزادی تو خود زور دیتی ہیں کہ میں تمہاری شادی میں عجلت کروں!

فلادیہ۔ اور انھیں ایسا کہنا ہی چاہیئے!

لاداں۔ کیوں!

فلادیہ۔ اسلئے کہ صدمۂ مفارقت سے ان پر جو کیفیت طاری ہے اس سے انہوں نے دوسرے کے جذبات کا اندازہ کیا ہوگا:-

یہ جملہ ایسا تھا جو فلادیہ کی زبان سے نکلتے ہی لاداں کے دلمیں اتر گیا وہ اندر ہی اندر اس لذت سے لطف اندوز ہونے لگا اسے یقین ہو گیا کہ اسکی آہ نیم شبی رائگاں نہیں ہوئی جس شعلۂ عشق نے اسکے قلب و جگر کو سوختہ کر رکھا ہے وہ آگ طرف ثانی کے سینے میں بھی بھڑک رہی ہے الفت کا بھی مزہ ہے کہ ایک چنگاری سے دونوں طرف آگ لگی ہو اس نے سر جھکا کر غور کرنا شروع کیا واقعی فلادیہ سچ کہتی ہے شہزادی نے اسکی محبت کو اپنی الفت کے آئینے میں جانچ کر اس قدر تعجیل کی تاکید کی ہے لاداں تو دلی تخیل میں غرق تھا لیکن یو دبر فلادیہ کی اس چال سے واقف نہیں رہا تھا اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اسکی یہ ترکیب شادی کے التوا کا باعث ہوگی۔ سعد کی اسیری کی تو تاویل کیجا سکتی تھی لیکن شہزادی کی ہمدردی و محبت سے اختلاف کرنیکی جرأت کرنا اپنے راستہ میں خطرات پیدا کرنا تھی اس نے فلادیہ کا ارادہ رد کرنیکی تدبیروں پر غور کیا لیکن اسکی حیلہ ساز طبیعت عجز ظاہر کرنے لگی اور بے چینی سے کسی آخری فیصلے کا منتظر ہوا۔ لاداں دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ عالم خیال میں اُس نے دور دور کی سیر کر لی کبھی وہ

زمانہ ماضی کا تماشہ دیکھنے لگتا تھا۔ جب وہ شہزادی زیتون کیلئے تحائف لیکر جایا کرتا تھا اور عید صلیب کی خرمیوں میں زندگی کے بیش بہا لمحات عیش و عشرت میں گذارتا تھا کبھی ایام فراق کی کٹھن راتوں کو یاد کر کے بے چین ہونے لگتا تھا۔ گاہ ان تدبیروں کو حافظہ میں تازہ کرتا تھا۔ جو شہزادی زیتون کے حصول کیلئے عمل میں لایا تھا اور آخر میں عربوں پر غضبناک ہوتا تھا جنکے گھس آنیکی وجہ سے اسکے بنائے ہوئے طلسم کے تار پود بکھر گئے تھے۔ ان کے خوف سے اسے حلب جانیکی اجازت نہ تھی اور وہ اپنی دلنواز محبوبہ کے دیدار سے قطعی محروم ہو چکا تھا۔ اس نے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کی ربودگی کے بعد سر اٹھایا اور فلاویہ کے چہرے کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ جو شمعدان کو کسی جگہ رکھنے کے بعد شہزادے کا فیصلہ سننے کو منتظر بیٹھی تھی اسکے چہرے سے کوئی خاص علامت ظاہر نہ ہوتی تھی :۔

لاوان۔ فلاویہ تم نے ایسی بات کہی ہے جو میرے دل میں چبھ گئی ہے میں تم کو مجبور نہیں کر سکتا مبارک ہے یہ عہد اور میں تمہاری مراد پوری ہونیکے لئے دست بدعا ہوں گا (ریودیر سے) یودیر رات زیادہ آگئی ہے جاؤ کمر کھولو۔ فلاویہ میری والدہ کیجنب تمہیں اس وقت تک رہیگی جبتک اس کا عہد پورا ہونے کا وقت آئیگا :۔

اسکے بعد اس نے دستک دی فوراً ایک خادم حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ فلاویہ محل میں بھجوا دی گئی اور یودیر اپنی ناکامی پر کف افسوس ملتے ہوئے اپنے مکان پر واپس آیا :۔

ساتواں باب (۷)

"شقۂ خلافت"

امیر ابو عبیدہ بن الجراح کو قلعہ حلب کا محاصرہ کئے کئی ماہ کا عرصہ گذر گیا ہے اس درمیان میں عرب سرداروں نے فیصلہ کن جنگ چھیڑنے اور قلعہ کو فتح کرنیکی صدہا تدبیریں کیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی یوقنا کچھ اس بیدار مغزی اور ہوشیاری سے کام کر رہا تھا کہ عربوں کا بس نہ چلتا تھا اگرچہ امیر ابو عبیدہ نے مصلحتاً اپنے کیمپ کو چار پانچ میل ہٹا کر برب کے میدان المنبس پڑاؤ ڈالا تھا ان کا گمان تھا کہ وہ اس عنوان سے یوقنا کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائینگے اور وہ عربوں کو برداشتہ خاطر تصور کر کے کسی قدر زیادہ جری ہو جائیگا اور بے پردہ میں شبخون مارنے کے بدلے جلد جلد نقصان پہنچانیکی تدبیر کریگا ان کا یہ گمان تجربہ کی کسوٹی پر چڑھنے کے بعد صحیح ثابت ہوا کیونکہ یوقنا کے رویہ میں رتی بھر تغیر نہ ہوا وہ بدستور قلعہ بند کئے بیٹھا رہا البتہ جب عربوں کو ذرا بھی غافل پاتا تو ہزار پانچسو رومیوں کو پردۂ شب میں قلعہ سے باہر ہمراہ لیکر جس طرف لشکر کو کمزور دیکھتا ادھر پرجوش حملہ کر کے نقصان پہنچاتا اور عرب جب اسکی مدافعت پر تیار ہو جاتے تو کمال ضبط اور چابکدستی کے ساتھ اپنی سپاہ کو ہمراہ لئے ہوئے قلعہ کی طرف واپس ہو جاتا۔ یوقنا کے اس طریقہ جنگ نے مسلمانوں میں کھلبلی پیدا کر دی اور وہ بددل سے رہنے لگے اگرچہ شمشیر زنی ان کا محبوب ترین شغلہ تھا لیکن ایسے کیا کرتے کہ یوقنا وہ موقعہ ہی نہ آنے دیتا تھا کہ انہیں

اپنا حوصلہ نکالنے کا موقعہ حاصل ہو سکے وہ جبتک انھیں غافل دیکھتا متواتر حملے کئے جاتا لیکن جیسے ہی وہ سنبھلنے کی کوشش کرتے وہ بھاگ کھڑا ہوتا۔ خود امیر ابو عبیدہ بھی متفکر تھے وہ گاہ گاہ انطاکیہ کیطرف کوچ کرنیکا ارادہ کرتے ہوئے فتح حلب کو کسی دوسرے وقت پر منحصر کرنے کا ارادہ کرتے ایک دن انہوں نے صحابیوں کو جمع کرکے مجلس شوریٰ منعقد کی اور اُن کے سامنے قلعۂ حلب کا مسئلہ پیش کیا کچھ صحابیوں نے ابھی اس رائے کو بہت پسند کیا مگر اکثر نے اختلاف کرتے ہوئے عرض کی کہ جبتک بارگاہ خلافت سے اسکے متعلق اذن نہ حاصل کرلیا جاوے محاصرہ اٹھانا مناسب نہیں کوئی شبہ نہیں کہ یہ رائے معقول بھی اور اس سے کوئی شخص انحراف کرنیکی جرأت کرسکتا تھا سب نے بالاتفاق مان لیا۔ چونکہ خطرات جنگ میں الجھے رہنے کیوجہ سے تقریباً پانچ مہینے ہو چکے تھے کہ اہل اسلام نے کوئی عرضداشت امیر المسلمین کیخدمت میں ارسال کی تھی۔ اسلئے قدرتاً یہ خیال پیدا ہونا چاہئیے تھا کہ حلب کے مفصل حالات کی رپورٹ مرتب کرکے مدینہ طیبہ بھیجی جائے اور وہاں سے جواب آنے تک انتظار کیا جائے جواب آنے پر جیسا کچھ حکم آئے اس پر عمل درآمد کیا جائے فی الحال یہ ارادہ تو ملتوی ہوا مگر یہ سوال باقی تھا کہ آئندہ جنگ کا کیا اصول اختیار کیا جائے اور کیا تدبیر کیجائے جس پر عمل پیرا ہونے سے رومیوں کو بالمقابل طلب کیا جاسکتا ہے۔ خالد بن ولید کو جنگی معاملات میں غیر معمولی طور پر درخور تھا اور بارہا تجربہ کیا جاچکا تھا کہ انہوں نے جو رائے دی ہے وہ اکثر مفید ہی ثابت ہوئی ہے اسلئے امیر ابو عبیدہ نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یا ابا سلیمان تم کچھ نہیں بولے حالانکہ تم کو سب سے زیادہ مسلمانوں کی فلاح و بہبودی میں حصہ لینا چاہئیے تھا چونکہ تمہاری رائے اکثر و بیشتر صائب ہوا کرتی ہے اسلئے مسلمان تم سے

استصواب کرنا چاہتے ہیں:۔

خالد۔ ایہاالامیر! میں اطاعت و فرمانبرداری کے واسطے حاضر ہوں مجھے جو حکم ہو اسکی تعمیل کروں گا:۔

ابوعبیدہ۔ بیشک تم ایسے ہی ہو آخر تمہارے ذہن میں کیا آتا ہے یوقنا کو ہمارے ارادوں کی اطلاع کیسے ہو جاتی ہے اور وہ ہماری غفلتوں کا راز کیسے معلوم کر لیتا ہے کہ ادہر مسلمانوں نے کمر کھولی ادر وہ آن پڑا:۔

خالد۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر غور کیا جائے ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے لشکر میں کچھ جاسوس ایسے موجود ہیں جو گھڑی گھڑی کی خبر یوقنا کو پہنچایا کرتے ہیں اور وہ ان اطلاعوں سے خاطر خواہ مستفید ہوتا ہے:۔

ابوعبیدہ۔ پھر اس کا کوئی علاج بھی ہے!

خالد۔ علاج کس چیز کا نہیں ہے

ابوعبیدہ۔ کوئی علاج ہے تو بیان کرو کہ مسلمان و مومنین کے شر سے محفوظ رہیں

خالد۔ ان جاسوسوں کو تلاش کرکے اسیر کیا جائے اور سخت سزائیں دیجائیں کہ دوسروں کے واسطے عبرت ہو اور کوئی جاسوسی نہ کر سکے!

ابوعبیدہ۔ مگر انھیں اسیر کیونکر کیا جاسکتا ہے

خالد۔ قرائن سے بھانپ کر!

ابوعبیدہ۔ اچھا میں تمہیں خدا اور رسول کے واسطے سے حکم دیتا ہوں کہ اس کار خیر میں کافی جد و جہد کرو اور دشمنان خدا کو پہچان کر اسیر کرو پھر میں انکی نسبت مشورہ کرکے حکم دوں گا:۔

خالد بن الولید اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھ چند صحابیوں کو لیکر لشکر کا دورہ کیا

جب قبائل یمن کی طرف سے گذر رہے تھے تو انکی نگاہ ایک اعرابی سے دوچار ہوئی جس نے انھیں دیکھتے ہی اسطرح نظریں پھیر کر اپنی عبا کے دامن کو الٹنا پلٹنا شروع کیا جیسے انھیں دیکھا ہی نہیں خالد بن ولید کو شبہ پیدا ہوا اور انہوں نے اپنی رفتار سست کرتے ہوئے اُسے تعمق کی نظروں سے دیکھنا شروع کیا لشکر اسلام میں کوئی متنفس ایسا نہ تھا جسے انہوں نے دیکھا ہو اُن کا حافظہ بھی قوی تھا اور جسے ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے اسکی صورت کبھی فراموش نہ کرتے تھے مگر یہ عجیب بات تھی کہ غور کرنے پر بھی انھیں یاد نہ آتا تھا کہ اب سے پہلے بھی اس عرب کو کبھی اسلامی کیمپ میں ملاحظہ کیا۔ وہ جوں جوں غور کرتے تھے اُنکے شکوک ترقی پذیر ہوتے جاتے تھے آخر ان سے ضبط نہ ہوسکا اور وہ کچھ گفتگو کرنیکے ارادہ سے اسکی طرف بڑھے اس عرب نے بھی بشرے سے خالد کا مقصد سمجھ لیا اور فوراً مڑکر ایک طرف روانہ ہوگیا اسکی اس اضطراری حرکت اور زیادہ مشتبہ ثابت ہوئی اور خالد نے کڑک کر کہا اے برادر عربی کہاں جاتے ہو ذرا ٹھہرو! مجھے تم سے کچھ دریافت کرنا ہے! وہ عرب آواز سنتے ہی پلٹ پڑا۔ خالد نے اُسے سلام کیا اور جب وہ قریب پہنچا تو بکمال عطوفت سے متوجہ ہوئے کیوں اے برادر عربی تم کن لوگوں میں سے ہو؟

عرب۔ میں یمنی ہوں!

خالد۔ ہاں بہادران یمن نے فتوحات شام میں بہت دلچسپی لی ہے اللہ بزرگ اُنھیں اس کا اجر عطا کریگا ہاں تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟

عرب۔ رستوختانہ (بنی غسان سے

قبیلۂ غسان کا نام سنتے ہی خالد کے تیوروں میں بل پڑگئے ادھر عرب اپنی اس

غلطی پر سُن سا ہو کر رہ گیا اگرچہ اسکی دلی خواہش تھی کہ جھوٹ بولکر فریب دے لیکن خالد کا رعب و دبدبہ ایسا غالب ہوا کہ وہ افترا پردازی کرنیسے قاصر رہا اور اپنا اصل راز کہہ گیا چند سرفروش عرب جانثاری کیلئے ساتھ ہوئے تھے خالد نے انکی طرف مڑکر حکمدیا اس دشمن خدا کو فی الفور گرفتار کرلو۔ حکم ہوتے ہی کئی عرب ٹوٹ پڑے اور آناً فاناً میں اس اعرابی کی مشکیں کس لی گئیں۔ اسکے بعد پھر خالد اسکی طرف متوجہ ہوکر بولے اے دشمن خدا تو تو ہمارے حریفوں کا جاسوس اور نصرانی عرب ہے جو ہمارے لشکر میں گھوم پھر کر حالات دریافت کرتا ہے اور یوقنا سے بیان کردیتا ہے

عرب۔ افسوس آپ خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں میں نصرانی ہرگز نہیں بلکہ راسخ العقیدہ مسلمان ہوں:۔

خالد نے پھر کچھ جواب دیا اور اُسے اسیر کئے ہوئے ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ابوعبیدہ نے اُسے دیکھکر پوچھا یا ابا سلیمان اسے کیونکر اسیر کیا ہے

خالد۔ ایہا الامیر! یہ غسانی عرب ہے اور یوقنا کی طرف سے جاسوسی پر مامور ہوکر ہمارے لشکر میں رہتا ہے اگرچہ وہ اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرتا ہے لیکن اسکے دشمن خدا ہونے میں کوئی کلام نہیں اگر یہ مسلمان ہوتا اور اسلامی لشکر میں رہتا تو میں ضرور دیکھتا مگر جہانتک غور کرتا ہوں نہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اسے پہلے بھی دیکھا ہے!

ابوعبیدہ۔ تو اس کا امتحان کرلو اگر صلیب کا پرستار ہے تو ابھی ظاہر ہو جائیگا

خالد۔ امتحان کی کیا صورت ہوگی!

ابوعبیدہ۔ قرآن۔ نماز اگر یہ ان چیزوں کو صحیح طور سے پڑھے تو مسلمان ہے ورنہ کافر

خالد نے اس اعرابی کو حکمدیا کہ وہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے اور اسی میں

جھر کیساتھ قرأت پڑھی ہے وہ ان باتوں سے محض نا آشنا تھا جملوں کا مفہوم تک نہ سمجھ سکا جس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ درحقیقت نصرانی عرب ہے امتحان میں ناکام ہونیکے بعد اُس نے کہا خدا کی قسم۔ تو یوقنا کیطرف سے جاسوس مقرر ہو کر یہاں آیا ہے تیرا سارا فریب آشکارا ہو چکا ہے اسلئے بہتر ہے کہ راستبازی سے کام لیکر سب حال صاف صاف کہدے

عرب۔ (کچھ پس و پیش کے بعد) بیشک میں نصرانی ہوں اور جاسوس کی حیثیت سے آپکے کیمپ میں داخل ہوا ہوں :-

خالد۔ تو تنہا جاسوسی کرتا ہے یا تیرے بھائی بند اور بھی ہیں!

عرب۔ ہم تین آدمی اس خدمت پر مامور ہیں!

خالد۔ اور باقی دو کہاں ہیں

عرب۔ وہ آج ہی صبح دریافت شدہ حالات بیان کرنے یوقنا کیخدمت میں گئے ہیں

خالد۔ اور تو یہاں کس لئے رہ گیا!

عرب۔ اسلئے کہ انکی عدم موجودگی میں آپکی نقل و حرکت پر رکھوں اور مخفی رازوں کو دریافت کرتا رہوں

خالد۔ خیر اس وقت بچگئے تو کیا ہوا خدا انھیں کیفر کردار کو پہنچائیگا اب تیرے سامنے دو چیزیں پیش کیجاتی ہیں ان میں سے ایک کو اپنے لئے منتخب کرلے ان دو کے سوا تیسری کوئی چیز نہیں ہے

عرب۔ فرمائیے

خالد۔ اسلام یا موت

نصرانی عرب نے سر جھکا کر سکوت اختیار کیا وہ کئی لمحوں تک سرنگوں ہو کر غور کرتا رہا اسکے بعد سر اٹھایا

خالد۔ بتا کیا فیصلہ کیا؟

عرب۔ کلمہ شہادت پڑھکر میں نے پہلی شرط بہ طیب خاطر قبول کرلی اب آپکو اختیار ہے جو چاہے سزا تجویز فرمائیں!

خالد۔ کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد تم ہمارے بھائی ہوگئے اور اب تمہارا خون ہم پر حرام ہے تم آزاد ہو چاہے یہاں رہو یا چلے جاؤ مگر میں تم کو مشورہ دونگا کہ تم اپنی گذشتہ معصیتوں کی تلافی میں مقدور بھر جہاد کرو۔ اللہ تم کو جزائے خیر دے گا:

اس واقعہ کو بھی کئی مہینے گذر گئے اس درمیان میں کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا تو تھا کا وہی پہلا سا دستور بھاگاہ لگا دو رات کو کچھ منتخب رومیوں کے ساتھ آپڑنا انھیں قتل و مجروح کرنا اور انکے اموال و اسباب کو لوٹ لیجانا۔ مسلمان اسکے مکر و فریب سے نہایت عاجز ہو چکے تھے اور رات دن اس پر قابو حاصل کرنیکی فکر دل میں مستغرق رہتے تھے۔ لیکن وہ اس حد تک چالاک تھا کہ ان کا بس چل سکتا تھا ایک دن دوپہر کا آفتاب وسط السماء پر ضیا باری کر رہا تھا۔ سرما کی ابتدائی فصل میں گرم ممالک کے رہنے والے عربوں کو دھوپ خوشگوار تھی کہ اسلامی کیمپ سے تکبیر کی مقدس صدائیں بلند ہوئیں ابو عبیدہ اپنے خیمہ میں چند صحابہ کے ساتھ مشورہ میں مصروف تھے بے محل اللہ اکبر کے زہرہ گداز نعرے سنکر باہر نکل آئے ایک یمنی عرب آگے بڑھا اور امیر کو سلام کرکے گویا ہوا۔ یا ایہا الامیر یوں تو خدائے کبیر ہے لیکن اس وقت کی تکبیر اسلئے ہے کہ ابھی ابھی مدینہ طیبہ سے ایک سانڈھنی سوار وارد ہوا ہے اور شاید امیر المومنین حضرت عمرؓ کا کوئی نامہ لایا ہے یہی تذکرہ تھا کہ سامنے سے ایک سانڈھنی سوار نمودار ہوا اسکے سر اور رخ پر راستہ کی گرد چڑھی تھی سانڈھنی پسینے سے تر ہو رہی تھی جس سے منزل کا اندازہ کیا جاتا تھا وہ خیمہ کے سامنے آکر سانڈھنی سے اترا اور حاضرین پر تفتیشی نظر ڈالنے کے بعد

امیر ابو عبیدہ بن الجراح کے متعلق دریافت کرنے لگا لوگوں نے اسے بتایا تو اس نے باآواز بلند امیر کو سلام کیا اور کمر سے حضرت عمرؓ کا نامہ نکالکر پیش کیا ابو عبیدہ نے اسکے ہاتھ سے پروانہ لیا آنکھوں سے لگا اور اس پر بوسہ دیتے ہوئے قاصد سے ارشاد کیا!

برادر عربی تم بہت خستہ دکھائی دیتے ہو خیمہ میں چلکر آرام سے بیٹھو تو مدینہ طیبہ کی باتیں دریافت کیجائیں۔ اسکے بعد ایک اعرابی کو حکم دیا کہ وہ اسکی سانڈھنی کے دانے چارے کا انتظام کر دے پھر قاصد کو ہمراہ لئے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے قاصد کے ورود کی خبر بجلی کی طرح تمام لشکر میں پھیل گئی اور جوق در جوق عرب لوگ امیر ابو عبیدہ کی طرف دریافت حالات کو آنے لگے اور انکے خیمے کے سامنے جم غفیر جمع ہو گیا اس درمیان میں قاصد کو بھی دم لینے اور استراحت کرنے کا موقعہ مل گیا تھا۔ جب مسلمان جمع ہوگئے تو امیر ابو عبیدہ نے انکے سامنے حضرت عمرؓ کا خط پڑھنے اور اسکے مضمون سے جمیع مسلمانوں کو مطلع کرنیکا ارادہ کیا اور صحابیوں کے جھرمٹ میں خیمہ سے نکلکر باہر آئے قاصد ساتھ ساتھ تھا۔ عربوں نے امیر کو دیکھکر پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر ارض یرموک پر جلال صداؤں سے لرزنے لگی۔ جب ان کا جوش و خروش اعتدال پذیر ہو چکا تو امیر ابو عبیدہ نامہ ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے ان سبکو متوجہ کر کے فرمایا:۔

یا معاشر المسلمین! شاید آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میرے پاس ابھی ابھی ارض طیبہ سے ایک قاصد وارد ہوا ہے وہ امیر المسلمین حضرت عمرؓ فاروق کی طرف سے حکم نامہ لایا ہے اسمیں امیر نے آپ لوگوں کے متعلق سوال فرمایا ہے جس سے انکی عطوفت و مہربانی اور عام مسلمانوں سے محبت و شفقت ظاہر ہوتی ہے

وہ آپکے حالات معلوم ہونیکی وجہ سے نہایت فکرمند ہیں اور خدا سے آپکی فتح و نصرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ مجھے تاکیدی حکم فرمایا ہے کہ میں بمجرد پہنچنے اس نامہ کے فی الفور آپ حضرات کی خیریت و سلامتی سے اطلاع دوں۔ مجھے یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ میں آپ لوگوں کو ان کا سلام پہنچا دوں :-

اس تقریر کے بعد ابوعبیدہ بیٹھ گئے اور اہل الرائے صحابیوں سے صوابدید کے طریقہ پر جواب کے متعلق دریافت فرمایا اور پھر ایک رائے پر اتفاق ہو جانے کے بعد دربار خلافت میں ایک عریضہ مرقوم کیا جسمیں قنسرین عواصم اور حلب کے مفتوح ہونیکی بشارت پیش کرتے ہوئے یوقنا کا قلعہ بند ہوکر برسرپیکار ہونا ظاہر کیا اور اسکی وہ چالبازیاں قلمبند کیں جن کے ذریعہ سے وہ مسلمانوں کو مصیبت میں مبتلا کرنیکا عادی ہو رہا تھا معرکہ جہاد میں جن مجاہدوں نے شربت شہادت نوش کیا تھا ان کے اسماء مبارک تحریر کئے اسکے بعد لکھا کہ میرا ارادہ ہے قلعہ حلب کا محاصرہ اٹھا کر انطاکیہ اور حلب کے مابین دیکھوں کہ جو شہر آباد ہیں ان پر تاخت کردوں صرف آپکے حکم کا منتظر ہوں آخر میں تمام مسلمانوں کی جانب سے سلام لکھکر عریضہ تمام کیا۔ عریضہ ختم کرنے کے بعد مجمع پر نظر ڈالی اور پکار کر دریافت کیا کہ آیا کون ایسا جوانمرد ہے جو اس نامہ کو لیکر ارض پاک مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو اور امیرالمومنین سے جواب لیکر پھر واپس آئے؟

آواز بلند ہوتے ہی بہت سے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے ہر شخص کہتا تھا کہ یا امیر ہمیں یہ نامہ عنایت ہو ہم اس خدمت کو انجام دینگے مگر امیر ابوعبیدہ نے کہا خدائے بزرگ آپکو اس نیکی کا اجر دے اس کام کے واسطے صرف دو آدمیوں کی

ضرورت ہے اگر زیادہ لوگ لشکر سے کم ہونگے تو ہماری جماعت میں قلت ہونیکی
وجہ سے ضعف آ جائیگا (صحابیوں سے) آپ حضرات مشورہ دیں کہ اس مجمع میں
سے جو نامہ بری کیخدمت کیلئے آمادہ ہوا ہے کون وہ شخص ایسے ہیں جنھیں مسلمانوں کی
یہ خدمت تفویض کی جائے۔ صحابیوں نے بالاتفاق طے کیا کہ اس کام کیواسطے
عبداللہ بن قرط یمانی اور جعد بن جبران لشکری موزوں ہیں انکی سانڈنیاں دمدار
اور بڑا دھاوا مارنیوالی ہیں نیز اب سے پہلے شام کا سفر کرتے رہنے سے یہاں
کی راہوں سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتے ہیں۔

عام مسلمانوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور امیر ابوعبیدہ نے وہ نامہ
سربہ مہر کر کے انکے حوالے کیا اور فرمایا۔ آپ لوگ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ
ہوں۔ خدا کی مدد آپکے شامل حال رہے گی۔ اثنائے سفر میں کامل احتیاط ملحوظ
رہے۔ رومی ہمارے فتوحات اور غلبہ کی وجہ سے نہایت برافروختہ ہو رہے ہیں اور
چاہتے ہیں کہ ہر ممکن طریقہ سے انتقام لیکر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں لہذا انکے شر سے
ہوشیار اور محتاط رہئیگا۔ جبتک آپ حضرات جواب نامہ لیکر واپس نہ آئینگے ہم
لوگ اسی طرح منتظر رہیں گے آپ نے یہاں رہکر اپنی آنکھوں سے جو کچھ
دیکھا اور کانوں سے سنا ہے امیر المومنین کیخدمت میں گذارش کر دیجئے گا:-

عبداللہ اور جعد نے نامہ لیکر بحفاظت کمر میں رکھا اور مسلمانوں سے
رخصت ہوکر اسجگہ آئے جہاں اونٹ بندھے رہتے تھے اپنی اپنی سانڈنیوں پر
زین کسی اور سوار ہوکر ارض طیبہ کی جانب چل کھڑے ہوئے انہوں نے قطع منازل
و طے مراحل میں پوری پوری سعی سے کام لیا۔ راستہ میں کہیں دم لینے کو بھی قیام

نہ کیا۔ پورا ایک دن اور ایک رات کا سفر طے کرنے کے بعد ارض جفال پر وارد ہوئے اور اس سے گذرتے ہوئے صکاصکہ پہنچے۔ جو تیا کے قریب اہل عرب کا ایک قلعہ ہے۔ جس وقت ان کی سانڈھنیاں قلعہ کے سامنے پہنچیں تو انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو سر سے پاؤں تک غرق آہن تھا۔ اسکے سر پر چمکتا ہوا خود تھا اور ہاتھ میں عربی نیزہ گلے میں ہندی شمشیر حمائل تھی۔ وہ گھوڑے کی باگ اٹھائے ہوئے عبداللہ اور جعد کی طرف بڑھا آرہا تھا۔ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھکر عبداللہ نے جعد سے کہا۔ اس سوار کو دیکھتے ہو کیسے سپاہیانہ تہور سے ہماری طرف آرہا ہے اس کی وضع قطع بتاتی ہے کہ وہ اپنے حریف کے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر آیا ہے خدا ہی اسکے شر سے ہم لوگوں کو بچائے اس نے اسجگہ اور ایسی حالتمیں ہماری راہ روکی ہے :۔

جعد۔ عبداللہ اس سے خوف نہ کرو یہ بھی عرب ہے اور ہمیں عربوں سے کوئی ہراس نہیں ہو سکتا کیونکہ ارض شام پر کوئی صاحب خیمہ عرب ایسا نہیں ہے جو روحی فداک محمد صلعم کے دین پر ایمان نہ لایا ہو !

اس اثنا میں وہ آہن پوش سوار ان دونوں کے قریب پہنچ گیا اور ان پر سلام عرض کر کے کہنے لگا یا اخی العرب آپ لوگ کس طرف سے تشریف لاتے ہیں اور کدہر جانے کا ارادہ ہے :۔

جعد۔ ہم عامل شام امیر ابو عبیدہ بن الجراح کے قاصد ہیں اور ان کا عریضہ لے کر امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کی خدمت میں جا رہے ہیں آپ کون صاحب ہیں ؟۔

عرب۔ میں ہلال بن بدطائی ہوں!

عبداللہ۔ آپ تو سامان حرب سے اس طرح لیس ہیں جیسے اپنے حریف کے مقابلہ کے لئے نکلے ہوں:۔

ہلال۔ ہاں تمہارا خیال بالکل درست ہے ہم امیرالمومنین حضرت عمرؓ کے اس حکمنامہ کی رُو سے جو انہوں نے ہمیں جہاد کے متعلق لکھا تھا ہم اپنی قوم اور قبیلے کے جوانمردوں کو لیکر شام کو جا رہے ہیں دُور سے تمہیں آتا ہُوا دیکھکر میں اسلئے آگے بڑھ آیا کہ تمہارا حال دریافت کروں۔ میرے ساتھی عقب میں آ رہے ہیں:۔

اتنی دیر میں تیغ گرد بلند ہُوا اور اسکے عقب میں عربوں کی ایک مسلح جماعت آتی ہوئی دکھائی دی۔ ہلال نے عبداللہ اور جعد کو رخصتی سلام کیا اور عربی کو ایڑ دے کر اپنی جماعت میں جا ملا۔ عبداللہ اور جعد نے بھی اپنی اونٹنیوں کی مہار اٹھائی اور منزل کی طرف روا روی سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے راستہ میں بہت ہی کم قیام کیا سہ منزلہ اور چہ منزلہ کرتے ہوئے جمعہ کی صبح کو مدینہ طیبہ جا پہنچے:۔

آٹھواں باب (۸)

”ابُوالہول“

عبداللہ اور جعد نے سب سے پہلے گنبد خضریٰ کا رُخ کیا اور مرقد نبوی پر حاضر ہوکر سلام کیا پھر مسجد رسول میں داخل ہوئے حضرت عمرؓ صحابۂ کرام کیساتھ بیٹھے تھے اور

شام کے متعلق کچھ اذکار چھڑے ہوئے تھے کہ عبداللہ اور جعد نے حاضر ہو کر سلام کیا اور کمر سے ابوعبیدہ بن الجراح کا عریضہ نکال کر بارگاہ خلافت میں پیش کیا!

حضرت عمرؓ نے کمال ذوق سے خط لیکر اس کا مضمون پڑھا فتوحات قنسرین۔ عواصم اور حلب پر دونوں آنکھیں چمکنے لگیں۔ خدائے قادر و توانا کا شکریہ ادا کرنیکے بعد مجاہدین اسلام کے لئے دعائے خیر کی اور منادی کو حکم دیدیا کہ وہ فی الفور مدینہ کے بازاروں میں پکار دے الصلوٰۃ جامعہ!

منادی کی آواز سنتے ہی اہل مدینہ حالات شام معلوم کرنیکے اشتیاق میں جوق در جوق آنا شروع ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں دیکھتے ہی دیکھتے مسجد نبوی کا صحن شرفائے مدینہ سے بھر گیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے سامنے ابوعبیدہ کا عریضہ پڑھا۔ ہنوز خط ناتمام تھا کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ایک گروہ مسجد میں داخل ہو کر خلافت پناہ کے سامنے آیا جو اپنے بھائیوں کی امداد اور شوق جہاد میں حضرموت اور اقصائے یمن۔ ہمدان۔ مدان۔ سبا اور مآرب سے سفر کرتا ہوا آیا تھا ان کے سردار نے حضرت عمرؓ سے مصافحہ کرنیکے بعد عرض کی:۔

یا امیر المومنین میں اپنے قبیلے کے بہادران صف شکن کی جماعت ساتھ لیکر جہاد کے شوق میں حاضر ہوا ہوں۔ میرے ساتھی اپنے بھائیوں کی مدد اور کافروں کی سرکوبی کے لئے شام کی طرف جانا چاہتے ہیں اور آپکی خدمت میں اذن جہاد حاصل کرنیکے لئے حاضر ہوئے ہیں:۔

عمرؓ۔ اللہ تعالےٰ تم کو برکت دے تم لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟

سردار۔ ہماری جماعت چار سو سواروں سے کچھ زیادہ ہے تین سو اونٹ

ہیں جن پر ہم دو دو آدمی سوار ہو سکتے ہیں اور بقیہ اونٹ باربرداری کے کام آتے ہیں نیز کچھ ایسے لوگ بھی شوق جہاد میں ساتھ ہوگئے ہیں جو سواری کی مقدرت نہیں رکھتے بلکہ شام کی سنگلاخ اور دشوار گذار منزلوں کو پاپیادہ طے کرینگے اگر آپ ان کے واسطے سواریوں کا انتظام فرماویں تو ہم لوگ جلد سے جلد حریف کے مقابل پہنچ جائیں:-

عمرؓ- ایسے لوگ کتنے ہیں جو سواریوں سے محروم ہیں

ضرار- ان کی تعداد ایک سو چالیس ہے!

عمرؓ- وہ عرب ہیں غلام!

ضرار- عرب اور غلام دونوں ہی ہیں غلاموں کو ان کے مالکوں نے حریف سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی ہے:-

حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو حکم دیا کہ صدقات کے مال سے ستر اونٹ حاضر کئے جائیں جن پر ان بادیوں کی جماعت دو دو کے عدد میں تقسیم ہوکر سوار ہو اور بقیہ اونٹ ان کا سامان خورونوش لادنیکے کام آئیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اس فرمان کی تعمیل کی اور گھنٹہ بھر کے اندر اندر سواریاں در مسجد پر لاکر کھڑی کردیں۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت ابوعبیدہ بن الجراح کے نام ایک فرمان تحریر کیا جس میں محاصرہ اٹھانے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے قطعی طور پر حکم امتناعی تحریر کیا اور لکھا کہ تمہاری اس حرکت سے رومی جری ہوجائینگے ان کے قلب سے وہ رعب جاتا رہیگا جو مجاہدین کی تلواروں نے بٹھا دیا تھا اور وہ آپس میں اتحاد و اتفاق کرکے ہر طرف سے مسلمانوں پر یورش کرنے لگینگے لہٰذا بہتر یہی ہے

کہ سب سے پہلے جہاں پہنچ گئے ہو اُسے فتح کرو پھر آگے بڑھنے کا خیال کرو :
اسی فرمان میں انہوں نے مجاہدین کی جماعت روانہ کرنیکی بھی اطلاع دی تھی اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے وعدہ فرمایا تھا کہ آئندہ بھی اسی طرح مجاہدین کے گروہ اور جماعتیں انکی امداد کیلئے روانہ ہوتی رہیں گی۔ خط تمام کرنیکے بعد عبداللہ اور جعدر کو عنایت فرمایا اور تاکید کی کہ اپنے ساتھ ان مجاہدوں کو آسان اور قریب کے راستوں سے حلب کی طرف لیجانا اور انکی راحتوں کا خیال رکھنا۔ ضرورت سے زیادہ مسافت نہ طے کرنا تاکہ مجاہدین کو گرانی محسوس ہو۔ اسکے بعد بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کر کے انکی فتح و نصرت کی دعا کی اور انھیں حلب کیطرف روانہ ہونیکا حکم فرمایا
مسلمانوں کی یہ جماعت مدینہ طیبہ سے نکلکر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئی آگے آگے عبداللہ اور جعدر رہنمائی کر رہے تھے اور اُن کے ساتھ چند بلند کندہ اور بنی طریف کے جوان تھے جنکے قلوب میں شجاعت و بسالت کا ولولہ بھرا ہوا تھا عربی گھوڑوں کو کداتے اور تیوروں سے سپاہیانہ بانکپن ظاہر کرتے رہبر کے برابر چل رہے تھے اور ارض شام کے متعلق سوالات پوچھتے جاتے تھے۔ جسکے جواب میں عبداللہ اور جعدر جو کچھ جانتے تھے کمال فصاحت سے بیان کرتے جاتے تھے۔ راستہ باطمینان کٹ رہا تھا اور مجاہدین کا شوق چاہتا تھا کہ پر لگ جائیں اور وہ اڑکر صفوف دشمن کے مقابل ہو جائیں۔ اثنائے گفتگو میں افواج اسلامیہ کے مستقر کا ذکر آگیا تو بنی طرف کے ایک نوجوان نے سوال کیا۔ آج کل اسلامی پڑاؤ کس مقام پر ہے اور ان کے مقابل کون لوگ ہیں ؟
عبداللہ نے فی الحال امیر ابو عبیدہ قلعۂ حلب کے سامنے ہیرب نامی ایک

گاؤں میں فروکش ہیں وہاں کا حاکم یوقنا قلعہ بند ہوگیا ہے!

جوان۔ قلعہ کا محاصرہ کئے کتنے دن ہوئے؟

عبداللہ۔ تقریباً دس ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے

جوان۔ کیا وجہ ہے کہ یوقنا اور رومی سرداروں کی طرح مسلمانوں سے صلح نہیں کرلیتا اور وہ باوجود محصور ہونیکے ہنوز اپنے عزم پر قائم ہے؟

عبداللہ۔ معاشر العرب حق یہ ہے کہ ہم نے جنگ یرموک کے بعد سے آج تک کسی کو اتنا بہادر نہیں پایا جتنا یوقنا ہے اس نے ہمارے بہت سے دلیروں کو شہید کرڈالا۔ جب مسلمانوں کو غافل پاتا ہے تو اچانک آ پڑتا ہے مجاہدوں کو قتل کرتا ہے اور مال و متاع لوٹکر پھر قلعہ میں واپس چلا جاتا ہے۔ تاریک راتوں میں کمین گاہ کے اندر چھپ رہتا ہے جب رسد لانیوالے مسلمان ودیرا آجاتے ہیں تو ان پر ٹوٹ پڑتا ہے رسد چھین لیتا ہے اور بار برداری کے جانوروں کو ہنکا لیجاتا ہے اگرچہ وہ ہمارے محاصرہ میں ہے لیکن ہمیں اسکی نقل و حرکت کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ہوتی:

جس وقت عبداللہ بن قرط ان حالات کو بیان کر رہے تھے اس وقت بنی طرایف کا ایک سیاہ فام بلند و بالا تنومند غلام بہت غور سے سن رہا تھا اس کا رنگ کالے سانپ کی طرح سیاہ اور چمکدار تھا کھجور کے درخت کی طرح لمبا قد اور موٹے موٹے لٹھوں کی طرح مضبوط و توانا ہاتھ پاؤں اسکی شجاعت و بہادری کی دلیل تھے اس نے صف سے ذرا آگے بڑھکر کہا۔ یا اخی العرب تم نے رومی کتے کے حالات بیان کرنے میں مبالغہ کیا ہے مگر اب خوش ہو جاؤ کہ میں نے اسکی طرف رخ کیا ہے میں اُسے مغلوب کرنیکی کوشش کروں گا اور اللہ تعالے کے فضل و کرم سے یقین

رکھتا ہوں کہ اپنی سعی میں کامیاب ہو کر اسکی مٹی پلید کروں گا۔ سیہ فام غلام کا یہ لاف و گزاف عبداللہ کو گراں گذرا اس نے اُسے ترچھی نظروں سے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ اے سیہ فام عورت کے بیٹے تو نے ایسے عظیم کام کا ارادہ کیا ہے جو کبھی نہیں کر سکتا تیری کج فہمی اور بد عقلی پر حیف ہے کہ تو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ بہادران اسلام اپنی پوری قوت و جمعیت کیساتھ اس کا محاصرہ لئے پڑے ہیں اور اسکی فوج سے شب و روز برسر پیکار رہتے ہیں مگر اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے اور تو اُسے مفتوح کرنے کا عزم کر چکا ہے :-

غلام۔ (غیظ و غضب میں بھر کر) یا بن قرطا! خدا کی قسم ان تو ت اسلامی ہاتھ پکڑ جاتے ہے ورنہ جنگ کی ابتداء تمہیں سے ہو جاتی۔ تاہم آ خاضر و بتائے دیتا ہوں کہ تم بغیر سوچے سمجھے کسی کو ذلیل اور کسی کو جلیل تصور کر لینا زیبا نہیں اگر میری بہادری اور شجاعت کے متعلق کچھ دریافت کرنے کا شوق ہے تو میرے لواحقین سے دریافت کرو جو اس جماعت میں کافی موجود ہیں اور اگر میری بطالت و براعت کے کارناموں کو سننا چاہتے ہیں تو میرے گھر اور خاندان والوں سے پوچھو یقین ہے ان کے تذکرہ سے عقل دنگ اور ہوش گم ہو جائینگے میں وہ ہوں جس نے بہت سے لشکروں کو گھاس پھونس کی طرح کاٹ کر ڈالدیا ہے اور جب غصہ میں بھرا ہوں تو جماعتوں کو پراگندہ کر کے رکھدیا ہے نہ معلوم کتنے شہروں اور بستیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا کتنے ہیبتناک و دشوار گذار رستوں اور جانگسل جنگلوں اور خوفناک پہاڑوں سے گذر چکا ہوں۔ بڑے بڑے بہادروں کو ہلاک کر کے ان کا مال چھینا ہے لیکن آ ابتک کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ مجھ سے انتقام لینے کا تصور بھی کر سکے۔ میری کسی ہمسایہ جماعت نے

کبھی مجھ پر اقدام نہیں کیا اور نہ کبھی مجھے اُن سے شرمساری کی نوبت آئی ہے خدا کے افضال سے میں ایک بہادر شہسوار میدان میں جم کر لڑنے والا سپاہی ہوں دشمن کی طرف پشت کر کے بھاگنے والا بزدل نہیں ہوں۔ غلام غصہ میں بھرا ہوا آگے نکل گیا اور اس طرح سے تن کر چلنے لگا جیسے وہ تن تنہا سارے ملک شام کو مفتوح کرنے جا رہا ہے عبداللہ بن قرط اسکی گفتگو سُنتے رہے جب وہ آگے نکل گیا تو انہوں نے ایک طریقی جوان سے اسکی نسبت سوال کیا اس نے جواب دیا :۔ حضرت آپ اسکی باتوں سے ناراض نہ ہوں اس نے جو کچھ کہا ہے یہ لفاظی اور مبالغہ نہیں ہے بلکہ اسکی زبان سے ادا ہونیوالا ایک ایک لفظ حقیقت اور صداقت کا پہلو لئے ہوئے ہے وہ آدمی نہیں جن ہے وہ دور و نزدیک میں کوئی فرق نہیں کرتا کسی سختی کو سختی اور کسی مشکل کو مشکل نہیں جانتا شجاعت و براعت میں کوئی اس کا ہمسر نہیں کسی شخص میں یہ قدرت نہیں کہ رائی کے برابر بھی اسکے قلب میں خوف پیدا کر سکے وہ جب لڑائی بھڑائی پر آمادہ ہو کر نکلتا ہے تو اسکی ابتداء میں عجلت کرتا ہے اور جس کام کے سر ہو جاتا ہے اُسے کر ہی کے رہتا ہے وہ جس چیز کی خواہش کرتا ہے اسے حاصل کر لیتا ہے جو اسکے مقابلہ میں پشت دیکر بھاگ نکلتا ہے اُسے پکڑ لیتا ہے

عبداللہ۔ حضرت آپنے تو اسکی تعریف کے پُل باندھ دیئے مگر نہ بتایا کہ وہ ہے کون!

جوان۔ یہ شخص ملوک کندہ میں سے بنی طریف کے غلاموں میں کا ایک خادم ہے اس کا نام تو دامس ہے لیکن لوگ اسکی کنیت کی وجہ سے ابوالہول کہکر مخاطب کرتے ہیں وہ جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو درازی قد و ضخامت کیوجہ سے اسکے دونوں پاؤں زمین پر خط کھینچتے جاتے ہیں اور جب اونٹنی پر سوار ہوتا ہے تو اسکی ٹانگوں سے اُسکے پاؤں

لڑا کرتے ہیں اسکی شجاعت و بسالت کے کارنامے بادکندہ اور وادیٔ حضرموت۔ جبل مہرہ اور ارض شجر میں زبان زد خاص و عام ہیں اسکے نام سے اہل بادیہ لرزتے اور شہر والے تھراتے ہیں۔ وہ جب دوڑتا ہے تو عرب کے شہوار تیز قدم گھوڑوں پر سوار ہوکر اسکی گرد تک نہیں پا سکتے بڑے بڑے جوانمردوں کا اس کا نام سنکر زہرہ آب ہوجاتا ہے

عبداللہ۔ مجھے خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ آپکے اس مبالغہ میں مسلمانوں کی بہتری اور کشود کار مضمر کریگا:-

اس قسم کی گفتگو کے ساتھ منزلیں کٹ رہی تھیں اور یہ چھوٹی سی جماعت عرب و حجاز کے ریگستانوں کو طے کرتے ہوئے بلاد شام کی طرف بڑھی چلی جاتی تھیں عبداللہ بن قرط نے ابوالہول کے متعلق پھر کوئی کلمہ ایسا استعمال کیا جس سے اسکی دلشکنی ہوتی وہ بھی عبداللہ سے بالکل صاف ہوگیا تھا یہاں تک کہ یہ قافلہ حدود شام میں داخل ہوا اور پھر سابقہ سرعت و برق رفتاری کیساتھ بڑھتا ہوا ابوعبیدہ بن الجراح کے پڑاؤ تک جا پہنچا۔ ابوعبیدہ بن الجراح بدستور قلعہ کا محاصرہ کئے پڑے تھے اور مسلمانوں کو ہوشیاری اور احتیاط کی تاکید کردی تھی جب مجاہدین کا یہ گروہ اس مقام پر پہنچا۔ جہاں سے اسلامی کیمپ نظر آتا تھا تو آن کی آن کیلئے ٹھہر گیا۔ مجاہدین نے خود اور زرہیں زیب جسم کیں آلات حرب سے آراستہ ہوکر نشان فوج بلند کئے اور ہندی تلواریں نیاموں سے کھینچ کھینچکر کندھوں پر رکھیں اور تکبیروں کے نعرے لگاتے حضرت رسالت پناہ محمد پر درود و سلام بھیجتے ہوئے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے انکی فلک شگاف تکبیروں کی صدائیں فضا میں گونجتی ہوئی اسلامی لشکر میں پہنچیں مدینہ طیبہ سے کمک آنیکا خیال کرکے عربوں کے کلیجے ہاتھ بھر کے ہوگئے اور انہوں نے بھی اپنے بھائیوں کا خیر مقدم کرنیکے واسطے

جوابی تکبیر بلند کی اصحاب رسول صلعم اپنے خیموں سے نکلے اور ابو عبیدہ بن الجراح کی معیت میں نو واردو شہسواران اسلام کے استقبال کو روانہ ہو گئے۔ پڑاؤ کی حد سے باہر نکلنے پر دیکھا کہ تحقیق گرد بلند ہے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین ہل رہی ہے جس سے دیکھنے والوں کے دل پر اسلامی ہیبت کا سکہ بیٹھتا ہے فرط مسرت سے صحابہ کرام کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ انہوں نے خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں خلوص قلب سے ہدیۂ شکر پیش کیا تھی دیر میں مجاہدین کا گروہ جنگی شان سے بڑھتا ہوا نزدیک پہنچ گیا انکی گرد آلود صورتیں اور آفتاب کی شعاع سے تڑپ دینے والے اسلحہ صاف نظر آنے لگے تھے ابو عبیدہ اپنے راہوار سے اتر پڑے اور آنیوالے مجاہدین پر سلام کیا وہ بھی جواب سلام دیتے ہوئے اپنی اپنی سواری سے اُترے اور سب نے اصحاب رسول اور ابو عبیدہ سے مصافحہ کیا اور باتیں کرتے ہوئے لشکرگاہ کیطرف روانہ ہوئے۔ ابو عبیدہ نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ حضرات تھکے ماندے ہیں سواریوں پر سوار ہولیں مگر انہوں نے منظور نہ کیا بلکہ معاملات جنگ پر گفتگو کرتے ہوئے پاپیادہ ہی پڑاؤ میں داخل ہوئے امیر لشکر نے کعب بن ضمرہ الحضرمی کو تاکید کی کہ وہ نئے مجاہدین کے لئے کسی مناسب مقام پر خیمے کھڑے کرا دیں اور چونکہ وہ بالکل اجنبی ہیں اسلئے اُن کے خورد و نوش کا انتظام بھی کیا جائے امیر کعب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر میں محنتی و جفاکش غلاموں نے ایک میدان کا جھاڑ جھنکار کاٹ کر سطح ہموار اور میدان صاف کر کے اونٹ کے بالوں والی چھوٹی چھوٹی صدہا چھولداریاں کھڑی کر دیں اس سے متصل اونٹوں اور سواری کے گھوڑوں کو باندھنے کا انتظام کر دیا۔ نوواردوں نے اپنے اپنے خیموں میں قیام کیا۔ دو تین گھنٹے استراحت کر کے راہ کا تکان دور کیا اور نماز ظہر کے وقت وضو کر کے

تمام مجاہدین میدان میں جمع ہو گئے۔ آج مسلمانوں کے قلوب نسبتاً زیادہ مطمئن تھے انھیں اپنے آپ میں ایک قسم کی قوت محسوس ہو رہی تھی اور ایسا گمان ہو رہا تھا کہ جیسے خدا تعالے نے نئے آنیوالوں کو کشودکار کی کنجی دیکر بھیجا ہے اور عنقریب وہ قلعہ حلب پر قابض ہونے والے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد مسلمان اپنی ضروریات کے کاموں میں مصروف ہو گئے نئے آنیوالوں میں جو سردار تھے وہ یوقنا کے متعلق کچھ استفسار کرنیکے ارادہ سے امیر ابو عبیدہ کے خیمہ پر حاضر ہوئے۔ اور جب جو پوچھنا تھا سوال کرنے لگا۔ امیر ابو عبیدہ کمال وضاحت سے انکے سوالات کا جواب دے رہے تھے کہ ایک یمنی نے دریافت کیا۔ ایہا الامیر کیا آپنے کبھی قلعہ پر حملہ آور ہونیکی سعی بھی کی؟

ابو عبیدہ۔ بارہا!

یمنی۔ پھر کامیابی کیوں نہ ہوئی

ابو عبیدہ۔ یوقنا نہایت تجربہ کار اور حیلہ ساز ہے اس نے ڈھلوان راستوں پر بڑے بڑے پتھروں کا ڈھیر لگا رکھا ہے قلعہ پر منجنیقیں نصب ہیں جو بھاری بھاری پتھر پھینک سکتی ہیں تیر اندازوں نے کئی کئی دستے سامان حرب سے لیس ہر وقت نگراں رہتے ہیں جا بجا دیدبان مقرر ہیں جو ہماری نقل و حرکت پر عمیق نگاہ رکھتے ہیں نیز نصرانی عرب بھی ہمارے لئے بہت خطرناک واقع ہوئے ہیں وہ مکر سے مسلمان بنتے ہیں اور ہمارے لشکر میں گھوم پھر کر ہمارے راز دریافت کرتے ہیں پھر بجنسہ یوقنا تک پہنچا دیتے ہیں اور جب ہمارے مجاہد حملہ کرنے کے لئے بڑھتے ہیں تو پہاڑ سے پتھر کی سلیں لڑھکائی جاتی ہیں منجنیقوں سے پتھر برسائے جاتے ہیں، تیر انداز زہر آلود تیروں کی بارش کرتے ہیں جس سے ہمیں چاروناچار پسپا ہونا پڑتا ہے:۔

یمنی۔ کیا آپکے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو نصرانی جاسوسوں کو اسیر کر کے سزا دلیکے

ابو عبیدہ۔ (خالد کیطرف اشارہ کر کے) یہ ہیں اور انہوں نے چند جاسوسوں کو اسیر بھی کیا ہے اور ان میں کے بعض تو مسلمان ہو گئے ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا وہ قتل کر دئیے گئے

یمنی۔ میں نے سُنا ہے کہ یوقنا وقتاً فوقتاً شبخونکے ذریعے سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہے

ابو عبیدہ۔ سچ ہے جب اسے اپنے جاسوسوں سے ہماری غفلت کا راز معلوم ہوتا ہے تو ہزار پانچسو منتخب رومیوں کو لیکر چوروں کی طرح آپڑتا ہے اور سوتے ہوئے مجاہدین پر تلواریں چلا اور ان کا مال و متاع لوٹ کر پھر واپس ہو جاتا ہے:-

یمنی۔ تعجب ہے کہ مسلمان متواتر فریب کھانیکے بعد بھی ہوشیار نہیں رہتے اور برابر دھوکہ کھاتے چلے جاتے ہیں:-

ابو عبیدہ۔ عربی بھائی تم چند روز قیام کرنیکے بعد خود ہی سمجھ جاؤ گے کہ مسلمان اس جنگ میں کتنی مستعدی۔ بطالت اور بیدار مغزی سے کام لے رہے ہیں لیکن یوقنا ایک ہی بلائے بے درماں ہے وہ مہینوں کان میں تیل ڈالے خاموش بیٹھا رہتا ہے جبتک اُسے خوب سا اطمینان نہیں ہو جاتا قلعہ سے باہر نہیں نکلتا!

بنی طریف کا ایک نوجوان بھی یہ مکالمہ سن رہا تھا اور ایک ایک لفظ پر دل ہی دل میں تنقید کر رہا تھا۔ جب گفتگو اس مقام پر پہنچی تو اُس سے خاموش نہ رہا گیا اور وہ درمیان میں دخل دیتے ہوئے بولا۔ یا امیر جب یوقنا قلعہ سے نکلتا اور حملہ کرتا ہے اس وقت بھی مسلمان اُسے نہیں روکتے۔

ابو عبیدہ۔ جبتک مسلمان سنبھلیں سنبھلیں وہ لوٹ مار کر کے اڑنچھو ہو جاتا ہے البتہ اتفاق ہے جو اسکے ساتھیوں میں سے پیچھے رہجاتا ہے تو ہمارے سرفروش مجاہد

اُسے گھیر کر مار لیتے ہیں :۔

طریفی۔ خیر اب وہ شبخون کے ارادہ سے آئیگا تو اُسے بھی اندازہ ہو جائیگا کہ مسلمان اتنے سادہ لوح اور ناتجربہ کار نہیں ہیں جیسا وہ اپنے زعم میں تصور کئے ہوئے ہے

ابو عبیدہ۔ جبتک وہ اپنے بچاؤ کا اطمینان نہیں کر لیتا اس وقت تک حملہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا :۔

طریفی۔ اسے اپنی غفلت کا باور کرانا کیا دشوار ہے ہم بظاہر اپنے آپکو غافل اور خواب نا بنا لینگے اور جیسے ہی وہ قریب پہنچیگا تلواریں لے لیکر جھپٹ پڑینگے۔ کچھ مسلح مجاہدوں کو قبل ہی سے کمینگاہ میں بٹھا رکھینگے کہ وہ فوراً بھاگنا چاہے تو وہ راہ میں حائل ہوں

خالد (جو اب تک خاموش بیٹھے تھے) عزیز بھائی یہ خیال درست نہیں ہے

طریفی۔ کیوں!

خالد۔ ہر چند ہم نے رومیوں کے اکثر جاسوسوں کو پکڑ کر سزا دیدی ہے پھر بھی یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ انکی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہو گئے ہیں ان میں سے کچھ نہ کچھ اب بھی موجود ہیں جو یوقنا کو ہمارے رازوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں وہ یقیناً اُسے یہ اطلاع دیدینگے اور یوقنا آرام سے قلعہ کے اندر بیٹھا رہیگا مفت میں ہمارے مجاہدوں کو زحمت ہوگی :۔

طریفی۔ آپکی رائے میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے!

خالد۔ جیسا کہ تم نے پہلے کہا تھا کہ ہم لوگ اپنے آپکو سوتا ہوا بنا لیں مگر در پردہ لڑائی کے لئے تیار رہیں ممکن ہے کہ یہ صورت مفید ثابت ہو سکے

طریفی۔ بہتر ہے انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا!

نواں باب (۹)

"امید و بیم"

جس دن سے فلاویہ پیام شوق کا جواب لے کر روانہ ہوئی ہے شہزادی تیون اسکے انتظار میں ہمہ تن دیدۂ شوق بنکر رہ گئی ہے سلویا اور مرجانا اپنی شوخیوں سے اسے بہلانیکا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتیں مگر نامعلوم کیا بات ہے کہ وہ دن بدن زیادہ نڈھال ہوتی جاتی ہے راتکو وہ اس امید کو لیکر بستر پر جاتی ہے کہ علے الصباح جب آفتاب کی تابناک شعاعیں قلعہ حلب کے سنہری کلس کو اپنی نورانی سے چمکانے میں مصروف ہونگی تو فلاویہ اسکے محبوب کا پیام لیکر اسکی نیم جان امیدوں میں زندگی کی نئی روح پھونکنے کیلئے آپہنچیگی اس توقع پر شبہائے فراق کی سختیاں جھیلتی ہے انتظار کی جانگسل مصیبتوں پر صبر کرتی ہے اور طویل راتیں بستر پر کروٹیں بدل بدلکر کاٹ لیتی ہے مگر اس کا خواب آرزو شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا صبح اسکے واسطے نیا کرب جدید بے چینی کا تحفہ لیکر آتی ہے اور وہ صبح کو شام کے انتظار میں گھڑیاں گنا کرتی ہے اس نے اپنے دلچسپ مشاغل سے بالکل ہی کنارہ کر لیا ہے بلبل اسکے رنگین جلووں سے محروم ہو چکا ہے آئینہ اسکی پیاری صورت کا عکس اپنے دل میں اتارنے کیلئے ترسا کرتا ہے شانہ اسکے گیسوئے مشکیں میں الجھنے کی آرزو لئے ایک طرف پڑا رہتی ہے مگر وہ ادھر توجہ نہ کرتی مختصر یہ ہے کہ اسے آٹھوں پہر خیال حبیب کے

سوا کوئی کام خوش نہیں آتا۔ اس وقت بھی جبکہ دریچہ سے نصف النہار والے آفتاب کی روشن شعاعیں حجرے میں داخل ہو کر اسکے پائے ناز پر لوٹ رہی ہیں وہ ایک صوفہ پر دم بخود اور سرنگوں بیٹھی ہوئی فلاویہ کی تاثیر پر دل ہی دلمیں تاویلیں کر رہی ہے لیکن ضدی بچے کی طرح طبیعت مچل ہی جاتی ہے جوں جوں وہ امید کے دامن کو مضبوط تھامنے کی کوشش کرتی ہے یاس کا ہر زور جھٹکا اُسے چھڑائے دیتا ہے اور وہ امید و بیم کی کشمکش میں پس کر رہجاتی ہے۔ حجرے میں بالکل تنہائی ہے حتیٰ کہ اسکی رازدار سہیلیاں سلوبا اور مرجانا بھی موجود نہیں۔ دیر تک بے چین رہنے کی وجہ سے شاداب چہرہ مرجھا گیا ہے اور اس سے دلکشی کے بدلے حزن و ملال نمایاں ہے فکر و تشویش تو اُسکے تمام اعضا سے ظاہر ہوتی ہے آخر اضطراب خاطر کی بدولت مبتلا نہ گیا اور صوفہ سے اٹھکر ٹہلنا شروع کیا۔ کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے جب طبیعت گھبرائی تو برامدے میں نکلکر چہلقدمی کرنے لگی خیال تھا کہ اس طرح سے کچھ سکون ہوگا مگر سکون کہاں وہ اسکی تقدیر سے کوسوں دور تھا:۔

اسی حالتمیں نصف ساعت گذر گئی اور اضطراب میں کچھ کمی محسوس نہ ہوئی تو اُسے خوف پیدا ہوا کہ اگر کسی نے اسکی التہابی کیفیت کا مشاہدہ کر لیا تو راز محبت افشا ہو جائیگا اور اس سے اسکے وقار کو صدمہ پہنچیگا دل کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے حجرے کیطرف واپس ہوئی اور پھر اسی صوفہ پر آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں بیٹھکر یاد محبوب کے شغل میں مصروف تھی۔ صوفہ پر بیٹھے چندہی لمحے گذرے تھے کہ اسکی وفادار سہیلیاں سلوبا و مرجانا وہاں آگئیں وہ دونوں خلاف معمول کسی قدر پریشان شہزادی یتون کی افسردگی سے اور زیادہ ہوگئیں کچھ دیر تک چپ چاپ کھڑی

کچھ سوچا لیں پھر سلویا نے آگے بڑھکر آہستہ سے شہزادی کے پاؤں پر ہاتھ رکھا اور جب وہ متوجہ ہوئی تو عرض کی۔ شہزادی صاحبہ ایک تو یونہی قلعہ میں اضطراب پھیلا ہوا ہے گھڑی گھڑی متوحش خبریں آرہی ہیں اس پر آپکی بے چینی المضاعف ہے بطریق اعظم کو معلوم ہوگیا تو غضب ہو جائیگا!

زیتون۔ سلویا۔ تم سچ کہتی ہو محل کے لحاظ سے مجھے اپنی طبیعت سنبھالنا چاہئیے اور میں مقدور بھر کوشش بھی کرتی ہوں لیکن دل پر قابو نہیں چلتا۔ .. ہاں! تم نے متوحش خبروں کی بابت کیا کہا؟

سلویا۔ سنا ہے کہ آج مسلمانوں کے بڑے امیر نے مدینہ طیبہ سے مسلمانوں کی مدد کیلئے تازہ دم فوج بھیجی ہے:-

زیتون۔ تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟

سلویا۔ مرجانا کسی ضرورت سے باہر گئی تھی وہ کہیں سے سنکر آئی ہیں

زیتون۔ (مرجانہ سے) ذرا مفصل بیان کرو کیا واقعہ ہے!

مرجانہ بہت روز سے گھر نہ گئی تھی اس وقت سوچی کہ کھڑے کھڑے گھر سے ہو آؤں محل سے باہر نکلتے ہی نصرانی جاسوس ملا۔ وہ بہت تیزی سے بطریق اعظم کے حضور میں حاضر ہونیکو جارہا تھا اسکے پیچھے پیچھے کئی فوجی افسر تھے وہ سب کے سب پریشان معلوم ہوتے تھے جاسوس سے تو دریافت کرنیکی جرأت نہوئی لیکن میں وہاں کھڑی رہی کہ کوئی شناسا آئے تو پوچھوں تھوڑی دیر کے بعد حضرت عزائیل باہر نکلے میں نے آگے بڑھکر سلام کیا وہ مجھے دیکھکر ٹھہر گئے آپکے مزاج کی نسبت سوال کیا میں نے چند باتوں کے بعد خبر دریافت کی تو انہوں نے یہ حالات

بیان کیئے :-

زیتون - ان اخباروں سے تو اب زیادہ پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ اہل عرب کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں تو برابر ہی آیا جایا کرتی ہیں مگر ہاتھ دھو کر شام کے پیچھے پڑ گئے ہیں - متواتر فتوحات نے انکے حوصلوں کو بڑھا دیا ہے اور مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چچا یوحنا کی پیشینگوئی پوری ہوئے بغیر نہ رہے گی :-

سلویا - سچ ہے اگر ایسا ہو ہوئیں تو فاقہ زدہ عرب سارے ملک کے مالک ہو جائینگے

زیتون - (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہاں سلویا روح القدس کی مرضی یہی ہے عیسائی اپنی حرکتوں سے اپنا وقار کھو رہے ہیں ان کا غرور - ظلم - خود غرضی اور نفس پرستی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے آخر انکی سزا بھی تو ملنا چاہیئے :-

مرجانا - عربوں کی حکومت ہو گی تو ہم لوگ لونڈی غلام بنائے جائینگے

زیتون - نہیں جو شہر مفتوح ہو چکے ہیں انکے باشندے کتنا خوش ہیں وہ عیسائیوں سے زیادہ مسلمانوں کو پسند کرتے ہیں اگر عرب انکے ساتھ بدسلوکیاں کرتے تو وہ اُن سے ہرگز خوش نہ ہوتے :-

سلویا - سچ ہے سعدی کو دیکھئے قید کی سختیاں گوارا کر رہا ہے لیکن مسلمانوں پر تلوار اٹھانا منظور نہیں کرتا :-

زیتون - کیا بابا جان نے ابھی تک اُسے آزاد نہیں کیا

مرجانا - جی نہیں بلکہ روز بروز اسکی قید کو سخت کرتے جاتے ہیں :

زیتون - کیوں ؟ اُس کا تو کچھ قصور بھی نہیں ہے خدا وند کہتی تھی کہ محض شبہ کی بنا پر پکڑا گیا ہے :-

سلویہ - جی ہاں! لقاع میں عربوں کی طلیعہ فوج سے جو لڑائی ہوئی تھی سنتی ہوں کہ اس میں سعد نے ہماری فوج میں شریک ہو کر جنگ کی تھی اور زخمی بھی ہؤا تھا :-

زیتون - ہاں فلاویہ نے بیان کیا تھا کہ شاید مسلمانوں کے کسی سردار نے اس کا علاج بھی کیا تھا :-

مرجانہ - یہی سبب ہے کہ وہ اپنے محسنوں سے لڑنا گوارا نہیں کرتا !

زیتون - اور یہ اسکی شرافت طبعی کی دلیل ہے ...... فلاویہ میں بھی اسکی تربیت کا اثر ہونا چاہئیے!

سلویہ - وہ تو جب سے گئی پلٹ کر کروٹ تک نہیں لی!

مرجانہ - قریب قریب چھ ماہ تو ہو چکے ہیں!

سلویہ - اگر خود آنا چاہتیں تو آسکتی تھیں!

زیتون - شاید بھول گئی ہونگی !

مرجانہ - واہ یہ باتیں بھی بھولنے کی ہوتی ہیں معلوم ہوتا ہے شادی کر لی ہوگی اور میاں کے ساتھ گلچھرے اڑانے میں مصروف ہونگی !

زیتون - نہیں مرجانہ تم بھولتی ہو وہ تو اپنے منگیتر کو بہت برا تصور کرتی ہیں مجھ سے لاو ان کے نام ایک سفارش نامہ بھی حاصل کر کے لیگئی ہیں

سلویہ - یہ سب کہانی کی باتیں تھیں !

مرجانہ - نفرت کرتی ہوتیں تو صرف اسکے لئے انطاکیہ سے یہاں تک آنیکی زحمت کیوں گوارا کرتیں :-

زیتون۔ اپنے باپ کی وصیت پوری کرنے آئی تھیں:
مرجانہ۔ حضور شہزادی صاحبہ جو چاہے فرمائیں لیکن میں ان دلیلوں کو قبول نہیں کر سکتی!
زیتون۔ بغیر تحقیق کئے کسی سے بدگمانی ٹھیک نہیں ہوتی!
مرجانہ۔ آپ ہی بتائیے کہ چھ مہینے کی مدت ایسی تھی کہ وہ کوئی پیغام نہ بھیج سکتیں
زیتون۔ آج کل عربوں کا محاصرہ سخت ہے خصوصاً شبخون مارنیکا سلسلہ ایسا ہے کہ عرب آٹھوں پہر چوکنا رہتے ہیں بھلا اس حالت میں کس کا دل گردہ ہے کہ وہ محاصرہ کے اندر جانے کی جرأت کر سکے:۔
مرجانہ۔ اوروں کو دشواری ہو تو ہو لیکن فلاویہ کو مشکل نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمانوں کے لشکر میں رہنے کی وجہ سے سب کو پہچان گئی ہیں
زیتون۔ (ٹھنڈی سانس لیکر) کاش فلاویہ کے متعلق حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نکل آتا:۔
سلوبا۔ (شوخی سے) ہٹائیے بھی ایسی بمروت عورت کا خیال ہی کیا؟
زیتون۔ نہیں! نہیں میرا دل نہیں مانتا کہ فلاویہ بمروت ہے یقیناً اُسے کوئی ایسی ہی مجبوری لاحق ہوئی ہے جسکی وجہ سے وہ کوئی پیغام نہیں بھیج سکی
مرجانہ۔ ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے اگر وہ ہو جائے تو فلاویہ کے متعلق حالات معلوم کئے جا سکتے ہیں:۔
زیتون۔ وہ کیا تدبیر ہے؟
مرجانہ۔ کسی صورت سے سعد کی گلوخلاصی کیجائے تو وہ سیدھا اعزاز جاکر فلاویہ کو تلاش کر لیگا اور پھر اس سے مل کر سب حال یہاں بیان کرے گا!

سلوبا۔ اسکی رہائی مشکل ہے بطریق اعظم اس سے بدظن ہیں کس کے منہ میں دانت ہیں کہ اس کی سفارش کر سکے:

زیتون۔ (کچھ غور کر کے) یہ تو سچ ہے کہ باداجان اس سے بدظن ہیں لیکن کسی نے انکی سوئے ظنی دور کرنیکی کوشش بھی تو نہیں کی!

مرجانہ۔ سنتی ہوں کہ کئی آدمیوں نے مشورہ دیا تھا کہ اسے چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ اسے قید و بند کی حالتمیں رکھنے سے دوسروں کو بدگمانی ہوگی کہ جب یہودیوں اور نصرانیوں پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں تو ایسی حکومت سے عربوں کی اطاعت بہتر ہے مگر بطریق اعظم نے کسی کی رائے نہیں مانی!

زیتون۔ کیا اسے چپکے سے رہا نہیں کیا جا سکتا!

سلوبہ۔ یہ بہت خوفناک کام ہے!

زیتون۔ مگر نتیجہ خیز ہے جبتک شاہزادی اٹھائی جائیں کامیابی مشکل ہے

مرجانہ۔ کیا آپ اُسے داروغہ قید خانہ سے ملکر آزادی دینا چاہتی ہیں

زیتون۔ ہاں فی الحال تو سہولت اسی میں نظر آتی ہے

سلوبہ۔ مسیح کے لئے ایسا غضب کیجئے گا!

زیتون۔ کیوں

سلوبہ۔ بطریق اعظم کو اطلاع ہو جائیگی تو آپکا کچھ نہ بگڑیگا شامت ہماری آ جائیگی!

زیتون۔ ہرگز نہیں تم اطمینان رکھو!

شہزادی زیتون نے یہ کہکر سلوبہ اور مرجانہ کو مطمئن کر دیا اب مشورہ شروع ہوا کہ کس صورت سے سعد کی رہائی ہونی چاہیئے حسن اتفاق سے داروغہ جیل سلوبا کا رشتہ دار

تھا اور چونکہ سلویا نے شہزادی کے ذریعہ سے سفارش کرا کر اکثر اسے فائدہ پہنچایا تھا اسلئے وہ سلویا کو بہت مانتا تھا اور شہزادی زینون کا بھی ممنون کرم تھا آخر یہ صلاح ٹھہری کہ سلویا شہزادی کا پیام لیکر اسکے پاس جائے اور اُسے بوقنا کے عتاب سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر کے سعد کو اپنے ہمراہ لے آئے پھر یہاں اُسے قلعہ سے باہر نکالنے کی تدبیروں پر غور کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا شہزادی زینون نے داروغۂ جیلخانہ کے نام سعد کو رہا کر دینے کا ایک فرمان تحریر کیا اور اس پر اپنی مہر اور دستخط کر کے سلویہ کے حوالے کیا وہ اس فرمان کو لئے ہوئے داروغۂ جیل کے پاس پہنچی جو اپنی ملازمت پر مستعدی سے حاضر تھا سلویا کو آتا ہوا دیکھکر احتراماً اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے حجرے میں لاکر صدر میں بٹھاتے ہوئے بولا! سلویا آج کدھر بھول گئیں

سلویا۔ بہت دنوں سے خیال کر رہی تھی کہ گھڑی آدھ گھڑی کیلئے آؤں لیکن شہزادی صاحبہ کے کاموں سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ آج کچھ ذکر نکلا تو اُن کی اجازت سے حاضر ہوئی ہوں:۔

داروغہ۔ شہزادی صاحبہ بڑی رحیم اور غلام پرور ہیں اور میں تو اُن کا خانہ زاد ہی ہوں

سلویا۔ ہاں انھیں بھی تمہارا بہت خیال ہے اکثر ذکر خیر سے یاد فرماتی رہتی ہیں

داروغہ۔ یہ انکی ذرہ نوازی ہے ورنہ میں اس قابل نہیں کہ حضور شہزادی صاحبہ میرا تذکرہ فرمائیں

سلویہ۔ یوں تو گاہ بگاہ تمہارا ذکر ہوا ہی کرتا تھا مگر آج تو ایک خاص ضرورت کی بنا پر تذکرہ ہوا تھا:۔

داروغہ۔ ضرورت؟ کیا ضرورت ہے اگر انکے لئے میری جان بھی کام آئے تو حاضر ہے مجھے عذر نہ ہوگا

سلویہ۔ انھیں بھی تم سے ایسی ہی امید ہے مگر کام دشوار ہے!

داروغہ سلویہ تم دشواری اور آسانی کا خیال نہ کرو صرف یہ بتادو کہ شہزادی صاحبہ مجھ سے کیا خدمت لینا چاہتی ہیں اور بس!

سلویہ - وہ کام خطرناک ہے ایسا نہ ہو کہ تم سننے کے بعد انکار کردو - تو شہزادی صاحبہ مجھ سے ناراض ہو جائیں :-

داروغہ سلویہ سب سے زیادہ عزیز جان ہوتی ہے جب وہ بھی نذر کرنے کو تیار ہوں تو پھر نہیں معلوم کہ وہ کونسا خطرہ ہے جو مجھے شہزادی صاحبہ کے ارشاد کی تعمیل سے باز رکھ سکتا ہے

سلویہ - فرض کرو کہ شہزادی صاحبہ کوئی ایسا حکم دیں جس سے بطریق اعظم حضرت یوقنا کی حکم عدولی اور نافرمانی کا احتمال ہو تو کیا کروگے ؟

داروغہ - جہاں تک میں خیال کرتا ہوں شہزادی صاحبہ کوئی ایسا حکم نہ دینگی کیونکہ وہ بطریق اعظم کی نہایت ہی سعید دختر ہیں :-

سلویہ - بالفرض وہ ایسا ہی حکم دیں!

داروغہ - اگر انہوں نے کوئی ایسا ہی حکم دیا جسکی توقع نہیں ہو سکتی تو میں فی الفور تعمیل کرونگا اور خوش ہونگا کہ اپنی رحیم اور کریم النفس شہزادی کی خدمت کر سکا!

سلویہ - (خوش ہوکر) واقعی تم قول کے دھنی ہو اچھا سنو چند مصلحتوں کی بنا پر شہزادی صاحبہ نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ سعد کو قید سے نکلوا کر آزادی عطا فرمائیں!

داروغہ - (حیرت سے) سعد مسلمانوں کے جاسوس کو اور آزادی ؟

سلویا - یہ خیال غلط ہے کہ سعد مسلمانوں کا جاسوس ہے کیونکہ لقلاع میں اس نے رومیوں کے ساتھ ملکر عربوں کے اندفاع کی کوشش کی تھی اور زخموں سے چور چور ہوا تھا لیکن ہمارا لشکر جب حلب واپس ہوا تو کشتوں کے علاوہ اپنے مجروحین کو بھی میدان میں چھوڑ آیا

اتفاق سے سعد عربوں کے سردار کے ہاتھ لگا اور اُس نے علاج معالجہ کیا جب سعد اچھا ہوگیا تو زادِ راہ دیکر رخصت کر دیا اس بنا پر وہ دوبارہ ان سے لڑنا نہیں چاہتا اور بطریق اعظم اُسے عربوں کے مقابلہ میں بھیجنا نہیں چاہتے ہیں

داروغہ۔ مگر کوئی شریف اپنے محسن پر تلوار اٹھا نہیں جرأت نہیں کر سکتا

جمارہ تمام کر کے داروغہ اٹھا اور محبس خانہ کھولکر سعد کو نکال لایا جو چھ سات ماہ تک سختیاں جھیلنے کی وجہ سے بہت زیادہ نحیف ہوگیا تھا کپڑے کافی سے زیادہ کثیف ہوکر جابجا سے شکستہ ہوگئے تھے :۔ سلوہا نے تھوڑی دیر ٹھہر کر داروغہ سے چند باتیں کیں اور اُسے یقین دلایا کہ اس خدمت سے شہزادی زیتون اس سے بجد خوش ہونگی اور بطریق اعظم کے عتاب سے محفوظ رکھنے کی پوری پوری سعی کرینگی

پھر سعد کو لئے ہوئے اپنے مکان گئی اور غسل کرا کر کپڑے بدلوائے جب وہ صاف ستھرا ہولیا تو اُسے لئے ہوئے شہزادی زیتون کی خدمت میں حاضر ہوئی جو اُسکے انتظار میں سراپا دید شوق بنی بیٹھی تھی اور حضور میں پیش کرتے ہوئے بولی :۔

حضور شہزادی صاحبہ سعد حاضر ہے ! شہزادی نے تفحصانہ نظروں سے سر سے پاؤں تک دیکھا سعد نے جھک کر زمین ادب چومی اور شاہی آداب بجا لایا :۔

زیتون۔ سعد ! مجھے افسوس ہے کہ محض غلط فہمی کی بدولت تم کو اتنی شدید تکلیفات برداشت کرنا پڑیں :۔

سعد۔ مگر اب شہزادی صاحبہ کی عنایت سے وہ مصائب ختم ہوگئے !

زیتون۔ تاہم ان کا خیال تو باقی ہے !

سعد۔ درست ہے زمانہ گذر جاتا ہے لیکن اپنی یاد چھوڑ جاتا ہے

زیتون۔ مجھ سے فلاویہ نے تمہارا ذکر کیا تھا اور جبھی سے میں اس فکر میں تھی کہ کسی موقعہ پر میں تم کو آزادی دلاؤں!

سعد۔ حضور کی نوازش ہے مگر فلاویہ کہاں ہے؟

زیتون۔ وہ تو جب ہی اعزاز کی طرف چلی گئی تھی اور چلتے وقت وعدہ کیا تھا کہ جلد از جلد واپس آنیکی کوشش کریگی مگر چھ ماہ ہو چکے نہ خود آئی ہے نہ کوئی پیغام بھیجا ہے حالانکہ مجھے اسکی اور سکینہ کی وجہ سے محبت ہو گئی تھی اور اب اُسکے واسطے پریشان سی رہتی ہوں۔ قلعہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کی خیریت دریافت کر کے مجھے سُنا سکے:۔

سعد۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ فلاویہ جو وعدہ کرتی ہے اُسے پُورا کئے بغیر نہیں رہتی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ ایسی ہی مجبور ہے کہ اب تک ایفاء کر سکی اگر حضور شہزادی صاحبہ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی خبر دریافت کرنے اعزاز کی طرف روانہ ہو جاؤں:۔

زیتون۔ لیکن قلعہ پر سخت پہرہ ہے باوا جان نے ہر کس کو تاکید کر دی ہے کہ ایک پتا بھی اڑ کر باہر نہ جا سکے:۔

سعد۔ یہ دشواری ہے اگر میں پہچان لیا گیا تو پھر قتل سے نہیں بچ سکتا!

سلوپا۔ (کچھ سوچکر) ایک صورت ہے!

زیتون۔ کیا؟

سلوپا۔ آج رات کو پھر پانچ رُومی مسلمانوں پر حملہ کرنیکے لئے جانے والے ہیں اگر بطریق اعظم سے سفارش کریں اور سعد تقیہ کے طور پر وعدہ کرلیں کہ وہ

اہل عرب پر حملہ کر دیجئے تو فی الفور اجازت مل جائیگی اور ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ بے چارہ داروغہ حکم عدولی کی سزا سے بچ جائیگا!

زیتون۔ تدبیر تو بہت معقول ہے سعد سے اسعد تمہاری کیا صلاح ہے

سعد۔ شہزادی صاحبہ جی نہیں چاہتا کہ فناہونیوالی زندگی کے لئے جھوٹ بولوں :۔

مرجانا۔ مصلحت آمیز کذب میں کوئی مضائقہ نہیں ان موقعوں پر تقیہ معیوب نہیں بلکہ احسن ہے :۔

زیتون۔ ہاں ہاں! سعد تم ضرور اقرار کر لو اس میں تم کو کئی طرح کے فائدے ہیں اور ممکن ہے تم اپنے محسنوں کے احسانات کا کچھ معاوضہ بھی ادا کر سکو!

سعد۔ دل تو نہیں چاہتا لیکن حسیم شہزادی کیلئے گوارا کر لوں گا!

رائے طے ہو گئی شہزادی زیتون نے لباس تبدیل کیا اور رہائی کا حکم حاصل کرنے یوقنا کے پاس روانہ ہو گئی۔ لیکن سلویا کو کچھ سمجھا بجھا کر سعد کے پاس چھوڑتی گئی وہ ابھی عدم موجودگی میں سعد کو اچھی طرح بتا دے کہ وہ کس مقصد کیلئے اعزاز کی طرف بھیجا جاتا ہے اور وہاں اُسے کیا خدمات انجام دینا ہونگی!

سلویا نے سر اطاعت جھکا کر وفاداری کا اظہار کیا اور سعد کو ایک تخلیہ کے کمرے میں لیجا کر گفتگو میں مصروف ہو گئی :۔

دسواں باب (۱۰)

وامس کی شجاعت

رات بھیگ چلی ہے اسلامی کیمپ کے چاروں طرف آگ روشن ہے اور طلایہ پھیرنیوالے دستے اپنے فرائض ادا کرنے میں کمال شغف ظاہر کر رہے ہیں سرفروشان اسلام کی نگہداشت میں ذرا بھی غفلت نہیں کرتے۔ روند گھومنے والوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے عربی نیزے ہیں اور ایک چرمی تسمے کے ذریعہ گلوں میں اصفہانی شمشیریں حمائل ہیں۔ تھکے ہوئے مجاہدین منزل کے تھکے ماندے خواب استراحت میں محو ہیں مگر یوقنا کی عیاریوں کے حالات سنکر چوکنا سے ہیں ذرا سا کھٹکا بھی انھیں ہوشیار کر دیتا ہے اور وہ بمعنی سرعت سے لپک کر اسلحہ اٹھا لیتے ہیں۔ وامس ابوالہول کو شوق جہاد میں نیند نہیں آئی ہے پہلے تو وہ اپنی چھولداری میں آرام کرنیکے ارادہ سے داخل ہوئے تھے مگر تھوڑی دیر کروٹیں بدل کر اٹھ بیٹھے اور ہندی تیغہ کندھے پر رکھکر پڑاؤ کے چاروں طرف گھومنے پھرنے لگے ان کی دلی آرزو تھی کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی یوقنا اگر پڑے تو وہ اس کا طریقۂ جنگ معلوم کریں اور ممکن ہو تو آج ہی فیصلہ کن حملہ کر کے سینہ پارہ کریں۔ وہ اسی شوق میں ٹہلتے ہوئے اس طرف جا نکلے جہاں چند عرب آلات

حرب سے آراستہ نہایت ہوشیاری سے دیدبانی کی خدمت انجام دے رہے تھے
یہ قریب پہنچے تو وہ ان کا حلیہ اور کھجور کا ساقد دیکھکر چونکے بڑے خشک لکڑیوں
کی روشنی میں اس کا سیاہ اور چمکدار چہرہ دمکا اور وہ رومیوں کا کوئی جاسوس
سمجھ کر بڑھنے ہی والے تھے کہ انہوں نے خود ہی سوال کیا:-

معاشر العرب! خدا کی قسم تم لوگ کتنا شدید پہرہ دیتے ہو جسکی کوئی ضرورت
نہیں محسوس ہوتی معلوم ہوتا ہے تمہارے قلوب میں دشمنوں کی ہیبت طاری ہوگئی ہے

طلحہ۔ (ایک چوکیدار) کیا دراصل تمہارا ہی نام ہے؟

ابوالہول۔ ہاں لیکن ابوالہول کہکر پکارا جاتا ہوں

طلحہ۔ ہاں میں نے آج تمہاری تعریف سنی تھی یہی وجہ ہے کہ صورت دیکھتے ہی پہچان گیا

ابوالہول۔ لیکن جب میری کارگزاری دیکھوگے تو مدح خواں بھی ہو جاؤ گے

طلحہ۔ تم کو ابھی یہاں کے حالات سے اطلاع نہیں ہے اسلئے ہماری چوکسی
پر بھی طنز کرتے ہو اور اپنی کارگذاریوں کا بھی ہے!

ابوالہول۔ کچھ نہیں یہاں کے حالات بیان کرو

طلحہ۔ شام میں وارد ہونیکے بعد سے ہم نے بڑے بڑے بطارقہ کا مقابلہ کیا
سینکڑوں خونریز لڑائیوں میں شریک ہوئے مگر یوقنا سا بہادر اور نامور جنگ سے
ماہر قائد وسپہ سالار کا سامنا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس نے جنگ کا نیا طریقہ اختیار
کیا ہے دن کو کھلے میدان میں کبھی مقابلہ نہیں کرتا۔ لیکن راتوں کو اپنے تھوڑے
سے سپاہی بھیجدیتا ہے جو آنکھ بچا کر قلعہ سے نکلتے ہیں دمار دھاڑ کرتے
ہوئے ہمارے کیمپ میں گھس پڑتے ہیں جو کچھ ہاتھ لگتا ہے اٹھالے جاتے ہیں اور جو

نہیں پڑتا ہے اُسے قتل کر ڈالتے ہیں :-

ابوالہول تعجب ہے کہ تم لوگ اس کا کچھ نہیں لگا سکتے اور وہ تمہیں نقصان پہنچاتا ہے !

طلحہ - اسکی وجہ یہی ہے کہ ہم اتنے چالاک نہیں ہیں !

ابوالہول - کاش ! وہ آج بھی آجائے تو میں اسے مزہ چکھا دوں

جملہ تمام ہوتے ہی اُنھیں دور پر ایک سیاہ سایہ سا رینگتا ہوا نظر پڑا اور وہ تیغہ ہندی کو لئے ہوئے اسکی طرف لپک پڑے طلحہ نے بھی سائے کو دیکھ لیا تھا اسلئے انھوں نے بھی اپنے ساتھیوں کو ہوشیار ہونے کا حکم دیا - عرب ہمیشہ ایسے موقعوں پر "النفیر النفیر" کی آوازیں بلند کر کے عرب مجاہدین کو خطرہ سے اطلاع دینے کے عادی تھے مگر طلحہ نے صرف ایک ہی سایہ دیکھا تھا اس نے حسب عادت النفیر کی صدا بلند کرنے سے احتراز کیا :-

ابوالہول سایہ کے تعاقب میں برابر بڑھتے چلے جاتے تھے اگر راستہ دیکھا ہوتا تو وہاں تک پہنچنے کے واسطے ایک لمحہ کافی تھا - مگر دشواری یہ تھی کہ وہ ان راستوں سے مطلق واقف نہ تھے اور سنبھل سنبھلکر قدم رکھنے پر مجبور تھے تاہم سائے کو آنکھ سے اوجھل ہونے دیتے تھے اور چونکہ وہ سایہ اسلامی کیمپ سے نکلا تھا اسلئے زیادہ تر جاسوس کا احتمال تھا جو غلط بھی نہ تھا - کیونکہ لڑائیکے موقعوں پر اس قماش کے متعدد واقعات پیش آیا کرتے ہیں سایہ آگے آگے بھاگ رہا تھا مگر اسکی رفتار نسبتاً بہت سست تھی یہانتک کہ جوں جوں مسافت طویل ہوتی گئی ان کا درمیانی فاصلہ کم ہوتا گیا اور آخر میں گھٹتے گھٹتے صرف ایک کمان کا فاصلہ باقی رہگیا اور ابوالہول نے دسرا قدم بڑھا کر فراری کو مضبوط گرفت میں لے لیا -

پہلے تو ارادہ کیا کہ یہیں گردن مروڑ کر قصہ پاک کر دے لیکن پھر کچھ سوچکر اس سے سوال کیا :- نو لیل کتے! سچ بتا اسلامی پڑاؤ میں کس ارادے سے داخل ہوا تھا

امیر کعب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں!

ابوالہول - کیوں؟

انھیں ایک ضروری اطلاع دینا ہے!

ابوالہول - تو کہاں سے آیا ہے؟

قلعہ حلب سے!

ابوالہول - جب تو جاسوس ہونے میں کوئی شبہ نہیں!

بیشک میں جاسوس ہوں مگر رومیوں کا جاسوس نہیں بلکہ مسلمانوں کا جاسوس ہوں

ابوالہول - تو مجھے فریب دینا چاہتا ہے حالانکہ یہ ممکن نہیں!

تم غلطی کر رہے ہو مجھے فوراً امیر کعب تک پہنچا دو ورنہ حملہ ہوا ہی چاہتا ہے

جملہ تمام ہوتے ہی اسلامی لشکر سے شور و غل کی صدائیں بلند ہوئیں اور اس شخص نے پھر کہا - افسوس حملہ ہوگیا اور میری ساری محنت رائگاں ہوئی - ابوالہول نے بھی ہنگامہ کی آوازیں سنیں اور انھیں کچھ کچھ اس کی باتوں پر اعتبار ہونے لگا مگر پوری تحقیق کئے بغیر اسے چھوڑ دینا بھی دانائی سے بعید تھا اسلئے اُسے گھسیٹتے ہوئے لشکر کی طرف بڑھے - شور و غل کی آوازیں بڑھتی جاتی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ غنیم کی فوج مسلمانوں کے قلع قمع میں اپنے ہاتھوں کی صفائی پیش کر رہی ہے :-

ابوالہول سخت پریشان تھے آخر انھوں نے سر سے عمامہ اتار کر اس سے مشکیں کسیں اور عمود خیمہ سے باندھکر اس طرف لپکے جدھر قیامت صغریٰ برپا تھی!

حقیقت میں یوقنا پانچسو رومیوں کا غول لیکر آپڑا تھا اور مسلمانوں کو قتل کرنے میں مصروف تھا۔ ابوالہول بمڑے کی ڈھال کندھے پر رکھے تیغہ علم کئے اسکی جماعت میں گھس گئے اور زور و شور سے تلوار چلانا شروع کی اس وقت اسکی زبان پر رجز یہ اشعار جاری تھے اور وہ بلند آواز سے پکار پکار کر اپنا نام و نسب اور گذشتہ کارنامے بیان کرتے جاتے تھے متعدد رومی انکی تلوار کی برش سے مجروح ہو گئے بنی کندہ اور بنی طریف کے اکثر نوجوان ابوالہول کی آواز سنکر دوڑ پڑے اور جس غول سے ان کی آواز آرہی تھی اُسے کائی کی طرح کاٹتے ہوئے ان تک پہنچ گئے۔ زور و شور سے تلوار چل رہی تھی اور بارش کے اولوں کی طرح انسانی اعضا کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ رومیوں کو اس معرکہ کا وہم تک نہ تھا وہ اپنے دل میں سمجھے ہوئے تھے کہ معمول کی طرح سو پچاس آدمیوں کو قتل کر کے پھر واپس آ جائینگے لیکن امیدوں کیخلاف یہاں معرکہ پیش آگیا۔ اگرچہ یوقنا نے رجعت قہقری کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے سپاہیوں کو واپس ہٹنے کا اشارہ کیا لیکن انھیں ابوالہول اور ان کے قبیلے والوں نے کچھ اس طرح گھیرے میں گھیر رکھا تھا کہ سمٹتے سمٹتے دو سو آدمی طریفی تلواروں کی نذر ہو گئے۔ یوقنا بڑی بدحواسی کے ساتھ قلعہ کی طرف بھاگا لیکن ابوالہول نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور تعاقب میں قلعہ تک جانیکا ارادہ کر لیا انکے قبیلے کے اکثر پرجوش جوانوں نے ان کا ساتھ دیا اور یہ چھوٹی سی جماعت مفرورین کا پیچھا کرتے ہوئے قلعہ کی طرف بڑھی شور و ہنگامہ سنکر سرداران فوج بھی موقعہ پر پہنچ گئے تھے۔ خود ابو عبیدہ بن الجراح بھی آگئے تھے۔ مگر انکے پہنچتے ہی یوقنا بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ کچھ طریفی بہادر

اسکے تعاقب میں قلعہ کی طرف بڑھے جا رہے ہیں اور اگر زد پر پہنچ گئے تو وہی بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر ان سبکو ہلاک کر دینگے اس خیال کے آتے ہی انھوں نے پکار کر کہا

اے آل طریف! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اس تاریک رات میں دشمنان خدا کا تعاقب نہ کرو۔ فوراً میرے پاس پلٹ آؤ۔

یہ آواز ابوالہول کے ساتھیوں نے سُنی اور چاہا کہ واپس ہوں لیکن ابوالہول کو آگے بڑھتے دیکھکر ایک نے کہا!

ابوالہول! امیر ابو عبیدہ واپس ہو نیکی قسم دے رہے ہیں اور تمہیں یہ زیبا نہیں کہ اپنے سردار کی نافرمانی کرو:۔

ابوالہول جب لشکر میں واپس آئے تو صبح کاذب نمودار ہو چلی تھی انہوں نے سب سے پہلے اس اسیر کی خبر لی جسے چوب خیمہ سے باندھ گئے تھے وہ اسی طرح بندھا تھا جب یہ اُسے کھولنے لگے تو اس نے پوچھا۔ عربی بھائی یوقنا سے کیا ٹھہری

ابوالہول۔ وہ اپنے دو سو کشتے چھوڑ کر بھاگ گیا!

اچھا اب مجھے اس زحمت میں کبتک اسیر رکھو گے

ابوالہول۔ چونکہ تمہاری صداقت کا کچھ کچھ یقین ہو گیا ہے اسلئے تم کو امیر کعب کیخدمت میں لئے چلتا ہوں اگر انہوں نے تمہارے قول کی تصدیق کر دی تو تم آزاد ہو:۔

ابوالہول اسے لئے ہوئے امیر کعب کے خیمے کی طرف روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو عاصم کو در خیمہ پر ایستادہ پایا عاصم سعد کو گرفتار دیکھکر متعجب ہو گیا اور اسکے قریب آکر پوچھا۔ سعد یہ کیا معاملہ ہے!

سعد۔ میں کل دن کو یوقنا کی قید سے رہا ہوا اور شب کو اسکے سپاہیوں میں شریک ہو کر قلعہ سے یہ ارادہ کر کے نکلا تھا کہ امیر کعب کو یوقنا کے عزائم سے خبردار کر دوں لیکن بدقسمتی سے پہنچ نہ پاسکا اور ان کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا میں نے ہر چند اپنی صفائی پیش کرنا چاہی لیکن انہوں نے باور نہ کیا اگر میری بات مان لیتے تو یوقنا اسلامی لشکر سے بچکر نہ جا سکتا خیر۔ جو ہونا تھا ہو چکا اب امیر کو خبر کر کے مجھے اس سختی سے نجات دلواؤ۔ میں نے ساری رات محمود خیمہ سے بندھا کر اس اور سردی میں بسر کی۔ ان باتوں کو ابو الہول نے بھی سنا اور یہ یقین کر کے کہ سعد نے جو کچھ کہا ہے اسکی تصدیق عاصم کے بشرے سے ہوتی ہے سعد کو آزاد کر دیا اور اس سے اپنی سختی کی عذرخواہی کر کے چلے گئے۔ عاصم نے امیر کعب کو سعد کے آنیکی اطلاع دی اور انہوں نے اسی وقت اُسے اپنے پاس طلب کر لیا۔ سعد نے خیمہ میں جا کر سلام کیا۔ کعب نے پوچھا۔ کہو سعد کیسے ہو؟ خلاوہ تو آئی تھی ان کی زبانی سنا تھا کہ تم یوقنا کی قید میں ہو؟

سعد۔ ہاں اسنے یوقنا نے اس جرم پر قید کیا تھا کہ میں نے اس کی خوشنودی حاصل کرنیکے واسطے مسلمانوں پر تلوار نہیں اٹھائی!

کعب۔ خوب پھر کیونکر رہائی ہوئی

سعد۔ آج صبح شہزادی زیتون نے مجھے رہا کر کے یہ مشورہ دیا کہ میں یوقنا سے فریب کروں اور کہدوں کہ مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں اس حیلے سے قلعہ سے نکلکر اسکے عزائم سے آپکو مطلع کرتا ہوا اعزاز چلا جاؤں مگر افسوس میں نے جو منصوبہ باندھا تھا وہ ابو الہول کی غلطی سے پورا نہ ہو سکا۔

کعب۔ خدا کی مصلحت اسی میں تھی۔ اب کیا ارادہ ہے!

سعد۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں حیات باقی ہے تو فلاویہ کو تلاش کرنے کے بعد حاضر ہوں :۔

کعب۔ خیر تو ہے؟ فلاویہ کو کیا حادثہ پیش آیا!

سعد۔ صحیح تو عرض کرنے سے قاصر ہوں البتہ قیاس بتاتا ہے کہ یوڈیر نے اسکے ساتھ دغا کی ہے کیونکہ وہ شہزادی یتون سے جلد از جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے گئی تھی لیکن چھ مہینے کی مدت میں کوئی پیغام تک نہ بھیج سکی!

کعب۔ افسوس فلاویہ کی ضد نے یہ منحوس خبر سننے پر مجبور کیا! میں نے کیا کیا اصرار کیا کہ عاصم کو ساتھ لیتی جاؤ لیکن اس نے منظور نہ کیا۔ خیر میں اس کی امداد کے لئے موجود ہوں :۔

سعد۔ خدا امیر کو اس بھلائی کا اجر دے لیکن فی الحال میں آپکو کوئی زحمت دینا اپنے نیز آپکے واسطے مضر خیال کرتا ہوں۔ ہاں وقت آنے پر تکلیف دوں گا

کعب۔ اور مجھے ہر وقت مستعد پاؤ گے!

سعد۔ مجھے امیر کعب سے یہی توقع ہے

کعب۔ خیر تم کو اختیار ہے جس کام میں بہتری دیکھو اسے اختیار کرو لیکن اتنا واضح رہے کہ مجھے فلاویہ کا بہت خیال ہو گیا ہے جتبک اسکی خیریت دریافت نہ ہو جائیگی بے چین رہونگا۔ لہذا اس کا حال معلوم ہوتے ہی مجھے اطلاع دینا!

سعد۔ ایسا ہی ہوگا!

سعد کو رخصت کر کے کعب نے کپڑے پہنے اور امیر ابو عبید کی ملاقات کیلئے

روانہ ہو گئے۔ امیر کا خیمہ سرداران لشکر سے بھرا ہوا تھا اور رات کے معرکہ پر گفتگو جاری تھی۔ جس وقت کعب خیمہ میں داخل ہوئے اس وقت خالد بن الولید کہہ رہے تھے!

ایہا الامیر! رات کو میں نے بچشم خود ملاحظہ کیا کہ بنی کندہ اور بنی طریف کے بہادروں کے چھکے چھڑا دیئے اور اس دلیری سے مقابلہ کیا کہ یہ وقنا بھی یاد ہی کرتا ہوگا یہ انھیں کی تلواریں تھیں جنھوں نے بہت جلد ہمارے سر سے اس بلا کو دفع کیا:

ابو عبیدہ۔ یا ابا سلیمان! خدا کی قسم تم بالکل صحیح کہتے ہو قوم کندہ نے اپنی ثابت قدمی اور جرأت سے مسلمانوں کی عظیم خدمت کی ہیں اس وقت اپنے کانوں سے لوگوں کا بیان سن رہا تھا کہ وہ ابوالہول کی شجاعت و بسالت کی داد دے رہے تھے افسوس رات کے اندھیرے میں وہ بہادر مجھے دکھائی نہیں دیا:۔

جیسے ہی ابو عبیدہ کا جملہ تمام ہوا کہ حاضرین سے ایک امیر جس کا شمار رؤسائے کندہ میں ہوتا تھا اُسے سراقہ بن مرداس بن مکرب کندی کہتے تھے اپنی جگہ سے اٹھا اور امیر ابو عبیدہ کو متوجہ کر کے بولا۔ یا امیر واسس ابوالہول بنی طریف کا ایک غلام ہے وہ کل ہی یہاں وارد ہوا ہے کوئی شبہ نہیں کہ جرأت و دلیری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا وہ اپنے مقابل کا ناطقہ بند کر دیتا ہے اور بڑی بڑی جماعتوں سے بھی خائف نہیں ہوتا

ابو عبیدہ۔ (خالد سے) یا ابا سلیمان تم نے سراقہ کی گفتگو سنی جو انھوں نے واسس ابوالہول کے متعلق کی؟

خالد۔ واقعی اس کا کہنا بالکل درست ہے میں نے بھی اسکی شجاعت و براعت کے اکثر کارنامے سنے ہیں نعمان بن عشیر مہری بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ اس نے تنہا ہماری قوم پر بھی تاخت کی تھی ہم لوگ تقریباً ستر آدمیوں کی تعداد میں ایک دریا کے کنارے مقیم تھے کہ

وہ آپڑا اور ایسی عجیب چال کھیلی کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا چھین لیگیا اور ہم منہ دیکھتے رہگئے

ابو عبیدہ۔ یہ تو بالکل عجیب واقعہ ہے کیا تمہیں بھی وہ قصہ یاد ہے ؟

خالد۔ ہاں کچھ کچھ حافظہ میں موجود ہے !

ابو عبیدہ۔ بیان کرو شجاعت و بطالت کا ذکر سنکر دلمیں جوش اور امنگ پیدا ہوجاتی ہے

خالد۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ قوم مہرہ سے یہ اپنا قصاص لینا چاہتا تھا جو کئی زمانہ کا باقی چلا آتا تھا اگرچہ مہرہ کی جماعت کثیر تھی لیکن وہ سب کے سب ابوالہول کی دہشت سے لرزا کرتے تھے۔ عیال و اطفال کیلئے سنگستانی وادیوں اور صحراؤں میں چھپتے پھرتے تھے اور ابوالہول انکی فکر میں رہا کرتا تھا ایک دن اُسے تحقیق ہوا کہ مہرہ کے ستر آدمیوں کی جماعت ساحل پر پڑاؤ ڈالے پڑی ہے تو وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور ان سے امداد چاہی لیکن بزدلوں نے پہلوتہی کی جس سے برداشتہ خاطر ہوکر تنہا ہی انتقام لینے کا عزم کر لیا اور اپنے خیمہ میں آکر کپڑوں لتوں کا گٹھر باندھا اور مہرہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ چند لوگوں نے اُسے اس ہیئت کذائی میں دیکھکر دریافت کیا اور اس کا ارادہ معلوم کرکے بہت ہنسے اور بولے بڑی حماقت میں کوئی کلام نہیں ہے جب تجھے معلوم ہے کہ حریفوں کی تعداد ستر ہے تو تن تنہا ان سے کیا لڑیگا۔ بھلا جو شخص بڑی جماعت کے لئے تنہا جاتا ہے وہ کہیں کپڑوں لتوں کے گٹھر سے مسلح ہوتا ہے ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی محبوبہ جوفرا کے پاس جارہا ہے :۔

ابو عبیدہ۔ جوفرا کون تھی !

خالد۔ جوفرا بنی حیاس جو حضارمہ کے قبائل سے ایک قبیلہ ہے انکی لونڈی تھی وہ مضافات حضرموت کے ایک گاؤں اسفل میں رہا کرتی تھی ابوالہول کو اسکے ساتھ

عشق تھا وہ لوٹ مار کرکے جسقدر اموال اور جانور لایا کرتا تھا سب جوفرا کو بخشدیتا تھا!
چونکہ وہ اسباب کا گٹھڑ سر پر رکھے تھا اسلئے ان لوگوں نے سمجھا کہ یہ جوفرا کے پاس جا رہا ہے جب ابوالہول انکے خیالات سے مطلع ہوا تو قسم کے ذریعے سے انھیں یقین دلایا کہ میں نے جو کچھ ظاہر کیا ہے وہ اصلیت ہے یہ سُنکر وہ لوگ جدھر جاتے تھے چلے گئے

ابوعبیدہؓ۔ پھر ابوالہول نے اپنا قول پُورا کیا؟

خالدؓ۔ جی ہاں وہ ان لوگوں کے جانیکے بعد چراگاہ میں آیا اور اپنے قبیلے کے اونٹوں میں سے ایک مضبوط اور صبا رفتار اونٹنی منتخب کرکے اس پر سوار ہوا کجاوہ پر کپڑوں کا گٹھڑ رکھا اور اپنے سامنے تلوار اور ڈھال رکھکر حریف کیطرف چل کھڑا ہُوا ایک دن اور ایک رات متواتر سفر کرتا رہا پھر ایک مقام پر اونٹنی بٹھا کر اُترا اور اس کا پاؤں باندھکر چرنے چھوڑ دیا اور خود پتھروں کے عقب میں روپوش ہو گیا کہ مبادا کوئی اسے دیکھکر حریف کو مطلع نکر دے سارا دن کمینگاہ میں گذارنیکے بعد شام کو پھر سفر شروع کیا آدھی رات کے قریب اسکو حریف کے خیمہ گاہ کے گرد آگ روشن نظر آئی وہ اپنی اونٹنی کو ایک ٹیلے پر چڑھا لیگیا۔ جہاں بڑے بڑے درخت لگے تھے اور اُس نے اتر کر اُونٹنی کو ایک درخت سے باندھ دیا۔ اسکے پاس کپڑوں کے گٹھڑ کا کھول کر سب کپڑے ڈھیر کئے اور درختوں کی لکڑیاں توڑ توڑ کر انھیں ترتیب وار زمین میں گاڑ دیا اور جب انکی صفیں درست ہو گئیں تو ایک ایک لکڑی پر شلوار اور جامہ اس طرح ڈالدیا گویا وہ آدمی ہیں۔ عمامے اُنکے سروں پر لٹکا دیئے اس کام سے فارغ ہوکر اغوانی جوڑا پہنا اور ٹیلے سے اُترکر حریف کے خیموں کا چکر لگانا شروع کیا اور دل میں غور کرتا جاتا تھا کہ کس رُخ سے حملہ کرنے میں سہولت ہوگی یہانتک کہ صبح

نمودار ہوئی۔ وہ لپک کر دریا کے قریب پہنچا تلوار کا نیام زمین پر پھینکدیا۔ وہاں بائیں ہاتھ اور تلوار دائیں ہاتھ میں لیکر حریف کو للکارا اور کہا۔ اے آل مہرہ ہوشیار ہو جاؤ میں ابوالہول ہوں جو تم پر دریا اور خشکی کیطرف سے بلائیں لایا ہوں اب تم میرے قصاص سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ اسکے بعد اس نے بہت زور زور سے چیخنا شروع کیا

اے آل طریف! اے آل کندہ آج اپنے حریفوں سے بنی طریف کا انتقام لیلو

یہ آواز سنتے ہی بنی مہرہ کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بدحواس ہو کر بھاگنے لگے ابوالہول نے تعاقب شروع کیا۔ بڑی دور پہنچکر وہ لوگ پلٹ پڑے ابوالہول تنہا تھا اسلئے حوصلہ بڑھا کر مقابلہ شروع کیا وہ بنی مہرہ پر حملہ کرتا تھا اور پھر پیچھے لوٹ جاتا تھا۔ لوگوں نے اسکی بامردی دیکھکر ارادہ کیا کہ چند لوگ کسی طرح ٹیلے پر چڑھ جائیں اور وہاں سے پشت کیطرف حملہ کریں کچھ سامنے رہیں اور یوں گھیر کر ماریں لیکن ابوالہول ان کا مطلب سمجھ گیا کہ اگر حریف ٹیلے پر جا پہنچے تو ان کا مکر ظاہر ہو جائیگا اس خیال سے اس نے نیا فریب تیار کیا اور کوشش کرکے ان سے پہلے ٹیلے کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا اے آل طریف! اے آل کندہ ہوشیار ہو جاؤ حریف تمہارا رخ کر رہے ہیں مگر میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے حرکت کرنا میں اکیلا ان سب کو کافی ہوں اگر میں مارا جاؤں تو تم کو اختیار ہے ان لوگوں نے یہ سنا تو سر اٹھا کر دیکھا واقعی ستر اسی جوان صف باندھے جنگ کیلئے تیار تھے ان کے حواس جاتے رہے اور بھاگ پڑے اپنی عورتوں بچوں اور لونڈی غلاموں کو بھی نہیں چھوڑ گئے جن پر ابوالہول نے قبضہ کر لیا اور ان سبکو لیکر مظفر و منصور واپس آگیا۔

ابوعبیدہ۔ وہ عجیب آدمی ہے میں اس سے ضرور ملاقات کرونگا اور مشورہ طلب کرونگا

گیارہواں باب (۱۱)

"سعد"

سعد امیر کعب سے رخصت ہو کر چلا تو تفکرات میں گھرا ہوا تھا رہ رہکر وہم ہوتا تھا کہ یوڈیزیا کی لاپرواہی سے فلاویہ کو ضرور کوئی آسیب پہنچا ہوگا۔ چونکہ اُس نے فلاویہ کو پرورش کیا تھا۔ اسلئے اسکی افتاد مزاج اور خو بو سے بخوبی واقف تھا۔ جانتا تھا کہ وہ ان فطرتوں اور چالاکیوں کی خوگر نہیں ہے بدقسمتی سے یوڈیزیا جن پر عامل ہے وہ اپنی سادگی سے ضرور فریب کا شکار ہوگئی ہوگی کاش وہ فلاویہ کی صلاح پر عمل کرتے ہوئے قلعہ حلب کا رخ نہ کرتا اور سیدھا اعزاز چلا آتا تو اپنے دوست سرمند کی معرفت ورانس سے نکاح کے متعلق حکم امتناعی حاصل کرسکتا تھا مگر وقت نکل چکا تھا اور اب ہو جانیوالی غلطی پر افسوس کرنا دانائی سے بعید تھا اسلئے اُس نے خیال ماضی سے دستکشی کرتے ہوئے مستقبل کے بارے میں غور کرنا شروع کیا اسمیں تو کلام نہیں ہوسکتا کہ شہنشاہ ہرقل کا مصاحب سرمند اپنی ضرورت پوری کرنیکے بعد انطاکیہ واپس ہوگیا ہوگا اور اسکی موجودگی میں سعد کو جو سہولتیں حاصل ہوسکتی تھیں ان کا قطعی طور پر سدباب ہوچکا تھا تاہم ہمت و استقلال کا دامن چھوڑ کرنا امید ہو جانا بھی ایک ایسی خطرناک غلطی تھی جسکی تلافی کا امکان نہ تھا اُس نے بطور خود طے کرلیا کہ جس کام کو سعی و سفارش کے ذریعہ پورا کرنا چاہتا تھا اسے تنہا محض اپنی

عقل کی وساطت سے انجام دینے کی سعی کرونگا کامیابی ہوئی تو فبہا ورنہ پھر امیر لعب سے امداد لیجائیگی انہوں نے مدد دینے کا وعدہ بھی کر لیا ہے اسلئے مشکل سے مشکل کام میں عذر نہیں کر سکتے۔ اسی سلسلے میں واقعات حاضرہ کا ہلکا سا نقشہ اسکی آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا۔ عربوں نے قلعہ حلب کا محاصرہ کر لیا ہے اطراف و جوانب کے دیہات صلح میں داخل ہو چکے ہیں شہر والوں نے قبل ہی سے اطاعت منظور کر لی تھی بہت کم زمانہ باقی ہے کہ یوقنا کو بھی اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہوئے قلادہ غلامی پہننا پڑیگا اسکے بعد عربوں کا سیلاب اعزاز کا رخ کریگا۔ اس وقت از خود سب کام بنجائینگے۔ اگرچہ امیر لعب نے صاف صاف کیا معنی اشارۃً و کنایۃً بھی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے لیکن انکی گفتگو سے محبت کی بو آتی ہے انکی نگاہوں سے اشتیاق ٹپکتا ہے اور یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ انھیں فلاویہ سے دلی لگاؤ ہو چکا ہے اسلئے یہ امر یقینی ہے کہ وہ فلاویہ سے ملنے کیلئے سب سے پہلے اعزاز آئینگے اور ہر امکانی کوشش صرف کرکے فلاویہ کو یوقنا کے شر سے محفوظ کر دینگے۔

اسمیں شبہ نہیں کہ سعد کا یہ خیال بڑی حد تک حقیقت کا آئینہ دار تھا۔ امیر لعب کو فلاویہ سے لگاؤ ہی نہیں بلکہ عشق پیدا ہو گیا تھا ان کا دل شراب محبت سے سرشار تھا اور اسکی آنکھوں میں ایک صورت کھبی ہوئی تھی۔ جب وہ جنگی حالتوں میں حریف سے شمشیر زنی میں مصروف ہوتے تھے تو انھیں تلواروں کی چمک میں حسن کا ایک منظر مجسم دکھائی دیتا تھا اور جب کمر کھولکر بوریہ کے فرش پر استراحت فرماتے تھے تو وہی تصویر انکی آنکھوں میں پھرا کرتی تھی۔ لیکن اسلامی زہد و پاکبازی نے انھیں عصمت کے دائرے سے قدم نکالنے کی اجازت نہ دی کیونکہ وہ سن چکے تھے کہ فلاویہ غیر شخص کی امانت ہے جو اتفاقیہ طور پر قلیل عرصہ کیلئے انکی حفاظت میں آگئی تھی۔ یہی علم تھا

جس نے امیر کعب کو اپنے دہن پر مہر سکوت لگا لینے پر مجبور کیا ہر چند تڑپتے ہوئے دل سے
ہنگامۂ غم بالا و بلند تھا۔ کلیجہ افراط الم سے خون ہو کر آنکھوں سے نکل پڑنے کو آمادہ
تھا۔ لیکن مجال کیا تھی کہ ان کا راز نہانی آشکارا ہو سکے وہ دونوں ہاتھوں سے
ضبط و تحمل کی باگ مضبوط پکڑے ہوئے تھے انہوں نے طے کر لیا تھا کہ چاہے
تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جاؤں لیکن کوئی فعل ایسا نہ کرونگا۔ جو دامن انسانیت کو داغدار بنا
سکے یہی سبب تھا کہ آخری ملاقات کے وقت جب ہاتھوں سے عنان استقلال چھوٹنے
کو تھی کہ انھوں نے فی الفور فلاویہ کو رخصت کر کے وہ خطرہ دور کر دیا۔ جو اسکی
موجودگی سے محسوس ہو رہا تھا۔ فلاویہ گئی مگر انکی بے کیف زندگی کو ناقابل اظہار
کرب میں مبتلا کر گئی پھر اگر اس آتش محبت کو جو اندر ہی اندر شعلہ زن ہو کر انکی روح
تک کو خاکستر کئے دیتی تھی۔ سعد نے اپنی تجربہ کار آنکھوں سے بھڑکتے دیکھ لیا
تو کوئی عجب نہیں وہ جہاندیدہ تھا اور اپنی پچاس سالہ زندگی میں نہ معلوم حسن و الفت
کے کتنے معرکوں سے دوچار ہو کر تجربہ حاصل کر چکا تھا یہی وجہ ہے کہ باوجود احتیاط
کے بھی امیر کعب اسکی نکتہ رس نگاہوں سے اپنا راز مستور رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکے
بہر نوع سعد اسی قبیل کے تخیل میں غلطاں و پیچاں اعزاز کی طرف بڑھ رہا تھا
اُسے عربوں سے کوئی خوف باقی نہ تھا کیونکہ وہ بدعہدی کے عادی نہیں ہوتے
اور یہ جنگل انکی سلطنت میں داخل تھا تاہم رومیوں کے خطرہ سے اپنے آپکو محفوظ نہ رکھ
سکتا تھا۔ یوقنا کے عسکری اس سے واقف ہو چکے تھے اور چونکہ وہ مشتبہ ہونیکی
حیثیت سے کئی ماہ تک قید رہ چکا تھا اسواسطے رومی اسے آزاد دیکھکر قدرتاً مشکوک
ہو سکتے تھے۔ جب اُسے دور پر مسافر نکلتے آنیکا شبہ ہوتا تو وہ فوراً کسی ٹیلے یا درخت

کی آڑ میں روپوش ہو جاتا اور اس وقت تک چھپا رہتا جبتک اپنا پورا اطمینان نہ کر لیتا۔ کئی جگہ اُسے رومیوں کے چھوٹے چھوٹے قافلے ملے لیکن اس نے انھیں ٹوک کر گفتگو کرنیکی جرأت نہ کی۔ وہ سارا دن اسی طرح سفر کرتا رہا راستہ میں آرام کرنے یا دم لینے کا مطلق خیال کیا اُسے خلاصہ کا دھیان بے چین کر رہا تھا چاہتا تھا کہ کسی طرح سے اسکی خبر معلوم ہو سکے لیکن کوئی ایسا نہ ملا جو اسکی بتیا بیوں کا علاج کر سکتا۔ چند دہقانوں سے کچھ سوالات کئے بھی لیکن وہ کوئی اطمینان بخش جواب نہ دے سکے یہاں تک کہ وہ میرہ گاؤں میں جا پہنچا ارادہ تھا کہ کسی دہقان کا مہمان ہو کر دم لے اور کچھ کھا پی کر اعزاز کی طرف چل کھڑا ہو۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور گاؤں کے باشندے اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر جھونپڑیوں کی جانب واپس ہو چکے تھے۔ سعد ٹہلتا ہوا ایک طرف بڑھ رہا تھا۔ اُسے بالکل اطلاع نہ دی کہ ایک نصرانی عرب نہایت تعمق کی نظروں سے اسکی نقل و حرکت ملاحظہ کر رہا ہے وہ سر جھکائے نیچی نظریں کئے ایک سوچ ایک فکر میں ڈوبا ہوا جا رہا تھا۔ جب بڑھتے بڑھتے وہ ایک خام مکان کے متصل پہنچا تو نصرانی عرب تیز تیز چلکر اسکے برابر آیا اور سلام کر کے پوچھا اے عربی بھائی مجھے تمہاری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ان راہوں سے اجنبی ہو اور اگر میرا خیال مجھے فریب نہیں دیتا تو یقیناً تم آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس گاؤں میں داخل ہوئے ہو:-

سعد۔ (اسکی طرف متوجہ ہوتے ہوئے) تمہارا خیال بالکل صحیح ہے میں مسافر ہوں جو چلتا پھرتا ہوا یہاں آنکلا ہوں

عرب۔ مگر تم حلب کی طرف سے آرہے ہو!

سعد۔ ہاں فی الحال تو خاص قلعہ حلب سے آ رہا ہوں!

قلعہ حلب؟ عرب نے تعجب سے سعد کا منہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔ حلب کا قلعہ تو آجکل محصور ہے۔ عربوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے آمد و رفت کی تمام راہیں مسدود ہیں اور شاید کوئی قلعہ سے نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتا:۔

سعد۔ یہ بھی سچ ہے لیکن میں قلعۂ حلب ہی میں تھا بطریق یوقنا بڑا چالاک شرار ہے۔ جب موقعہ پاتا ہے قلعہ سے نکلکر عربوں پر چھاپا مارتا ہے اور فی الفور لوٹ مار کر کے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے گذشتہ رات وہ پانچسو بہادروں کو لیکر قلعہ سے باہر نکلا تھا میں ساتھ تھا۔ اتفاق سے مسلمان ہوگئے انہوں نے دو سو جوانوں کو گھیر کر قتل کر دیا یوقنا بھاگ قلعہ میں داخل ہو گیا لیکن میں ساتھ نہ جا سکا

عرب۔ پھر اب کیا ارادہ ہے۔

سعد واپس جانے میں تو خطرہ ہے عرب کچھ پائینگے تو فوراً قتل کر دینگے اسلئے اعزاز جا رہا ہوں۔ جبتک یوقنا اور عربوں میں تصفیہ ہو لیگا وہیں قیام کروں گا!

عرب۔ کیا تم یوقنا کے ملازم ہو!

سعد۔ نہیں!

عرب۔ پھر انکی فوج کے ساتھ کیسے ہوگئے

سعد۔ یہ قصہ بہت طویل ہے مختصراً حکایت یوں سمجھو کہ میں انطاکیہ سے چل کر مسلمانوں کے لشکر میں اسیر ہوا وہاں سے چھوٹنے پر یوقنا کی خدمت میں رہا اب اعزاز جا رہا ہوں!

عرب۔ کیا اعزاز میں تمہارے رشتہ دار لوگ رہتے ہیں؟

سعد۔ ہاں یودیز نامی ایک نوجوان ہے!

عرب۔ یوویز کون ؟ وہی جو حضرت لاوان کی مصاحبت میں رہتا ہے
سعد۔ ہاں! تم اس سے واقف ہو!
عرب۔ ایک سرکار میں رہنے سے ملاقات شناسائی ہوگئی پانچ چھ ماہ ہوئے جب وہ ادہر سے گذرا تھا:۔
سعد۔ کیا اسکے ساتھ کوئی اور بھی تھا!
عرب۔ ہاں ایک نوخیز خوبصورت لڑکی تھی جسے وہ اپنی بنتِ عم بتاتا اور منگیتر ظاہر کرتا تھا۔ لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
سعد۔ لیکن سے تمہاری کیا مراد ہے کیا وہ اسکی منگیتر نہ تھی
عرب۔ اس باب میں تو میں کوئی صحیح رائے نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس لڑکی سے گفتگو کرنیکا موقعہ ہی نہیں مل سکا۔ البتہ یوویز کی حرکتوں اور احتیاط سے اتنا ضرور سمجھ لیا تھا کہ وہ اس سادہ لوح لڑکی کو بھی اپنی نفس پرستی پر بھینٹ چڑھانے کا خواہشمند ہے چونکہ وہ تمہارا رشتہ دار ہے اسلئے میں صراحت کرنا نہیں چاہتا تم خود اسکے کردار سے واقف ہوگے:۔
سعد۔ ہر چند وہ میرا رشتہ دار ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جو جیسا ہوگا ویسا ہی کہا جائیگا۔ اگر کوئی مضائقہ نہ ہو تو اپنے متعلق بھی دو چار جملے بیان کردو کہ درمیان میں تکلف اور پردہ داری باقی نہ رہے!
عرب۔ میں حضرت دناس کا ملازم ہوں میرا نام عصمہ بن عرفجہ ہے اور بادشاہ کی جانب سے حالات جنگ معلوم کرنیکی خدمت پر مامور ہوں
سعد۔ آہا تم عصمہ ہو۔ میں نے قلعہ میں غسانی جاسوسوں سے بارہا تمہارا

نام سنا ہے (معانقہ کر کے) تم سے ملکر بہت خوشی ہوئی میں بہی مفید خبریں لیکر اعزاز جا رہا ہوں۔ چونکہ دربار میں پیش ہونیکا کوئی ذریعہ نصیب نہ تھا اسلئے پریشان تھا اور یوڈویز سے کام نکالنا نہ چاہتا تھا۔ اسلئے کہ وہ دُوسروں کی محبت سے فائدہ اٹھانیکا عادی ہے

عصمہ۔ کیا تم بھی جاسوس ہو؟

سعد۔ جاسوسی میرا پیشہ تو نہیں ہے چونکہ عربوں کے لشکر میں ایک مہینہ قیام کرنیکی بدولت انکے اکثر رازوں سے واقف ہو چکا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ اس حسن اتفاق سے فائدہ اٹھا کر اہل ملت کو فائدہ پہنچاؤں اسلئے یہ ارادہ کیا ہے:۔

عصمہ۔ اور تمام صلیب پرستوں کو یہ خیال ہونا چاہئیے بہر نوع میرا مکان تمہارے لئے حاضر ہے تمہاری صورت سے خستگی نمایاں ہے چلکر آرام کر دو۔ دو چار دن کے بعد اعزاز چلے جانا میں ایسا انتظام کر دونگا کہ تم آسانی سے دربار میں باریاب ہو سکو!

سعد نے عصمہ کی دعوت قبول کی دونوں آگے پیچھے تمام مکان میں داخل ہوئے جہاں عصمہ نے رُوحی تکلف کیساتھ اسکی ضیافت کی وہ رات سعد نے عصمہ کیساتھ بہرہ میں بسر کی دوسری صبح اگرچہ عصمہ نے اُسے روکنا چاہا مگر اُس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ چونکہ مجھے فلادیہ کی خبر لینی ہے ڈر رہا ہوں کہ وہ سادہ لوح ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یوڈویز کے فریب آجائے اسلئے جلد از جلد پہنچنا چاہتا ہوں

عصمہ۔ اب فلادیہ کی نسبت کوئی کوشش سود مند ہوتے معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اُسے یوڈویز کیساتھ رہتے پانچ چھ ماہ گذر چکے ہیں اس درمیان میں یوڈویز کو اُس کے ساتھ جو فریب کرنا ہوگا کر چکا ہوگا:۔

سعد۔ تاہم ممکن ہے فلادیہ کو میری امداد کی ضرورت ہو

اسکے بعد اُس نے عصمہ کو مجبور کیا کہ وہ اس معاملہ میں زیادہ اصرار نہ کرے اور جو پیام بھیجنا ہو اُسے عطا کر دے تاکہ وہ بحفاظت ورا ہس کنیخد متیمیں پہنچا دے عصمہ نے ایک سربمہر خریطہ اسکے حوالے کیا اور کچھ زبانی پیغامات دے کر رخصت کر دیا بسعد مکان سے باہر آیا اور سیدھا اعزاز کیطرف روانہ ہوگیا۔ اعزاز کم وبیش ایک فرسخ پر تھا اسلئے وہ دو گھنٹہ میں درمیانی مسافت طے کر کے شہر میں داخل ہوگیا۔ اس نے عصمہ سے جدا ہوتے وقت رومی لباس پہن لیا تھا کہ غیر جنسیت کی وجہ سے اہل اعزاز اس سے مشتبہ نہ ہو جائیں اس نے کسی اور طرف جانے سے بہتر تصور کیا کہ سیدھا لاوان کے محل میں جائے اور اسکی معرفت ورا ہس کنیخد متیمیں حاضر ہونے کی سعی کرے اُسے معلوم تھا کہ فلادیہ شہزادی نیتون کا کوئی نہ کوئی پیغام ضرور لائی ہوگی اور اسکے ذریعے سے لاوان تک رسائی بھی حاصل کی ہوگی اسلئے اسکی کیفیت دریافت ہونیکی امید کیجا سکتی ہے تو لاوان سے ۔ جس وقت سعد لاوان کے محل پہنچا اس وقت لاوان اپنی اس بیٹھک میں موجود تھا جسمیں وہ اکثر ان لوگوں سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ جو اُسکے پاس کوئی آرزو لیکر حاضر ہوتے تھے فلادیہ ابھی تک اسکی ماں کے پاس تھی چونکہ اسکی تربیت اخلاق میں پرورش ہوئی تھی اسلئے اس نے اپنے پسندیدہ خصائل سے سارے محل کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا محل کے تمام چھوٹے بڑے اسکی عزت کرتے تھے ۔ خود لاوان اور یوقنا بھی اُس سے خوش تھے اور ہر طرح کا خیال رکھتے تھے اسکی راحتوں اور آسائش کا جملہ سامان فراہم کر دیا تھا۔ فلادیہ کے چند روز قیام ہی میں لاوان کو یوقنا کی شرارت کا راز معلوم ہو چکا تھا اور اُس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت ورا ہس سے کسی محل میں اس کا ذکر کرے گا اور اعتنائی

حکم حاصل کرلیگا جسکی بنا پر یوویز اپنے شاد بیکے منصوبوں میں کامیاب ہوسکے گا۔

یوویز بھی ان حالات سے غافل نہ تھا اسے بعض گوئیدو کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ اسکی شرارتوں کا راز طشت از بام ہوچکا ہے محل شاہی کی مقتدر ہستیاں اسکے افعال ذمیمہ سے آگاہ ہوچکی تھیں اور اب اسکی وہ عزت و وقعت باقی نہیں ہے جو پہلے تھی یہی سبب تھا کہ اس نے رفتہ رفتہ شہزادہ لاوان کیخدمت میں آنا بند کردیا تھا اور اکثر روپوش رہا کرتا تھا اسے خطرہ پیدا ہو چکا تھا کہ فلادیہ کی ریشہ دوانیاں کبھی نہ کبھی اسکی بیخکنی کا باعث ثابت ہونگی۔ چونکہ فلادیہ کی بدولت اسے یہ خطرات و نقصانات پیش آئے تھے اسلئے اس نے طے کرلیا تھا کہ ہر ممکن کوشش سے فلادیہ پر قابو حاصل کرکے اس سے قصاص لیگا مگر فلادیہ شاہی محل میں تھی اور وہاں تک اس کا دسترس نہ تھا خود فلادیہ حد درجہ کی احتیاط برتنے کی عادی تھی۔ چنانچہ جس دن سے اس نے محل کے اندر قدم رکھا اس روز سے ایکدفعہ بھی باہر آنیکی کوشش نہ کی تھی البتہ وہ صبح اور شام کو شہزادہ لاوان کیخدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور اسکے لئے اسے باہر نکلنے کی ضرورت نہ تھی محل کے اندر ہی اندر آتی اور دو چار چار گھنٹے لاوان کی خدمت میں حاضر رہکر شہزادی بیون کے تذکرے سے اس کا غم غلط کرتی اس وقت بھی وہ لاوان کے سامنے بیٹھی ہوئی وہ حالات بیان کررہی تھی جب پہلے پہل شہزادی بیون کے محل میں پہنچی تھی ٹھیک یہی وقت تھا کہ حاجب نے زمین ادب چوم کر سعد کے حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ فلادیہ سعد کا نام سنتے ہی چونک پڑی چاہا کہ خود اٹھکر باہر جائے لیکن لاوان نے اسے روک کر حاجب کو اجازت دی کہ وہ سعد کو حاضر کردے۔ تھوڑی دیر میں سعد نے کمرہ میں داخل ہوکر شہزادہ لاوان کو مجرا کیا پہلے تو اسکی نظر فلادیہ سے دوچار نہ ہوئی مگر جب عصمہ کا دیا ہوا خریطہ

پیش کر سکو آگے بڑھا تو فلاویہ کو وہاں موجود پا کر چونک پڑا اُس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا قریب تھا کہ وہ دوڑ کر فلاویہ کو گلے لگا لے مگر ادب شاہی ملحوظ رکھتے ہوئے ضبط کیا لاوان نے خریطہ اُسکے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے :-

سعد۔ عصمہ بن عرفجہ نے یہ خریطہ حضور میں پیش کر دینے کی خواہش کی تھی!

لاوان۔ تم قلعہ حلب میں تھے اور بقول فلاویہ تم یوقنا کی قید میں! پھر وہاں سے کیونکر رہائی پائی؟

سعد۔ مجھے شہزادی زینون نے آزاد کر کے حضور میں فلاویہ کی خیریت دریافت کرنے کے واسطے روانہ کیا ہے :-

لاوان۔ شہزادی کا مزاج تو بخیر ہے؟

سعد۔ مسیح کے کرم سے انہیں اور کوئی تکلیف نہیں بجز حصار غنیم اور دلی افکار کے لاوان کے چہرہ کا رنگ بدلنے لگا افسوس وہ اپنی عزیز از جان شہزادی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تھوڑی دیر تک وہ مخود بیٹھا رہا پھر بولا سعد کیا تم مجھے کسی تدبیر سے اپنے ساتھ وہاں لے جا سکتے ہو؟

سعد۔ میرے دست و بازو میں اتنی طاقت نہیں کہ آپکو بحفاظت پہنچا سکوں

لاوان۔ مگر تم تو مسلمانوں کے حصار سے صحیح و سالم نکل آئے

سعد۔ میری تو کہیئے اگر مجھے عرب ہلاک کر دیتے تو کچھ نقصان نہ تھا کیونکہ میری ایک ذات روم کیلئے کچھ زیادہ وقیع نہیں برخلاف اسکے کسی بڑی ہستی کا نقصان ملک کا نقصان ہے یہ موقعہ ایسا نہیں کہ حضور بنفس نفیس اتنا بڑا خطرہ برداشت کریں پیام رسانی کیلئے ہم غلامان سرکار حاضر ہیں :-

لاوان تھوڑی دیر تک سر جھکائے غور کرتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر فلادیہ کی طرف متوجہ ہوا
فلادیہ! تم سعد کے ٹھہرنے کا کچھ انتظام کر دو۔ میں تنہائی میں غور کرنا چاہتا ہوں۔ فلادیہ سعد کو لئے اس کمرہ سے باہر آئی اور محل کے ایک حصہ میں پہنچی جو نسبتاً محفوظ اور الگ واقع ہوا تھا۔ ایک آرام دہ کمرہ میں سعد کو ٹھہرایا اور اسکی ضرورت کی جملہ چیزیں مہیا کر دیں۔ سعد نے اُسے گلے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ وہ واقعات دریافت کئے جو اتنے عرصہ میں پیش آئے تھے۔ پھر شروع سے آخر تک اپنی سرگذشت کہہ سنائی۔ گھنٹہ دو گھنٹے میں جب ان باتوں سے فراغت ہوئی تو کہا۔ بیٹی فلادیہ شکر ہے کہ تم پرویز کے شر سے محفوظ رہیں۔ ورنہ اس نے تو تمہاری زندگی برباد کرنیکا عزم پورا کر لیا تھا
فلادیہ۔ جی ہاں شہزادی صاحبہ کا خط آنے کے بعد تو اس کا وار چل ہی گیا تھا۔ حسن اتفاق سے ایک فقرہ سوجھ گیا جس سے جان بچگئی:۔

سعد۔ اب پرویز کی کچھ خبر ہے؟

فلادیہ۔ بالکل نہیں!

سعد۔ غالباً وہ کسی نئے فریب کی تیاری میں مصروف ہوگا

فلادیہ۔ لیکن یہاں اسکی دسترس نہیں چل سکتی

سعد۔ سچ ایسا ہی کریں اچھا تم اب محل میں سدھارو میں ذرا شہر جاؤنگا۔ مدت کے بعد یہاں آیا ہوں قدیم دوستوں کو تلاش کرنا ہے نہ معلوم کون کون زندہ ہے اور کون کون مر گیا ہے تم بالکل بچہ تھیں جب جرجیس نے انطاکیہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ تمہاری ولادت سے پہلے جب میں اعزاز میں رہا کرتا تھا تو توما نامی ایک شریف آدمی رہتا تھا وہ تمہارے باپ جرجیس کا بہت بڑا دوست اور رازدار تھا۔ جوانی میں اکثر دونوں ایک ساتھ رہا کرتے تھے مجھ سے بھی

توماس کا یارانہ تھا مگر اتنا نہیں جتنا جرجیس سے تھا۔ پچیس برس پہلے کی بات ہے اسکے بعد میں حجاز، یمن، عراق و عرب کا سفر کرتا رہا اور پھر انطاکیہ مقیم ہوگیا۔ جب سے جرجیس نے وفات پائی تمہاری دیکھ بھال کا تنہا میں ہی ذمہ دار ہوگیا اور اسکے بعد سے سیر و سیاحت کا موقعہ بھی کم کم ملا۔ اب اتنے دنوں کے بعد آیا ہوں تو جی چاہتا ہے تلاش کرکے ان لوگوں سے ملاقات کروں۔ نہ معلوم زندگی میں آئندہ کبھی ان سے ملنے کا اتفاق ہو یا نہ ہو:۔

فلاویہ۔ ضرور جائیے لیکن لیویز سے ہوشیار رہیگا وہ نہایت کمینہ آدمی ہے

سعد۔ تم مطمئن رہو لیویز میرے ساتھ کوئی فریب نہیں کرسکتا!

سعد نے ایک ہفتہ اعزاز میں قیام کیا اور اس اثنا میں اسے پرانے کئی ایک دوستوں سے ملاقات کرنیکا موقعہ ملا۔ توماس کو بہت تلاش کیا مگر کہیں سراغ نہ ملا اور نہ کوئی شخص اسکی نسبت صحیح حالات بیان کرسکا۔ اس درمیان میں اس نے شہزادہ لاوان کے مزاج میں بھی کافی درخور حاصل کرلیا اور پھر اپنی دلچسپ باتوں سے اسے اس امر پر آمادہ کرلیا کہ سعد کے واپس آنے تک کمال صبر و سکون سے انتظار کا زمانہ بسر کرے۔ جب وہ شہزادی زیتون سے ملکر واپس آئیگا تو ان تدبیروں اور منصوبوں کا ذکر کریگا جو شہزادی زیتون کی رائے سے مطابقت کرتے ہونگے اور انھیں تدبیروں پر عمل کرکے حصول مراد کی کوشش کی جائیگی۔ لاوان اور فلاویہ نے بھی اسکی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے واپس جانیکی اجازت دیدی۔ شہزادی کے نام خطوط لکھکر اسکے حوالے کئے گئے اور پھر دونوں نے بخوشی اسے رخصت کردیا۔ وہ نویں صبح کو اعزاز سے حلب کیجانب چل کھڑا ہوا۔

بارہواں باب (۱۲)

ابوالہول کا خواب

ابو عبیدہ بن الجراح نے جب سے واس ابوالہول کی شجاعت کی داستان سنی اسکی ملاقات کیلئے مشتاق رہنے لگے بہت ممکن ہے خدا تعالیٰ نے اس شخص کو کشود کار اور مسلمانوں کی بہتری کیواسطے بھیجا ہو یہی خیال تھا جسے دل میں لئے ہوئے وہ ابوالہول سے فتح حلب کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے لیکن فوجی معاملات میں کچھ ایسے گھرے ہوئے تھے کہ تفصیلی ملاقات کیواسطے کوئی وقت نہ نکال سکتے تھے کئی موقعوں پر انہوں نے واس کو طلب کرنا چاہا پھر کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آجاتا جسکی وجہ سے خاموش ہو جانا پڑا۔ اسی طرح کئی روز گذر گئے ایک دن انکی خدمت میں سرداران فوج حاضر ہوئے ان میں خالد بن الولید اور سراقہ بن لنداس بھی شامل تھے معاملات جنگ کیمتعلق گفتگو چھڑی ہوئی تھی اور ہر سردار اپنی فہم و ذکاء کے مطابق مشورہ پیش کر رہا تھا۔ اثنائے کلام میں ابوالہول کا ذکر نکل آیا تو ابو عبیدہ نے کہا۔ یا ابا سلیمان اس دن تم نے ابوالہول کے باب میں عجیب و غریب داستان بیان کی تھی میرا ارادہ ہے کہ اس سے تفصیلی ملاقات کروں اور دیکھوں کہ وہ قلعہ حلب کے بارے میں کیا خیال رکھتا ہے

خالد۔ بہت مناسب ہے۔ اللہ بزرگ سے توقع ہے کہ وہ اس ملاقات کا کوئی مفید نتیجہ ظاہر کریگا۔

ابو عبیدہ۔ مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی غیبی آواز کہہ رہی ہے کہ فتح حلب کی کنجی اس کے پاس ہے:۔

خالد۔ پھر کیا موانع ہیں جو آپ اس سے ملاقات نہیں فرماتے!

ابو عبیدہ۔ موانع تو اسکے سوا کچھ نہیں کہ موجودہ واقعات سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ ادھر متوجہ ہو سکوں اور یہ مناسب نہیں کہ اسے طلب کروں کیونکہ اس طرح سے اسکی ناگواری کا خیال ہے:۔

سراقہ۔ امیر کو اسکا خیال نہ کرنا چاہیئے وہ اشارہ پاتے ہی سر آنکھوں سے حاضر ہو جائیگا

ابو عبیدہ۔ مسلمانوں کی سعادتمندی سے یقین ہے کہ وہ میری چھوٹی سے چھوٹی خواہش کو بھی ستردنہ کرینگے لیکن کیا یہ اچھا نہیں کہ میں خود وقت نکال کر اس کے پاس جاؤں

سراقہ۔ بیشک اسمیں اس کی عزت افزائی ہے لیکن جو ہم خادموں کا غلام ہے اس پر امیر کو ہر طرح کا حق حاصل ہے اگر اسکی وقعت بڑھانا منظور ہے تو ہمیں اجازت دیجئے ہم اسے امیر لخدمتمیں حاضر کریں:۔

ابو عبیدہ۔ کیا وہ تمہارا غلام ہے؟

سراقہ۔ ہاں یہ فخر کندہ اس کے قبیلے کو نصیب ہے کہ خدا نے اُسے ایسا بہادر غلام عطا فرمایا ہے

ابو عبیدہ۔ اچھا تو تم اُسے یہاں لا سکتے ہو؟

سراقہ۔ جس وقت امیر ارشاد فرمائیں اسی وقت وہ حاضر ہو سکتا ہے

ابو عبیدہ۔ (خالد سے) ابا سلیمان تمہاری کیا رائے ہے ابھی اسے بلا کر مشورہ کیا جائے:۔

خالد۔ فتح کی تجاویز سوچنے میں جس قدر عجلت کی جائے بہتر ہے!

ابوعبیدہ - سراقہ! خدا تم کو جزائے خیر دے جاؤ اور اپنے بہادر غلام وامس کو لے کر ابھی حاضر ہو :-

سراقہ بن کندہ اس خیمہ سے نکلکر چلے گئے تھوڑی ہی دیر میں سارے لشکر میں یہ خبر پھیل گئی کہ امیر ابوعبیدہ نے وامس کو اپنے خیمہ میں طلب فرمایا ہے غلاموں کو اس عزت افزائی پر دلی مسرت تھی اور وہ اسلام کی برکات کا شکر کر رہے تھے جس نے ان میں خادم و مخدوم کا اگلا فرق نہ رکھا تھا۔ مذہب نے آقا اور غلام کو ایک رشتۂ اخوت میں جکڑ دیا تھا اور وہ آپس میں بھائی بھائی ہو رہے تھے حالانکہ دوسری اقوام میں غلاموں کی حالت اس وقت بھی بہت ناگفتہ بہ تھی۔ سراقہ کا حکم پاتے ہی وامس امیر ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہو گیا۔ اس نے اپنی تلوار اٹھا کر گلے میں حمائل کی اور کندھوں پر چرمی ڈھال رکھی اور سپاہیانہ وضع سے اپنے آقا کے ساتھ ہو لیا جس وقت وہ لشکر گاہ سے گذر رہا تھا تو لوگ اس کی پرہیبت صورت اور طویل القامتی کو دیکھکر متحیر ہوتے جاتے تھے وہ بہادرانہ شان سے ٹہلتا ہوا امیر کے خیمہ میں داخل ہوا اور سلام کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا:۔ امیر ابوعبیدہ نے اُسے بالکل قریب بلا کر سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ خدا کی حمد و ثناء کی اور اسکے بعد فرمایا۔ کیا تمہارا ہی نام وامس ہے :-

ابوالہول - اللہ جل شانہٗ امیر کی شان دوبالا کرے ہاں میرا ہی نام وامس ہے

ابوعبیدہ - میں نے تمہارے متعلق عجیب عجیب واقعات سُنے ہیں واقعی! تم ان کے اہل معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے بشرے سے شجاعت اور فہم و فراست آشکارا ہے مگر میں بطور نصیحت چند باتیں کہنا چاہتا ہوں اُنھیں غور سے سُنو

ابوالہول - ارشاد ہو میں سننے کو تیار ہوں!

ابوعبیدہ - تم اور تمہاری قوم اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کرنے اور خدا کے دشمنوں سے لڑنے کے واسطے اپنا وطن اپنی جائداد اور اپنے اہل و عیال کو خدا کے سپرد کرکے یہاں تک آئی ہے کوئی شبہ نہیں کہ ایثار و مواسات کا یہ حق بہادری ادا کر سکتا ہے مگر میں تم کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب تک تم اور تمہارے بھائی نبد جتنی لڑائیاں لڑتے رہے ہیں وہ اس جنگ سے بالکل مختلف تھیں وہاں ایسے پہاڑ تھے نہ اس طرح کے سنگین قلعہ تھے بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ تم لوگ ان چیزوں کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ باوجود اسکے تم نے اس روز یوقنا کے فریب کا مردانہ وار جواب دیا تاہم تمہیں اپنی جانوں پر رحم کرنا چاہیئے اس طرح ہتھیلی پر سر لیکر دشمنوں میں گھس پڑنا مناسب نہیں کیونکہ ایک ایک مسلمان اللہ بزرگ و برتر کے نزدیک بہت قیمتی ہے میں نہیں چاہتا کہ میری قیادت میں مسلمانوں کا خون بہے اور میں اس کا جوابدہ ٹھہروں :-

ابوالہول - امیر نے جو کچھ فرمایا بجا و درست ہے اور میں آئندہ اس نصیحت پر عمل کروں گا لیکن اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اب سے پہلے میں نے قوم جہرہ پر بار ہا تاخت کی ہے اور اکثر انکے اموال و اسباب پر قبضہ کیا ہے انکے پہاڑ نہایت بلند اور انکے درے حد سے زیادہ پیچدار اور دشوار گذار تھے حلب کے یہ پہاڑ انکے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے پھر جب وہ فلک بوس پہاڑ میرے ارادوں میں مخل نہوئے تو یہ کب میری راہ میں حائل ہو سکتے ہیں۔

ابوعبیدہ - بیشک تمہارے ہوشیار اور دانشمند ہونے میں کوئی کلام نہیں میں نے اور لوگوں کی زبان سے تمہارے کارناموں کا ذکر سنا ہے اور خیال کرتا ہوں کہ بیان کرنیوالوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بے حقیقت نہیں ہے اسلئے تم سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہوں:-

ابوالہول - امیر کو جو کچھ پوچھنا ہے شوق سے پوچھیں جو میری سمجھ میں آئیگا صفائی کے ساتھ عرض کروں گا ۔

ابو عبیدہ - ہم لوگ آٹھ مہینے سے اس قلعہ کا محاصرہ کئے پڑے ہیں اس درمیان میں بہت سی تدبیریں کیں لیکن یوقنا بڑا چالاک سردار ہے وہ ہماری تمام تدبیروں کو بخس کر دیتا ہے تمہاری عقل و فراست کی تعریف سنکر جی چاہا کہ اس بارے میں تمہاری رائے بھی معلوم کروں ۔ اب تم قلعہ فتح کرنیکے باب میں جو رائے مناسب سمجھتے ہو اُسے ظاہر کرو کہ مسلمانوں کو اس فکر سے رہائی نصیب ہو !!

ابوالہول - جب میں اس طرف روانہ ہوا ہوں تو راستے ہی سے تدبیروں پر غور کرتا ہوا چلا تھا اور بہت سی ترکیبیں سوچ بھی چکا ہوں لیکن اُنھیں ظاہر کرنے سے پہلے ایک خواب بیان کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ امیر اجازت عطا فرمائیں

ابو عبیدہ - تمہارا خواب یقیناً مبارک ہوگا میں اُسے سننے کا مشتاق ہوں

ابوالہول - جب سے خواب دیکھا ہے میرا دل گواہی دے رہا ہے اسکی تعبیر بہتر ہی ہوگی

ابو عبیدہ - وہ خواب کیا ہے !

ابوالہول - میں نے ایک رات عالم رویا میں دیکھا کہ میری قوم اور میں بعض حریفوں پر تاخت و تاراج کے واسطے روانہ ہوئے ہیں لیکن کوئی ایسا سبب پیش آگیا ہے جسکی بدولت مجھے بہت پیچھے رہجانا پڑا ہے اسلئے کوشش کر رہا ہوں کہ جس طرح ممکن ہے جلد جلد راہ طے کر کے اپنے قبیلے سے جا ملوں اسی دھن میں دوا دوی کرتا ہوا چلا جا رہا ہوں جب اپنے قبیلے کے قریب پہنچا تو انھیں اس عالم میں پایا کہ وہ ایک مقام پر خیمہ زن ہیں اور نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ آگے بڑھنے کا قصد کرتے ہیں نہ پیچھے لوٹتے ہیں

بلکہ اسی جگہ سراسیمگی کی حالت میں ہیں میں ان کا یہ حال دیکھکر حیران ہوگیا اور ان سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایک جگہ جمکر بیٹھ گئے ہو آگے بڑھتے ہو نہ پیچھے ہٹتے ہو! انھوں نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے جوابدیا کہ کیا تم کو وہ پہاڑ نظر نہیں آتا جسکی بلند چوٹیاں آسمان سے ملی ہوئی ہیں اور وہ ہمارے راستہ میں سد سکندری ہوگیا ہے اسکی وجہ سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اسمیں کوئی جوف کوئی درہ بھی ایسا نہیں ہے جسمیں ہوکر ہم لوگ اس طرف جاسکیں میں نے انکی بتائی ہوئی سمت کیطرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک فلک شکوہ پہاڑ آسمان سے سر ملائے کھڑا ہے اور بظاہر کوئی راستہ ایسا نہیں دکھائی دیتا جسکے ذریعہ سے اسے عبور کیا جاسکے میں نے نگاہوں نگاہوں میں تجسس شروع کی اور ایک راستہ دیکھکر خوشی سے چلا اٹھا وہ دیکھو کیا تم نے اس شگاف کا خیال نہیں کیا۔ جو پہاڑ میں نظر آرہا ہے اگر کوشش کیجائے تو ہم لوگ اسکے اندر ہوکر گذر سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے ادہر ادہر دیکھتے ہوئے جوابدیا کہ ہاں ہم لوگوں نے اس کا امتحان کیا تھا۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اسکے اندر ہوکر گذرنیکی کوئی سبیل معلوم نہیں ہوتی میں نے حیرت سے اس کا منہ دیکھتے ہوئے پوچھا آخر کیوں نہیں گذر سکتے؟ انھوں نے جوابدیا کہ اسکے اندر عظیم الجثہ اژدہا بیٹھا ہے جو شخص اسکے نزدیک جائیگا وہ اسے فوراً ہلاک کر دیگا میں نے ذرا ہمت بڑھاتے ہوئے کہا کہ اے قوم! کیا تم متفق اور مجتمع ہوکر بھی اس پر حملہ کرنیکی جرأت نہیں رکھتے؟ انھوں نے یکزبان ہوکر جوابدیا کہ نہیں ہرگز نہیں اسکے منہ سے شعلے نکل رہے ہیں اور کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ ہم لوگ اسکے قریب بھی جا سکیں۔ میں نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا کہ اچھا ایک تدبیر کرو۔

انھوں نے پوچھا کیا؟ میں نے کہا کسی تدبیر سے تم لوگ اسکی پشت پر جاؤ اور پیچھے سے حملہ کر کے اُسے ہلاک کر ڈالو۔ انہوں نے کہا۔ ابوالہول! تم نہ معلوم کیسی باتیں کر رہے ہو وہ اژدہا نہایت موٹا تازہ ہے اسکی جسامت نے سارے شگاف کو بند کر دیا ہے اور اتنی جگہ بھی نہیں کہ ہم میں کا کوئی شخص دب دبا کر اسکی پشت پر پہنچ سکے۔ یہ سُنکر میں نے ان لوگوں کو انکے حال پر چھوڑ دیا اور خود شگاف کے قریب جا کر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جسکے ذریعہ سے اژدہے کی پشت پر پہنچ سکوں۔ بہت دیر تک تلاش کرتے رہنے کے بعد ایک تنگ راستہ دکھائی دیا میں بڑی جدوجہد کے بعد کسی نہ کسی طرح دب دبا کر اس سوراخ میں داخل ہوا اور بہزار دقت وخرابی اژدہے کی پشت پر جا پہنچا۔ اب حوصلہ بڑھ گیا اور میں نے اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا جب میری قوم نے مجھے شگاف کے اندر جاتے ہوئے دیکھا تو اسکی جرات بڑھی اور اس نے بھی مجھ تک پہنچنے کی سعی کرنا شروع کی لیکن بڑی دقت سے مجھ تک پہنچ سکی میرے پاس آکر انہوں نے دیکھا کہ اژدہا مرا پڑا ہے اور راستہ میں کوئی خوف نہیں ہے اس سے اسکی شادمانی بڑھ گئی اور لوگ بیباک ہو کر غل کرتے ہوئے دشمن پر حملہ ور ہونے کو پہاڑ پر چڑھنے لگے اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں اس خیال سے نہایت محظوظ ہوا کہ اللہ تعالے نے قلعہ حلب کی فتح میرے لئے مخصوص کر دی ہے

ابوعبیدہ۔ واسس تمہارا خواب نہایت مبارک ہے انشاءاللہ یہ ہمارے لئے بشارت اور ہمارے دشمنوں کے لئے خسارت کا سبب ہوگا!

اسکے بعد امیر ابوعبیدہ نے واسس ابوالہول کو وہیں روک رکھا اور چند آدمیوں کو حکم دیا کہ تم لوگ ابھی سارے لشکر میں منادی کرادو کہ وہ یہاں آئیں اور اس خواب کو سُنکر

آئندہ جنگ کے متعلق مشورہ کریں۔ اس حکم کی فی الفور تعمیل ہوگئی۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ رؤسائے مسلمین اور امرائے مومنین جوق در جوق فرداً فرداً جمع ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑے عرصہ میں سارا میدان خدا کی فوج سے مملو ہوگیا۔ امیر لشکر کے واسطے ایک منبر بچھایا گیا اور ابو عبیدہ بن الجراح نے اس منبر پر جاکر کہنا شروع کیا۔ ایہا الناس اللہ تبارک تعالےٰ نے ہماری مدد فرمائی اور ہماری فتح و ظفر کا سامان غیب سے مہیا کردیا۔ آپ لوگ اس ابوالہول کا خواب غور سے سماعت فرمائیں جو شخص اس پر یقین کرے گا اسکے لئے موعظت و نصیحت ہے جو حضرات دور ہوں انھیں اسلئے قریب آجانا چاہیئے کہ وہ اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کی بخوبی سماعت کرسکیں اور جو قریب ہوں انھیں گوش ہوش سے سننا چاہیئے" اسکے بعد آپ خاموش ہوگئے اور سارے مجمع پر سکوت طاری ہوگیا لیکن جس طرح سمندر کی وہ موجیں جو سکون کے عالم میں نہایت خاموشی کے ساتھ بلند ہو ہوکر پھر سطح پر بیٹھ جاتی ہیں۔ مجمع میں پر امن تلاطم شروع ہوا۔ جو لوگ دور تھے وہ اپنے امیر کی تقریر اور ابوالہول کا خواب سننے کے اشتیاق میں قریب آگئے پھر نظم درست ہو جانیکے بعد ابوالہول اس نے اپنا وہی خواب جو ابو عبیدہ کے روبرو بیان کیا تھا۔ حاضرین کے گوشگذار کیا اور جب خواب کا ذکر تمام ہوا تو پھر ابو عبیدہ منبر پر گئے اور حاضرین کو متوجہ کرکے تقریر کو ان الفاظ سے شروع کیا۔ یا معاشر الناس! اللہ پاک عزوجل نے کتاب مبین میں اپنے حضرت محمدؐ کی زبان مبارک سے ہمارے دشمنوں پر غلبہ اور حسب مراد ہماری کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے وہ کبھی اپنے وعدہ کیخلاف نہیں کرتا میں نے منت مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں حلب کا قلعہ فتح کرادیا تو میں اپنی استطاعت کیمطابق لوگوں کے ساتھ

احسان و سلوک کروں گا اور اس کا خواب سننے کے بعد میرے دل میں راسخ ہو گیا ہے کہ انشاء اللہ
ضرور بالضرور قلعہ حلب پر قابض ہو جائینگے (گروہ مجاہدین سے آواز بلند ہوئی) ایہا الامیر اس
خواب کی کیا تعبیر ہے۔ (ابو عبیدہ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے جواب دیا) میری رائے
میں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس نے جس فلک اور دشوار گذار پہاڑ کو خواب میں دیکھا ہے
وہ ہمارا دین اسلام ہے اور ہمارے آقائے دوجہاں حضرت محمدؐ کی سنت راشدہ ہے اور وہ
اژدہا جو اسکی قوم کی راہ میں حائل تھا اور جسے اس نے شمشیر جوہر دار سے ہلاک کر دیا
یقیناً کوئی امر احسن ہے جسے خدائے قادر و توانا اس کے ہاتھوں انجام کو پہنچانا چاہتا ہے

گروہ مسلمین۔ یا امیر اب آپ ہمیں اسکے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟

ابو عبیدہ۔ میں آپکو خدا سے ڈرنے اور تقویٰ کرنیکا حکم دیتا ہوں اسکے بعد غنیم
سے بذوق و شوق لڑنے اور ان پر عرصۂ جنگ تنگ کرنیکا خواہشمند ہوں اب آپ لوگ
اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس ہو جائیں اور اپنے اسلحہ کو درست فرمالیں خدا نے چاہا تو کل
صبح آپکو غنیم کیطرف روانہ کر دیا جائیگا اگر موجودہ رائے کیخلاف کوئی اور مشورہ بہتر ہو
تو اس سے اطلاع دیجائیگی اسلئے کہ جو لوگ میرے نزدیک معتبر ہیں اور میں ان
پر اعتماد کرتا ہوں ان سے صلاح کئے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا!

گروہ مسلمین۔ ایہا الامیر! اللہ جل شانہٗ آپکی رائے کو توفیق دے اور آپکو
اپنے دشمنوں پر مظفر و منصور فرمائے اسکی ذات سمیع و علیم ہے ہماری عادل کو
سنتی اور دلوں کی خواہشوں کو جانتی ہے:-

اسکے بعد مجاہدین رخصت ہو کر اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس گئے اور آلات
حرب و ضرب کی درستی میں مصروف ہو گئے۔ امیر ابو عبیدہ کے پاس منتخب لوگ رہ گئے

انھیں میں وہ مس ابوالہول بھی تھا کیونکہ اُسے امیر ابو عبیدؓ نے روک لیا تھا۔ کچھ دیر تک تو ہر شخص بجائے خود ساکت وصامت رہا اور دل ہی دل میں غور کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابو عبیدہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ مس! میں نے تم کو اسلئے روک لیا تھا کہ قلعہ کو مفتوح کرنیکے بارے میں مشورہ طلب کروں۔ اب تم بتاؤ کہ تم نے فتح کے باب میں کیا رائے قائم کی ہے کونسی تدابیر اختیار کی جائیں جو کارآمد ہوں!

ابوالہول۔ ایہا الامیر! واقعی یہ قلعہ نہایت بلند اور مستحکم واقعہ ہوا ہے جو بڑی بڑی فوجوں کو عاجز اور تجربہ کار حملہ آوروں کو بے دست وپا کر دیتا ہے اسکے محصورین کو محاصرہ کرنیوالے مطلق تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن غور کرنیکے بعد میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے اس تدبیر کے سوا کسی دوسری ترکیب سے مغلوب نہیں ہو سکتے خدا نے چاہا تو میں اپنی اس تدبیر کو اہل قلعہ کے خلاف عمل میں لاؤنگا خدا کے فضل سے توی امید ہے کہ میری وہ تدبیر مفید ثابت ہوگی اور ہم انکے اہل وعیال اور مال پر قابض ہو جائینگے!

ابو عبیدہ۔ (مشتاق ہوکر) وہ مس تم نے تو اس طرح بیان کیا جیسے تمکو اسکی کامیابی کا پورا یقین ہے

ابوالہول۔ بے شک میرا دل ایسا ہی کہہ رہا ہے

ابو عبیدہ۔ تو بیان کرو وہ کیا تدبیر ہے

ابوالہول۔ یا امیر خدا کی عنایت سے آپ رمز شناس و نکتہ داں واقع ہوئے ہیں آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی راز افشا کر دیا جائے تو پھر وہ راز نہیں رہتا اور اسکے اندر جتنے فوائد ہوتے ہیں وہ سب ضائع ہو جاتے ہیں دانشمند ہیں وہ لوگ جو رازوں سے کام لیکر ان سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

ابو عبیدہ۔ بیشک تم ٹھیک کہتے ہو اس سے پہلے بھی ہمیں نصرانی عرب کی

جاسوسوں سے کئی دفعہ خطرے میں مبتلا ہونا پڑا ہے۔

ابو الہول۔ اسی خیال کو مدنظر رکھکر میں نے یہ عرض کیا تھا!

ابو عبیدہ۔ خیر یہ تو بیان کرو کہ اس تدبیر پر عمل کرنیکے واسطے ہمیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہوگی تاکہ انھیں فراہم کر لیا جاوے اور وقت پر کسی شے کی کمی محسوس نہ ہو!

ابو الہول۔ میری رائے میں آپکو اپنے لشکر کیساتھ قلعہ والوں کے سامنے جا کر قیام کرنا چاہیئے تاکہ انھیں یقین ہو جائے کہ اہل عرب ہم سے مقابلہ کرنیکو آمادہ ہیں اور بغیر قلعہ فتح کئے ہوئے واپس نہ ہونگے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ انکے قلوب پر ہماری ہیبت جم جائیگی اور وہ اتنی آزادی سے ہمکو نقصان پہنچانیکی جرات نہ کرینگے جس طرح سے ابتک عمل کرتے رہے ہیں اس درمیان میں میں اپنی مجوزہ تدابیر پر عمل کرنیکی سعی کرونگا مجھے یقین ہے کہ خدا ان تدبیروں کو ضرور کامیاب کرے گا!

دوسری صبح ابو عبیدہ بن الجراح نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا مجاہدین اسلام نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کئے میانوں سے تلواریں نکالیں اور عربی نیزے سنبھالکر اہل قلعہ کے مقابل پھر اسی جگہ جا ٹھہرے جہاں شروع میں قیام پذیر تھے غل ہنگامہ سنکر رومیوں کی ایک جماعت فصیل پر آ کھڑی ہوئی اور مسلمانوں کا جوش دیکھکر دل ہی دلمیں سہمنے لگے انکے دلوں پر ہیبت طاری ہو گئی اور بہتوں نے قصد کر لیا کہ ہم قلعہ سے نکلکر کھلے میدان میں ہرگز جنگ نہ کرینگے چنانچہ جب مسلمانوں نے حملے کا ارادہ کیا تو وہ قلعہ کی دیوار اور برجوں سے پتھروں اور تیروں کی بارش کرنے لگے:۔

چوبیس گھنٹے تک اسی طرح جنگ جاری رہی فریقین کو معمولی نقصانات کے علاوہ کوئی خاص خطرہ پیش نہ آیا۔ ایک دن اور ایک رات کی جنگ نے دونوں پر تھکن

طاری کردی اور لڑائی کا سلسلہ بند کردیا گیا۔ لیکن مجاہدین اسلام محاصرہ کئے پڑے رہے اسی طرح سے سینتالیس روز گذر گئے۔ کبھی جنگ ہوئی اور کبھی امن رہا مگر کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ابوالہول نے بھی اس مدت میں اپنی تجویز کی ہوئی صدہا تدبیریں عمل کیا لیکن رومیوں کو زک دینے میں کسی طرح کامیاب نہ ہوسکا:-

تیرہواں باب (۱۳)

ابوالہول کی تدبیریں

ابوالہول کو حلب کا قلعہ فتح کرنیکی دھن میں خود اپنا بھی ہوش نہ تھا۔ تن تنہا اپنی جدوجہد میں لگا رہتا تھا۔ مجاہدین اسلام چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں مصروف تھے مگر ابوالہول ان تدبیروں پر عمل پیرا تھا۔ جو اس نے قلعہ کو مفتوح کرنیکے واسطے پہلے سے سوچ رکھی تھیں وہ اندھیری راتوں میں بلکہ تنہا لشکر سے نکلجاتا اور کسی خفیہ راستے کی تلاش میں پہاڑیوں کے پھیرے لگایا کرتا لیکن اسکی یہ سعی بار آور نہ ہوسکی۔ کیونکہ رومیوں نے اپنی حفاظت میں کامل حزم واحتیاط۔ ودانائی وہوشمندی سے کام لیا تھا۔ انہوں نے تمام وہ راہیں مسدود کردی تھیں جدہر سے حریف کے داخلے کا امکان ہوسکتا تھا۔ وہ راتوں کی تاریکی میں بھی قلعہ سے باہر نکلنے اور آمدورفت رکھنے سے احتراز کرتے تھے اور تا مقدور مسلمانوں کو اتنا بھی موقعہ نہ دیتے تھے کہ وہ ان سے دست بدست شمشیر زنی کرنے کا ارادہ کرسکیں۔ ابوالہول فتح کی جدوجہد میں فصیل قلعہ سے قریب تر ہو جاتا تھا حتے کہ اسکے کانوں میں ان لوگوں کے گفتگو کرنیکی آواز آنے لگتی تھی۔ جو فصیل پر قلعہ کی حفاظت کیلئے جمع ہوتے تھے باوجود

اس تحریک کے بھی وہ اپنے منصوبوں کو عملی تشکیل میں لانے سے قاصر تھا اب اسے مجاہدین اسلام کی وہ باتیں باور ہونے لگی تھیں جو انہوں نے رومیوں علی الخصوص یوقنا کی ہوشیاری کے متعلق بیان کی تھیں اور جنھیں سننے کے بعد اس نے بیان کرنے والوں کا مضحکہ اڑایا تھا وہ دل ہی دل میں اہل قلعہ کی حزم و احتیاط کا قائل ہوتا جاتا تھا اور اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ ان کے ساتھ دھوکا کرنا دشوار سے دشوار تر ہے لیل و نہار اسی رفتار سے گزر رہے تھے جو رفتار ابتدا سے مقرر ہے کئی مسکراتی ہوئی صبحیں افق پر نمودار ہوئیں شام سے بدلیں ابوالہول کھانے پینے اور آرام کرنے کے خیالات کو بالائے طاق رکھ کر کسی مکر و حیلہ کی فکر میں لگا رہا لیکن کشود کار اس کی طرف سے آنکھیں پھیرے رہی۔ بہت سی تاریک اور روشن راتیں آئیں اور دنیا کو اپنے اثرات سے متاثر کرتے ہوئے گذر گئیں تاہم ابوالہول کے دل کو کامیابی کی مسرت سے دوچار ہونا نصیب نہ ہوا۔ وہ جس طرح اول روز کی سعی میں ناکام رہا تھا۔ اسی عنوان سے اب بھی ہمدام ہے دنوں سے ہفتے اور ہفتوں سے مہینہ بنا اس طرح سے سینتالیس روز تمام ہو گئے پھر بھی حصول مقصد کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوئی۔ سوچتے سوچتے اور غور کرتے کرتے اس کا طرار دماغ ماؤف ہو گیا کیادانہ ذہنیت شکستگی محسوس کرنے لگی مگر کوئی مفید مطلب تدبیر ذہن نشین نہ ہوئی۔ شرم و ندامت نے اس کی آنکھوں کو نیچا کر دیا۔ وہ مجاہدین اسلام سے نگاہیں ملا کر کلام کرتے شرمانے لگا۔ اس کا غرور کا ذاتی خاک میں ملتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

ان رومیوں نے جنھیں اس نے کوئی وقعت نہ دی تھی اس کی چالاکیوں اور فطرتوں کا گھروندا توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ باوجود ان ناکامیوں کے بھی ابوالہول نے مایوس ہو جانا بہتر نہ سمجھا وہ ہر ناکامی کے بعد زبردست کوشش کرتا ایک تدبیر کے بعد دوسری تدبیر پر عمل کرتا اور اپنی جدوجہد سے باز نہ آتا تھا۔ اس نے بطور خود طے کر لیا تھا کہ جیتے جی

تنگ عار گوارا نہ کروں گا۔ جبتک دم میں دم باقی ہے قلعہ فتح کرنیکی کوشش کئے جاؤنگا اگر مجاہدین اسلام خوف زدہ ہو کر محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہونگے تو میں تنہا ہزاروں دشمنوں سے جنگ کروں گا اور اس وقت تک اپنی تلوار کو نیام میں نہ کرونگا جبتک قلعہ پر قابض نہ ہو جاؤنگا یا رومیوں کی خونریز تلواریں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کردیں:

اس وقت بھی جبکہ سہانی صبح کا آفتاب کوہستان حلب کی بلندترین چوٹیوں پر طلاکاری کرنے میں مصروف ہے اور فضائیں اسکی نورانیت سے اکتساب ضیا کرتی ہوئی چمک اٹھی ہیں۔ ابوالہول ایک پہاڑی کے نشیب میں پتھر کے ایک ٹکڑے پر سرنگوں بیٹھا ہوا غور و فکر کر رہا ہے اُسے چاروں طرف سے پہاڑی کے ننگے ننگے سیاہ جسیم پتھروں نے اپنے جھرمٹ میں لے رکھا ہے اور وہ اپنی سیاہ فامی کی بدولت ان میں اس طرح سے چھپ گیا ہے کہ بادی النظر میں اس کا وجود و عدم یکساں معلوم ہوتا ہے اسکی کشادہ۔ سیاہ و چمکدار پیشانی پر غور و فکر نے موٹی موٹی شکنیں پیدا کردی ہیں سفید سفید آنکھوں کے وسط میں بھونرا جیسی سیاہ پتلیاں ایک جگہ جمکر رہ گئی ہیں بلکہ نشست بلکہ اعضائے جسمانی کی چھوٹی سے چھوٹی حرکت بھی اُسکے اندرونی افکار کی آئینہ داری میں مصروف ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیر سے اہم ترین عقدہ حل کرنیمیں سرگرم ہے کبھی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی بحالی بتاتی ہے کہ اس نے بحر تفکر میں ڈوبکر در مقصود کرلیا ہے پھر فوراً ہی حالت تبدیل ہو جاتی ہے صورت سے اوداسی برسنے لگتی ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر زمین میں نگاہیں گاڑ دیتا ہے گویا جو تدبیر خاطر نشین ہوئی تھی وہ ناقابل اطمینان ثابت ہوئی اور اب وہ کوئی اور صورت پیدا کرنیکی سعی میں مشغول ہے۔

بہت دیر گذر گئی متعدد دفعہ اسکی صورت میں تبدیلیاں واقع ہوئیں بہت مرتبہ بحالی

اور بہت دفعہ مایوسی کا جلوہ نظر آیا۔ امید و یاس کی گاؤ دوڑیاں ہوتی رہیں مگر فیصلہ کن کوئی بھی ثابت نہ ہوئی۔ اسی جدوجہد میں آفتاب اسکے سر پر آ گیا اسکی حرارت پاش شعاعیں موسمی برودت کے سرد اثرات میں مستور ہو گئیں اور ابوالہول کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا انبساط کامیابی سے آنکھیں روشن ہو گئیں اور اس نے زانوئے فکر سے سر اٹھایا گویا اس نے کلید کامیابی حاصل کر لی ہے اور اسکے ذریعہ قفل مقصد کھول سکیگا۔ وہ زیر لب تبسم کرتا ہوا اپنی نشست سے اٹھا اور کامیاب سپہ سالار کیطرح قدم اٹھاتا ہوا اسلامی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو گیا راستے کی ناہمواری اسکے لئے کوئی رکاوٹ پیدا نہ کر سکی وہ چھوٹے بڑے نکیلے پتھروں کو روندتا نشیب و فراز سے گذرتا ہوا کیمپ کی میں داخل ہو گیا ابو عبیدہ بن الجراح سرداران اسلام کیساتھ اپنے خیمہ میں بیٹھے تھے۔ سینتالیس دن کی جدید جنگ نے بھی کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جس سے مفید نتیجہ نکل سکتا۔ انھیں خدا کے فضل سے یقین تھا کہ ابوالہول کی چالاکیاں کشود کار کا باعث ٹھہرینگی مگر محاصرہ کی طوالت مجبور کر رہی تھی کہ وہ اپنے خیالات کو تبدیل کر دیں وہ جنگ ہی کے متعلق گفتگو میں مصروف تھے انکی اور تمام سرداران لشکر کی پر آرزو نگاہیں ابوالہول کی طرف لگی تھیں۔ کئی روز ہو چکے تھے کہ ابوالہول کا پتہ نہ تھا اسکی نسبت کسی کو بھی علم نہ تھا کہ وہ ہنوز بقید حیات ہے یا فتح کی کوشش کرتے ہوئے رومیوں کے ہاتھ سے شہید ہو گیا:

اہل الرائے سرداروں کا مشورہ تھا کہ ابو عبیدہ چند جاسوس اسکی تلاش میں روانہ کریں تاکہ وہ اسکے حالات کا سراغ لگا کر واپس آئیں اور اس کی ان کاروائیوں کو جو لشکر سے غیر حاضری کے زمانے میں کرتا رہا ہے بیان کریں"۔

ہنوز کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ ابوالہول نے خیمہ میں داخل ہو کر سلام کیا مسلمانا

سردار اُسے زندہ وسلامت دیکھکر خوش ہوگئے اور ابو عبیدہ نے اُسے قریب بلاکر بیٹھنے کا حکم دیتے ہوئے پوچھا۔ واس ابو الہول! تم کہاں تھے ہم لوگ تمہاری پوشیدگی سے نہایت متشوش ہو رہے تھے۔ کہو ان سینتالیس دنوں میں تم نے کیا کیا؟

ابو الہول۔ ایہا الامیر! میں اس عرصہ میں ایک گھڑی کیلئے بھی خاموش نہیں بیٹھا میرا یہ زمانہ تدابیر سوچنے اور ان پر عمل کرنے میں صرف ہوا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے ہزاروں ہی تدبیریں میرے ذہن میں آئیں اور میں نے ان سبکو عملی جامہ پہنا کر آزمایا۔ افسوس ان رومیوں پر کسی تدبیر کا اثر نہ ہوا یہانتک کہ میں خود ہی عاجز و پریشان ہوگیا۔ گذشتہ رات سے میں برابر اپنے دماغ پر زور دے رہا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ آج سے پہلے میں نے کبھی اتنا غور و خوض نہ کیا تھا۔ ابھی ایک صورت خاطر نشین ہوئی ہے خدا سے امید ہے کہ وہ تدبیر کارگر ہوگی اور ہم اپنے حریفوں پر فائز المرام ہونگے:-

ابو عبیدہ۔ خدا تم کو جزائے خیر دے وہ کیا تدبیر ہے

ابو الہول۔ آپ مجاہدین کے گروہ میں سے تیس سرفروشوں کو منتخب کرکے میری ماتحتی میں دیدیں اور انھیں تاکیدی حکم فرمادیں کہ میں ان سے جس کام کیواسطے عرض کروں اسکی تعمیل میں سرمو فرق نہ فرمادیں:-

ابو عبیدہ بن الجراح نے ابو الہول کی خواہش کے مطابق تیس نبرد آزما جوانوں کو منتخب کیا جسمیں کعب بن ضمرۃ الضمری بھی بطیب خاطر شامل ہوگئے تھے اور انھیں ابو الہول کی ماتحتی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ یا معاشر المسلمین آج میں آپ لوگوں پر ایک غلام اندی واس ابو الہول کی ماتحتی میں دیتا ہوں اور ساتھ ہی حکم دیتا ہوں کہ آپ لوگ جس طرح میرے احکام کی بجا آوری میں تامل نہیں کرتے اسی طرح ابو الہول کے

مشوروں پر عمل پیرا ہوجئے آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ آپ سے حسب نسب میں بہتر شہسواری و شجاعت میں برتر ہے حاشا و کلا میرے وہم میں بھی یہ بات نہیں ہے اس حکم کی یہ وجہ بھی نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ لوگ حقیر و ذلیل ہیں اسلئے ایک غلام آپ پر افسر بنایا گیا ہے خدا شاہد ہے اگر میرے ہاتھ میں لشکر اسلام کے نظم و نسق کی باگ ڈور نہ ہوتی تو میں اس کام کیواسطے سب سے پہلے ابوالہول کی ماتحتی قبول کرتا میرا دل ہی گواہی دے رہا ہے کہ خدا تعالیٰ حلب کا قلعہ آپ حضرات کے ہاتھوں سا فتح کرائیگا۔ اور یہی اس حکم کی غرض و غایت ہے :-

قتیجہ مجاہدین۔ ایہاالامیر! خدا نہ کرے کہ ہمارے دلمیں آپکی جانب سے کوئی بدگمانی پیدا ہو ہمکو یقین ہے کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں ہمیں اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی مضمر ہوتی ہے اسلئے ہم کو آپکے احکام کی تعمیل میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا ابوالہول تو ایک مسلمان غلام ہے خدا کی قسم اگر آپ ہم پر کسی کافر کو بھی سردار مقرر کردیں تو ہم اسکی اطاعت سے روگردانی نہ کریں ہم پر اول خدا۔ اسکے بعد آپکی فرمانبرداری فرض ہے یا اس شخص کی جسکی اطاعت کا آپ حکم دیں :-

ابوعبیدہ خدا آپ حضرات کو جزائے خیر دے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی میرے کانمیں کہہ رہا ہے کہ خدائے قادر و توانا ابوالہول کے ہاتھوں سے حلب کا قلعہ فتح کرائیگا اسلئے آپ اللہ جل شانہ پر بھروسہ کرکے اسکے ساتھ روانہ ہوجائیں آپکو یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے سردار حضرت محمدؐ نے اکثر اوقات پر روسائے عرب اور سادات مسلمین پر ان کے غلاموں کو افسر مقرر فرمادیا ہے چونکہ ابوالہول نہایت معاملہ فہم نکتہ دان اور تجربہ کار ہے اسلئے وہ اپنی عقل و تدبیر سے مسلمانوں کو بہت کچھ فائدہ پہنچائیگا

(ابوالہول سے) یا دمس ابوالہول اب اور کیا چاہتے ہو؟

ابوالہول۔ اب امیر اپنے لشکر کو لیکر یہاں سے کوچ فرمائیں اور ایک فرسخ کے فاصلے پر جاکر پڑاؤ ڈالیں۔ لیکن لشکریوں کو چلنے پھرنے کی قطعی ممانعت فرماویں بلکہ انھیں تاکیدی حکم دیدیں کہ وہ حتی المقدور اپنے آپکو رومیوں کی نظروں سے چھپی رکھیں اور دو نہایت ہوشیار شخصوں کو منتخب کرکے ہماری نگرانی مقرر کردیں تاکہ وہ ہمارے کاموں کو دیکھتے رہیں اور گھڑی گھڑی کے حالات سے آپکو مطلع کرتے رہیں انھیں یہ بھی فہمائش کردیجائے کہ وہ ہر آئیندہ روندہ کی آنکھوں سے پنہاں رہیں دونوں آدمی ساتھ ساتھ نہ رہیں کیونکہ اس طرح انکے دیکھے جانے کا خدشہ ہے وہ خاردار جھاڑیوں اور دشوار گذار گھاٹیوں میں چھپتے ہوئے ہماری نگرانی کریں انکے ساتھ اسلحہ جنگ بھی نہ ہونا چاہیئے البتہ اپنی حفاظت کیواسطے ایک ایک خنجر لے لیں اور ہمہ وقت ہم پر نظر رکھیں۔ جب ہمیں رومیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھیں تو لپک کر آپکو مطلع کردیں اور آپ فوراً مجاہدین اسلام کو لیکر رومیوں کی سرکوبی کیلئے تشریف لے آئیں

ابوعبیدہ۔ دمس ابوالہول تمہاری زیرکی اور کاردانی میں کوئی شبہ نہیں تم نے بڑے تجربہ کی صلاح پیش کی ہے اور انشاءاللہ میں اس رائے پر عمل کروں گا:۔

ابوالہول۔ امیر کی حوصلہ افزائی ہے جو ایسا فرماتے ہیں کاش میری یہ تدبیریں مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوں (اپنے ماتحتوں سے) معزز بہادرو جبتک لشکر کوچ کرے ہم لوگوں کو اس صحرا میں مخفی رہنا چاہیئے کیونکہ جب فوج کوچ کریگی تو رومی قلعہ کی فصیل پر آکر ضرور ملاحظہ کرینگے اس وقت ہمیں چھپنے اور پوشیدہ جگہ تلاش کرنے میں دشواری ہوگی۔ آپ لوگوں کے پاس بجز ایک تلوار اور ایک ڈھال کے کوئی ہتھیار نہ ہونا چاہیے

تیس جوانوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس ابوالہول نے بھی زرہ زیب جسم کی خنجر کپڑوں کے نیچے مخفی کیا۔ توشہ دان ہمراہ لیا اور اپنے دستہ کو ساتھ لیکر جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب لشکرگاہ سے کسی قدر فاصلہ پر پہنچ گیا تو عام نگاہوں سے چھپتا چھپاتا ہوا پہاڑ کے ایک غار پر پہنچا اور اپنے ساتھیوں کو اسکے اندر داخل ہونیکا حکم دیا۔ وہ غار اندر سے وسیع تھا اور اتنی گنجائش تھی کہ پچاس ساٹھ آدمی اسمیں آرام و عافیت سے بسر کرسکیں۔ سب سے پہلے کعب پھر ان کا غلام عاصم اور اسکے بعد بقیہ اٹھائیس جوان غار میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔ ان سب کے بعد ابوالہول داخل ہوا اور غار کے دہانے پر بوّاب بنکر بیٹھ گیا۔ واس ابوالہول کے روانہ ہونیکے دو گھنٹہ بعد لشکر نے کوچ کردیا۔ انکی روانگی سے ایک ہنگامہ مچگیا۔

مجاہدین نے اللہ اکبر کے زہرہ گداز نعرے بلند کیے جنکی ہیبت اور جلالت سے زمین لرزنے لگی۔ لشکر سے خلاف معمول شور بلند ہونیکی وجہ دریافت کرنے رومی قلعہ کی فصیل پر چڑھ آئے لشکر کے کوچ کرنے سے انھیں گمان ہوا کہ مسلمان محاصرہ کی مصیبت سے عاری ہوکر بھاگ رہے ہیں۔ خوشی سے انکے چہرے چمکنے لگے۔ ایک بار پھر انکے دلمیں جنگ کا ولولہ پیدا ہوا اور انہوں نے یوقنا کی خدمت میں حاضر ہوکر لڑائی کی اجازت طلب کی اور کہا کہ اگر ہم کو حکم ملجائیگا تو ہم ابھی قلعہ سے نکلکر ان بھگوڑوں کا تعاقب کریں اور انھیں گھیر کر ماریں۔ مگر یوقنا نے انھیں روکدیا اور وہ فصیل پر کھڑے ہوئے مسلمانوں پر طعن کرتے رہے۔ لشکر اسلام کوچ کرتا ہوا ایک فرسخ کے فاصلے پر جا پہنچا اور خیمے ڈیرے وغیرہ نصب کر دیئے گئے۔ لیکن خالد بن الولید نے امیر ابوعبیدہ سے حاصل کر کے ہزار بہادران نبرد آزما

کو ساتھ لیا اور اگلی جگہ سے صرف ایک میل کے فاصلے پر ایک جنگل میں قیام کیا تاکہ ضرورت پڑنے پر حلب سے جلد اس ابوالہول کی امداد کر سکیں۔ ان انتظامات میں دن ڈوب گیا۔ رات کی تاریکی نے ننگی ننگی پہاڑیوں کوہستانی وادیوں اور جنگلوں کو بھیانک بنا دیا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور اس ابوالہول کو اپنا کام جاری کرنے کا موقعہ مل گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے متوجہ ہو کر بولا۔ بہادرو آپ لوگوں میں کون ایسا ہے جو اپنی جان کو خدا کی راہ میں وقف کرے اور قلعہ کی طرف جا کر رومیوں کی خبر دریافت کرے۔ بہت ممکن ہے اس طرح وہ کسی ایسے شخص کو گرفتار کر سکے جس کے ذریعہ سے ہم قلعہ میں جانے کا راستہ معلوم کر سکیں یا کوئی ایسا راز دریافت کر سکیں جو ہمارے واسطے مفید ثابت ہو!

جملہ تمام کر کے اس نے جواب کا انتظار کیا۔ غار میں بالکل سکوت طاری رہا کسی کے منہ سے کوئی جواب نکلا۔ ابوالہول نے تین مرتبہ اپنے سوال کو دہرایا۔ کعب نے جواب میں کہا ابوالہول ہم میں سے ہر شخص تعمیل امر کو موجود ہے لیکن خیال یہ ہے کہ مبادا ہم لوگ کوئی غلطی کر کے تمہاری تدبیروں کو نقصان نہ پہنچا دیں ابوالہول نے کہا آپ لوگ سچ کہتے ہیں اس جگہ میرا ہی کام ہے اچھا سب حضرات اس وقت تک میرا انتظار فرمائیں جب تک میں واپس آؤں۔ اتنا کہا اور غار سے نکل کر قلعہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات اندھیری تھی اور راہیں سنسان وہ چھپتا چھپاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچکر آہٹ معلوم ہوئی اور وہ ایک بڑے پتھر کی آڑ میں چھپ گیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک رومی آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ خوش ہوا کہ دیر تک انتظار کی زحمت نہ ہوئی اور شکار ہاتھ لگ گیا جس طرح

بلی چوہے کی تاک لگا کر موقعہ کی منتظر رہتی ہے وہ اس رُومی کے نزدیک آنے کا
انتظار کرنے لگا۔ رومی گردوپیش کے حالات سے بیخبر اطمینان سے بڑھتا رہا اسکے
وہم میں بھی نہ تھا کہ شیر اسکی تاک میں کہسار کے اندر پوشیدہ ہے وہ جیسے ہی پتھر کے مقابل آیا
ابوالہول نے جست کر کے جھپٹ لیا اور ہاتھ پاؤں ہلانیکا مطلق موقعہ نہ دیا اسے زمین
پر گرا کر سینہ پر خنجر رکھدیا اور انگلی کے اشارے سے خاموشی کا حکم دیتے ہوئے مشکیں
کسنا شروع کردیں اس نے بھی خاموشی ہی میں سلامتی دیکھی اور ابوالہول کے کسی کام میں
تعرض نہ کیا۔ ابوالہول اسکی مشکیں کسے ہوئے غار میں واپس آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔
کہ اس سے پوچھو یہ کون ہے اور آیا ہمیں فتح حلب کے متعلق کوئی مفید بات بتا
سکتا ہے کعب نے اس سے سوال کیا لیکن اس نے رومی زبان میں کچھ کہا جس کا مطلب
کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ ابوالہول کو محنت رائگاں جانے کا افسوس ہوا اور اس نے اس
رومی کو اپنے ساتھیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر پھر قلعہ کی طرف جانیکا قصد کیا اور اپنے
ہمراہیوں کو انتظار کی تاکید کر کے چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک تلاش میں گھومتا رہا حسن اتفاق
سے ایک رومی راہگیر اور ہاتھ لگ گیا اُسے بھی پکڑ کر غار میں لایا۔ مگر یہ کوشش بھی
بیکار ثابت ہوئی کیونکہ یہ بھی عربی زبان میں کلام کرنے سے قاصر تھا اور مجاہدین اسلام
رومی زبان سے محض ناآشنا تھے۔ مجبوراً ابوالہول کو اُسے چھوڑ کر پھر جانا پڑا۔ اسی طرح
سے وہ کئی بار گیا اور دس آدمیوں کو گرفتار کر کے لایا لیکن کوئی بھی اُسکے سوال کا جواب
دے سکا۔ جوں جوں انکو کوشش میں ناکامی ہوتی تھی اس کا غیظ و غضب بڑھتا جاتا تھا
اور وہ دل ہی دل میں دشمنوں کی زبان پر نفریں کرتا تھا۔ کیونکہ انکی بولی اسکی سمجھ سے باہر
تھی۔ آخر وہ جھنجھلایا ہوا اُبھر گیا اور جوش میں فصیل کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ چونکہ قلعہ والوں

کو مسلمانوں کے کوچ کر جانے سے اطمینان ہو گیا تھا اور رات کے پردے میں بوقنا سے چھپ چھپ کر عازم شہر ہوئے تھے ان کے عزیز و اقربا حلب میں تھے اور محاصرہ قائم ہو جانے کی وجہ سے کسی طرح کا پیام و سلام نہ کر سکتے تھے موقعہ ہاتھ آتے ہی ہر شخص اپنے عزیزوں سے ملنے اور انکی خیریت معلوم کرنیکے شوق میں قلعہ سے نکلتا تھا اور ابوالہول کے ہاتھ میں اسیر ہو جاتا تھا۔ ابوالہول کو بر فصیل انتظار کرتے تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک شخص نے اپنے آپکو قلعہ سے نیچے گرا دیا۔ پتھریلی زمین پر اسکے گرنے سے آواز پیدا ہوئی۔ جو رات کی خاموش فضا میں دور تک گئی۔ ابوالہول نے بھی اُسے سُنا وہ شکار کی طرف شیر کی طرح جھپٹا۔ گرنیوالے کے کولہے اور پاؤں میں شدید چوٹ آئی تھی جسکی وجہ سے اسمیں حرکت کرنیکی طاقت باقی نہ رہی تھی اور وہ دل ہی دل میں اس حماقت پر افسوس کر رہا تھا کہ ابوالہول کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا:۔

ابوالہول نے جب دیکھا کہ اسمیں چلنے کی طاقت نہیں ہے تو پیٹھ پر لاد کر غار کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اسے ایک اور رومی ملا جو نہایت موٹا تازہ اور شہ زور معلوم ہوتا تھا۔ ابوالہول نے اپنے اسیر کو ایک طرف لٹا دیا اور اس گرانڈیل رومی پر حملہ کرنے کو بڑھا۔ رومی نے اسے دیکھ لیا اور شاید اس کا ارادہ بھی سمجھ گیا تھا اسلئے پہلے ہی اپنی تلوار سے حملہ کر دیا۔ اگر ابوالہول بغلی ڈوبکر وار کو خالی نہ دیتا تو یقیناً دو ٹکڑے ہو جاتا۔ مگر اس نے کمال پھرتی سے حریف کا وار خالی دیکر اسکی کلائی پکڑ لی اور دونوں میں کشتی شروع ہوئی۔ کوئی شبہ نہیں کہ رومی نہایت طاقتور تھا مگر ابوالہول کے کس بل کا مقابلہ نہ کر سکا اور تھوڑی ہی دیر میں مغلوب ہو گیا۔ ابوالہول نے اُسے خاموشی کے ساتھ تعمیل امر کا حکم دیا اور اپنے عمامہ سے اسکی مشکیں کسیں پھر مجروح

رومی کو پچھڑا دیا اور اسیر کو ساتھ لیکر غار میں آیا۔ ان کاموں سے اُسے تقریباً دو گھنٹے کے بعد فرصت ہوئی۔ مدت انتظار اسکے ہمراہیوں کیواسطے نہایت تشویشناک تھی۔ لوگ اسکے انتظار میں نعل در آتش ہو رہے تھے۔ جوں جوں دیر ہوتی تھی اُنھیں ابوالہول کی شہادت کا یقین ہوتا جاتا تھا اور اب تو انھوں نے طے کر لیا تھا کہ وہ ضرور اپنی کوشش میں ناکام رہکر رومیوں کی تلوار کی بھینٹ چڑھ گیا انھوں نے غار سے نکلیں کہ سامنے سے ابوالہول دو اسیروں کو ساتھ لئے آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اُسے صحیح و سالم دیکھکر باغ باغ ہو گئے۔

چودہواں باب (۱۴)

"فتح حلب"

ابوالہول نے غار میں داخل ہو کر مضروب کو ایک کنارے لٹا دیا اور اپنے حریف کو سامنے کھڑا رکھا۔ پھر مسلمانوں سے متوجہ ہو کر کہا۔ بہادرو خداتعالیٰ سے اُمید ہے کہ اس دفعہ کی کوشش ضرور بار آور ہوگی میں نے ان دونوں کو شدید محنت کے بعد پایا ہے اب کی ارادہ کر کے نکلا تھا کہ جس طرح بھی ہوسکیگا ایسے شخص کو گرفتار کرونگا جس سے مطلب کی باتیں دریافت ہو سکیں!

کعب۔ یا ابوالہول ہم لوگ تمہارے واسطے نہایت پریشان تھے اب کے تم نے واپس ہونے میں خلاف معمول دیر لگائی!

ابوالہول۔ بے شک مجھے تاخیر ہوئی کیونکہ اس دفعہ بڑھتا ہوا فصیل قلعہ کے سایہ تک پہنچ گیا اور منتظر ہوا کہ کوئی قلعہ سے برآمد ہو تو اُسے اسیر کروں تھوڑی دیر بعد دھماکے کی آواز آئی اور میں اس آواز کی طرف جھپٹا (مضروب کی طرف اشارہ کرکے) اور اُسے زمین پر نیم بے ہوش حالت میں پایا۔ میرا گمان ہے کہ اسکے گرنے میں کوئی راز ضرور مخفی ہے اور محض اس راز کے معلوم کرنے کے واسطے پیٹھ پر لاد کر لا رہا تھا کہ راستہ میں اس گراندیل رومی کا سامنا ہو گیا اس نے فوراً اپنی تلوار سے حملہ کیا مگر خدا نے مجھے اسکے شر سے محفوظ رکھا اور میں اسے گرفتار کرکے یہاں لایا ہوں۔ خدا اس پر لعنت کرے عجب وحشی اور بیہودہ زبان بولتا ہے بہر نوع آپ لوگ اُن سے دریافت فرمائیں ممکن ہے کوئی آفت کا اندبت ہو۔

کعب۔ (گراندیل رومی سے) کیوں اے رومی تو قلعہ کا رہنے والا ہے یا شہر کا؟

رُومی۔ (عربی میں) میں قلعہ کا رہنے والا ہوں!

کعب۔ کیا ممکن ہے کہ تو ہمیں قلعہ میں پہنچنے کیلئے مدد دے یا کوئی راستہ ایسا بتادے جس سے ہم قلعہ میں داخل ہونیکی کوشش کر سکیں!

رُومی۔ اگر میں کوئی ایسا راستہ بتادوں تو اسکے صلے میں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا

کعب۔ اگر تجھ سے کوئی ایسی خدمات انجام پذیر ہوگئی تو ہم تجھے رہا کردینگے اور پھر کوئی تعرض نہ کرینگے:۔

رومی۔ کیا اتنے بڑے کام کا معاوضہ صرف آزادی تک منحصر ہے؟

ابوالہول۔ اگر تیری خواہش مال دنیا لینے کی ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تجھے نقد بھی عنایت کرینگے:۔

رومی۔ تم لوگوں سے بجز اسکے اور کوئی توقع نہیں ہو سکتی کہ اب بالُوٹ میں سے کچھ حصہ میرا ابھی مقرر کردو لیکن تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں رومی ہوں میرا مذہب مجھے اس بیوفائی اور وطن فروشی کی اجازت نہیں دیتا اپنے بھائی برادروں کو لوٹا کر سونے چاندی کے ٹکڑے حاصل ہوئے تو کس کام کے تم لوگونکو ایک مسیحی سے ایسی غدارانہ امید رکھنی چاہیئے!

ابوالہول۔ (جوش غضب کو دباتے ہوئے) خیر! ہم بھی تجھ سے کچھ دریافت کرنا نہیں چاہتے (قیدیوں کو دکھاتے ہوئے) تو ان لوگوں سے رومی زبان میں دریافت کرو کہ ان میں کوئی شہر کا باشندہ بھی ہے یا نہیں کیونکہ اہل شہر ہماری صلح میں ہیں لہذا ہم انھیں کسی تکلیف میں مبتلا رکھنا پسند نہیں کرتے:۔

رومی۔ (ان لوگوں سے دریافت کرکے) ان لوگوں میں کوئی شہر کا رہنے والا نہیں ہے میں نے بھی ان لوگوں کو قلعہ میں بارہا دیکھا ہے!

ابوالہول۔ اچھا اب اس مضروب سے دریافت کرو کہ اس نے اپنے آپکو قلعہ کی دیوار سے کیوں گرادیا تھا؟

رومی اس مضروب کی طرف متوجہ ہوا اور دیر تک کچھ گفتگو کرتا رہا۔ ابوالہول اور انکے ساتھی ان باتوں کو غور سے سُنتے رہے مگر انکی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہ آیا تھوڑی دیر کے بعد جب رومی باتوں سے فارغ ہوا تو ابوالہول سے مخاطب ہوکر بولا!

یہ شخص کہتا ہے کہ میں اہل قلعہ سے نہیں بلکہ شہر کا رہنے والا ہوں چونکہ شہر والوں نے یوقنا کی مرضی کے خلاف عربوں سے صلح کرلی تھی۔ اسلئے یوقنا اس سے بہت زیادہ ناراض تھا۔ جب مسلمان قلعہ کا محاصرہ اٹھا کر دُور چلے گئے تو ایک دن موقعہ پاکر یوقنا شہر میں داخل ہوا اور وہاں کے اکثر مالداروں کو اپنے ساتھ قلعہ میں پکڑ لایا

ان لوگوں میں ایک میں بھی ہوں۔ قلعہ میں لانیکے بعد لوقا نے ہم لوگوں سے اتنا
مال جرمانہ کے طور پر طلب کیا جسے ادا کرنا ہمارے امکان سے باہر تھا اور جب ہم
لوگوں نے انکار کیا تو قید کر کے طرح طرح کے ظلم و ستم شروع کر دیے جن سے ہم پر زندگی
تلخ ہو گئی۔ آج حسن اتفاق سے مجھے موقعہ مل گیا اور میں کسی طرح قید خانہ سے نکل بھاگا
قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا تو امکان ہی نہ تھا لاچار شہر پناہ سے پھاند پڑا اور گرتے
ہی بے ہوشی سی طاری ہو گئی پھر اس وقت پورا ہوش آیا جب آپکے ہاتھوں میں اسیر ہو
چکا تھا اگر آپ لوگ عرب ہیں تو نقض عہد مناسب نہیں میں اہل شہر سے ہوں جو آپکی
صلح میں داخل ہیں اسلئے میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیے اور اگر عرب نہیں
تو میں فدیہ دیکر جان بچانیکو آمادہ ہوں مانگئے آپ فدیہ میں کتنا زر و مال چاہتے ہیں
ابو الہول۔ ترجمی سے تم اس شخص سے کہدو کہ ہم لوگ عرب ہیں تجھے ہم سے
بے خوف رہنا چاہیئے ہماری طرف سے تجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچیگی نہ ہم کسی فدیہ کے
طلبگار ہیں بلکہ تجھے تیرا مال مبارک ہو!
اس حکم کے بعد سیاست کے طور پر اُس نے مضروب شہری کے سوا تمام رومیوں کو
ایک صف میں کھڑا کیا اور اپنے بہادر ساتھیوں سے کہا۔ ہاں خدا آپ لوگوں کی امداد
کرے اپنے اپنے خنجر نکالکر ان کتوں کے سر اڑا دیجئے:۔ حکم کی تعمیل ہوئی
خنجر بجلیاں چمکیں اور آناً فاناً میں دس گیارہ سر تنوں سے جدا ہو کر دور جا گرے اور
دھڑ اپنے ہی خون میں تڑپ تڑپ کر سرد ہو گئے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد
آپس میں صلاح و مشورہ شروع ہوا۔ ابو الہول نے کہا:۔
میرا ارادہ ہے کہ آج رات میں قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں اور جب آفتاب

طلوع ہو تو اسکی پہلی کرن فصیل پر اسلامی پرچم لہراتا ہوا دیکھے

کعب۔ یا ابوالہول خدا تمہارے عزائم میں تقویت بخشے پر کیونکر ممکن ہے

ابوالہول۔ صرف ہمت اور حسن تدبیر سے سب کچھ ہو سکتا ہے اتفاق کے طور پر میرے ذہن میں ایک نئی اور انوکھی تدبیر آئی ہے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ ضرور کامیاب ہو گی!

کعب۔ کیا ہم لوگ سن سکتے ہیں

ابوالہول۔ میرے نزدیک سننے سے دیکھنا کہیں بہتر ہے اسلئے آپ حضرات دشمنوں کے خون سے اپنی تلواروں کو غسل دینے کے لئے تیار ہو جائیے!

کعب۔ ہم لوگ بالکل تیار ہیں

ابوالہول نے توشہ دان کھولکر اسکے اندر سے سیاہ بکری کی کھال نکالی اور اُسے اپنی کمر پر ڈالا۔ چاروں ہاتھ پاؤں سے چلتا ہوا غار سے باہر آیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی نہایت حزم و احتیاط سے عقب میں آنے کا حکم دیا وہ لوگ بھی غار سے نکلکر اسکے پیچھے پیچھے ہو لئے کچھ دور تک یہ مختصر دستہ فوج اپنے سردار کے تعاقب میں چلتا رہا۔ رات تاریک تھی اور حاملان فلک نے اپنی قندیل روشن کی تھی۔ ان لوگوں کو بڑی قباحت یہ تھی کہ راستہ دیکھا ہوا نہ تھا اور اسکی ناہمواری ایک ایک قدم پر سنگ راہ ہوتی تھی۔ مگر وہ اس ابوالہول نے قلعہ کو فتح کرنیکا عزم صمیم کر لیا تھا۔ راستہ کی کوئی دشواری اسکے ارادوں میں حارج ہونیکی قدرت نہ رکھتی تھی وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے جانوروں کی طرح راستہ طے کر رہا تھا ہوا بھی سنکتی تھی تو وہ چوکنا ہو کر ادہر اُدہر دیکھنے لگتا تھا۔ بڑھتے بڑھتے یہ قافلہ قلعہ کے سامنے جا پہنچا اور فصیل اس سے اتنی قریب ہو گئی کہ غور سے سنا جاتا تو نگہبانوں

کے باہمی ٹھٹول اور گفتگو کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں اس مقام پر پہنچکر ابو الہول نے قیام کیا۔ اسکے ماتحت مجاہدین بھی کھڑے ہو گئے اور ان سبھوں نے کان لگا کر سن گن لینا شروع کی وہی سناٹا اور وہی خاموشی کا منظر تھا جسے وہ ابتدا سے دیکھتے آئے تھے البتہ گاہے گاہے نشہ شراب سے بدمست ہو جانیوالوں کی بے تکی ہانک اور رقوحی گیت گا نیکی بھاری بھاری بیہودہ آوازیں خاموش فضا کو چیرتے ہوئے منظر کی ہیبتناکی میں اضافہ کر دیتی تھیں یا جنگلی جانوروں کے دوڑنیکی چاپ سنائی دے جاتی تھی جو ان بھیانک آوازوں سے خائف ہو کر بھاگ نکلتے تھے:۔

وہاں ابو الہول نے ایک مخفی مقام تلاش کر کے اسمیں اپنے دستہ کو چھپا دیا اور پھر ان لوگوں میں سے دو ہوشیار آدمیوں کو منتخب کر کے حکم دیا۔ آپ لوگوں نے راستہ دیکھ لیا ہے اور جا ہیں تو آسانی سے یہاں پہنچ سکتے ہیں لہذا آپ دونوں صاحب لشکر کیجانب واپس جائیے اور امیر ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ دیکھا ہے بیان کرنیکے بعد عرض کیجئے کہ ہیں انشاء اللہ تعالے صبح سے پہلے پہلے قلعہ میں داخل ہو جاونگا چونکہ رومیوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ ہمیں دفع کرنے میں کافی سے زیادہ کوشش کرینگے بہت ممکن ہے کہ انکی کثرت ہماری قلت کو شہید کرنے میں کامیاب ہو جائے اسلئے علی الصباح آپ اپنا لشکر لیکر مسلمانوں کی امداد اور قلعہ کو فتح کرنیکی غرض سے یہاں پہنچ جائیں۔ خدا نے چاہا تو قلعہ کا پھاٹک کھلا ہوا ملیگا اور سپاہ اسلام کو قلعہ میں داخل ہونے سے کوئی مزاحم نہ ہوگا:۔

دونوں قاصد لشکر کی طرف روانہ ہو گئے اور اب ابو الہول کی ماتحتی میں صرف اٹھائیس بہادر رہ گئے انہوں نے ان سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا۔ معاشر المسلمین

اللہ تعالے لا آپکے کاموں میں برکت عطا فرمائے آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ قلعہ کی فصیلیں اسقدر بلند مستحکم اور ناقابل تسخیر ہیں اس پر متصرا رومیوں کی سخت نگہداشت اور بیداری ہے یہ چیزیں ہمارے ارادوں میں حائل ہیں اور ہمیں قلعہ میں داخل ہونیکی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی۔ کیا آپ لوگوں کے ذہن میں کوئی ایسی تدبیر ہے جس پر عمل کرنے سے ہم لوگ حریف کے قلعہ میں داخل ہوسکیں۔ چونکہ آپ لوگ اکثر فتوحات حاصل کر چکے ہیں اور مختلف مقامات کی لڑائیوں نے آپکے تجربہ کو بہت بڑھا دیا ہے اسلئے مجھے اپنے مفید مشوروں سے سرفراز فرمائیے!

کعب۔ ابوالہول تمہارا یہ کہنا ٹھیک نہیں ہمکو معلوم ہے کہ تم زیرکی اور معاملہ رسی میں وحید عصر ہو۔ تمہاری شجاعت و بسالت ضرب المثل ہو چکی ہے اور حیلۂ جنگ کی تخلیق میں تمہارا دماغ منبطر ہے اسلئے تم جو سوچوگے وہ بہتر ہوگا نیز ہمیں تمہاری ماتحتی حکم دیا گیا ہے اور اسکی تعمیل کیلئے دل و جان سے حاضر ہیں خدا کی قسم اگر ہمارے تنوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور رومیوں کی تلواریں ہماری روحوں کو جنت الفردوس میں بھیجدیں تو بھی ہم تمہاری رفاقت سے باز نہیں آسکتے نہ اپنے امیر کا حکم ٹال سکتے ہیں ہم تو اسلئے ہیں کہ تم حکم دو اور ہم اسکی تعمیل کریں کہ مسلمانوں کو اسکے ذریعہ سے نفع پہنچے اور بس!

ابوالہول۔ شاباش! راسخ العقیدہ حضرات کو ایسا ہی ہونا چاہئیے آپ خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم پر نظر رکھئے انشااللہ وہ ہمیں ضرور فائز المرام کرے گا ہماری محنتیں ضائع نہ کریگا اور ہم ضرور بالضرور رومیوں کے قلعہ پر قابض ہو جائینگے ہرچند انہوں نے نگہداشت میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے ہر طریقہ سے اپنا انتظام

مکمل رکھا ہے پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ اس قلعہ کی دیواروں پر چڑھ جائیں ہاں! اے بہادران اسلام بڑھیئے اور رومی کتوں کے سنگین قلعہ پر چڑھ جایئے"!

ابوالہول جملہ تمام کرتے ہی کامل حزم و احتیاط سے فصیل قلعہ کیطرف روانہ ہوگیا۔ اسکے عقب میں اٹھائیس مجاہدین بھی چل کھڑے ہوئے اور قلعہ کی دیوار کے سائے میں گھومنا شروع کیا وہ چاہتے تھے کہ انھیں کوئی ایسی جگہ مل جائے جدھر سے دیوار پر چڑھنا آسان ہو مگر فصیل کی بلندی اور رومیوں کی بیداری سے دسترس نہ ہو سکتا تھا فصیل سے رومی سپاہیوں کے باتوں کی آوازیں صاف صاف سنائی دیتی تھیں لیکن رومی زبان کی ناواقفیت سے ان کا مفہوم سمجھ میں نہ آتا تھا:

ابوالہول نے کم و بیش ایک گھنٹہ معائنہ میں گذارا وہ جہاں جہاں گیا وہاں رومیوں کو بیدار اور دیوار کو بلند مضبوط اور محفوظ پایا ایک گھنٹہ گذرنے کے بعد وہ ایک ایسے برج کے نیچے پہنچا جسکی ارتفاع نسبتاً بہت کم تھی وہاں کا سکوت اور تاریکی بزبان حال سے بتا رہا تھا کہ ادھر نگرانی کم ہے اور رومیوں کی غفلت نے اُسے اس قابل بنا دیا ہے کہ بہادران اسلام کوشش کریں تو اس طرف سے قلعہ میں داخل ہونیکا امکان موجود ہے خوب سا دیکھ بھال کے بعد ابوالہول نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دوستو قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسجگہ رومیوں کی نگرانی یا تو بالکل ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو نہ ہونیکے برابر ہے اسلئے آپ لوگ بسم اللہ کہکر دیوار پر چڑھنا شروع کردیں!

ایک مجاہد۔ یا ابوالہول ہر چند یہ برج نسبتاً پست ہے پھر بھی دسترس سے بالاتر ہے۔ ذرا اسکی بلندی پر تو غور کرو۔ بھلا کیسے ممکن ہے کہ بغیر نردبان کے ہم میں کا کوئی شخص دیوار پر چڑھ جائے!

ابوالہول ۔ بیشک آپکا خیال درست ہے اور نردبان بھی ملنا ممکن نہیں تاہم عقل کی سیڑھی پر چڑھا جا سکتا ہے آپ تھوڑا توقف فرماویں خدا نے چاہا تو میں ابھی برج میں جانیکی تدبیر سوچے لیتا ہوں !

ابوالہول نے سر جھکا کر سوچنا شروع کیا ۔ پندرہ بیس لمحوں کے اندر اندر اسکے دماغ نے ایک راستہ پیدا کر لیا اور اس نے اپنی جماعت میں سات قوی بازو اور طاقتور جوانوں کو منتخب کیا پھر توشہ دان سے ایک رسی نکالی اور ایک شخص کو سونپ دی اسکے بعد دیوار سے ہاتھ ٹیک کر اکڑ بیٹھ گیا اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اسی طرح دیوار پر ہاتھ ٹیک کر اور اسی طرف منہ کر کے اسکے کندھوں پر بیٹھنے کو کہا مگر تاکید کر دی کہ خاموشی و احتیاط ملحوظ رہے ذرا بھی آواز نکلی تو وحشی بیدار ہو جائینگے اور پھر قلعہ میں داخلہ قریب قریب ناممکن ہو جائیگا ۔ اسکی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے دوسرے نوجوانوں نے بھی تعمیل کی ۔ اسی طرح بقیہ پانچ آدمیوں کو یکے بعد دیگرے ایک ایک کے کندھوں پر سوار کر کے سیڑھی بنالی ۔ سب سے اوپر اس شخص کو کیا جسے رسی نکال کر دی اور فہمائش کر دیکھی تھی کہ جب وہ فصیل قلعہ پر پہنچ جائے تو اس رسی کے ذریعہ اپنے دوسرے ساتھی کو اوپر کھینچ لے اور دوسرا تیسرے کو علی ہذالقیاس تمام مجاہد فصیل پر پہنچ جائیں ۔

جب آٹھ آدمی ایک دوسرے کے کندھوں پر سوار ہو چکے تو سب سے اوپر والے کو کھڑا ہونیکا حکم دیا وہ فصیل کا سہارا لیکر سہولت سے کھڑا ہو گیا پھر اسکے بعد والے کو البتہ گی کی اجازت دی ۔ وہ بھی اپنے راکب کا وزن سنبھالے دیوار کو ہاتھوں سے تھامے ایستادہ ہو گیا اسی صورت سے ساتوں جوان کھڑے ہو گئے اور آخر میں خود

ابوالہول کھڑا ہوا۔ اس ترکیب سے وہ شخص جو سب سے اوپر تھا برج کے کنگرے تک جا پہنچا اور ہاتھ بڑھا کر کانس پکڑ لی پھر کوشش کر کے برج میں داخل ہو گیا اسکے اندر ایک چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اور ایک رومی محافظ نشہ میں بدمست غافل پڑا تھا۔ اس نے کمر سے خنجر نکالکر اسکے پیٹ میں بھونک دیا اور اتنی کاری ضرب لگائی کہ وہ ذرا بھی ہلنے بغیر راہی دوزخ ہوا پھر اسکی لاش کو گھسیٹ کر برج سے نیچے پھینکدیا مسلمان مجاہدوں نے اسے فوراً جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ابوالہول کی دی ہوئی رسی لٹکائی اور بقیہ سات آدمیوں کو بھی برج میں داخل کر لیا۔ ابوالہول برج سے نکلکر فصیل پر آیا۔ یہاں اس نے اور دو رومی سپاہیوں کو سوتا ہوا پایا۔ ان دونوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا جو انکے پہلے ساتھی کے ساتھ ہوا تھا۔ انکی لاشیں بھی قلعہ کے نیچے پھینک دی گئیں اور اس برج پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جو مجاہد نیچے رہگئے تھے وہ بھی اس کمند کے ذریعہ سے اوپر چڑھا لئے گئے اور اب یہ سوچنا شروع کیا کہ اس کاروائی کو کس عنوان سے آگے بڑھانا اور کیا کرنا چاہئے۔ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد ابوالہول نے کہا۔ شجاعان عرب۔ خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنی مدد سے ہمیں یہانتک پہنچنے میں کامیابی بخشی۔ اب ہم اپنے دشمنوں کے قلعہ میں ہیں یہاں اللہ بزرگ و برتر یا خود اپنے بازوؤں کے سوا کوئی ہمارا طرفدار نہیں۔ ہمارا معاون نہیں ہم کو کسی سے امداد کی توقع نہیں اگر دشمن خبردار ہو گیا تو شدید نرغہ کریگا اور گھیر کر تلوار کے گھاٹ اتارنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریگا لیکن ہماری نظر خدا پر ہے۔ ہم بجز خدا کے کسی کی امداد پر بھروسہ نہیں کرتے ہماری تلوار

اس وقت تک ہمارا ساتھ دے گی جبتک کہ ہمارے جسم میں لہو کی ایک بوند بھی ودیعت رہیگی لہذا میں آپ لوگوں سے التجا کرتا ہوں کہ اپنے قلوب میں کسی خطرے کسی خوف کو جگہ نہ دیجئے۔ ہرچند رومی شغالوں کی کثرت ہے لیکن ایک شیر ہزار ہا لومڑیوں پہ بھاری ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آپ حضرات نہایت خاموشی کے ساتھ اس برج میں قیام کیجئے! اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہاں سے نکل کر یوقنا کا حال دریافت کروں اور دیکھوں کہ اسکی فوج جو فصیل کی نگرانی کرتی ہے کس حال میں ہے اور پھر آپ سے آکر اسکے متعلق مشورہ کروں لیکن میری غیر حاضری میں آپ لوگوں کو بالکل خاموش رہنا چاہیئے ایک دوسرے سے کسی طرح کا کلام نہ کرے اور جبتک میں آپ لوگوں کی خدمت میں واپس نہ آجاؤں کوئی یہاں سے باہر نکلنے یا اورکسی قسم کی نقل و حرکت کرنیکی جرأت نہ کرے۔ یہ کہکر ابوالہول ان سے رخصت ہوکر باہر نکلا اور وسطِ قلعہ کا رُخ کیا اسی طرف یوقنا کا شاہانہ محل تھا:

آدھی سے زیادہ رات گذرچکی تھی۔ ہرطرف سکوت وسناٹا طاری تھا قلعہ کے نگہبان نشہ شراب اور نیند کے غلبہ سے بالکل غافل تھے اوران کے خراٹوں کی آواز بلند ہوکر فضا کے سکون کو پرشور کررہی تھی۔ کہیں کہیں پر بعض بعض سپاہی چوکیداری کی خدمت انجام دینے میں مصروف تھے۔ مگر انھیں بھی پچھلے پہر کی سرد اور فرحت بیز ہوانے نیند کے جھونکے لینے پر مجبور کردیا تھا! یوقنا کے محل کے بواب بھی اونگھ اونگھ کر اپنی غفلت کی نمائش میں مصروف تھے اور ابوالہول رومیوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا اندھیرے کی آڑ

آڑ پکڑتا ہوا راز جوئی میں مصروف تھا۔ اسے محل میں داخل ہونے کا موقعہ ہاتھ لگ گیا۔ اور وہاں جاکر دیکھا کہ یوقنا اپنے شاہانہ کمرے میں مصاحبین خاص کے ساتھ سرگرم نشاط ہے اسکے جسم پر حریر بیش بہا کا لباس ہے کمر سے جڑاؤ پٹکا لپیٹا ہے اور اس میں الماس کے قبضہ کی تیغ آویزاں ہے سنہرے دیباج کی مسند پر بعض اکابر قوم اور سرداران فوج کے حلقے میں بیٹھا ہے۔ کمرے میں کافوری شمعیں روشن ہیں۔ چاندی سونے کی انگیٹھیوں میں بخورات سلگ رہے تھے اور شراب ارغوانی کا ساغر گردش میں ہے اسکے اطمینان کو دیکھتے ہوئے ایسا گمان ہوتا ہے جیسے اُسے جنگ کا کوئی خطرہ ہی نہیں بلکہ امن و راحت کا زمانہ اور داد عیش دینے کے سواء اسکے واسطے دوسرا کام ہی نہیں ہے۔

ابوالہول ان حالات کو دیکھنے کے بعد پھر اپنے مفتوحہ برج میں واپس آیا اور ان لوگوں سے حالات بیان کرنیکے بعد کہا۔ بہادران قوم چونکہ ہمیں لڑنے والوں کی تعداد کافی ہے اسلئے مصلحت یہی ہے کہ ہم رات کی رات صبر و سکوت اختیار کریں۔ فوری حملے میں خطرہ ہے کہ وہ ہماری مختصر جماعت کو گھیر کر قتل کر دینگے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہم انھیں کھانے پینے اور شب بخوری کے لئے چھوڑ دیں اور علے الصباح برج سے نکلکر قہر الہی کی طرح انکی جانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اس وقت اگر اللہ تعالے نے ہمیں کامیاب کیا تو وہ ذلیل اور ہم سرخرو ہونگے اور شاید معاملہ برعکس پیش آیا تو بھی چنداں مضائقہ نہیں اس وقت تک ہمارے فرستادہ امیر ابو عبیدہ تک پہنچ جائینگے اور فی الفور اپنی فوج لے کر آجائیں گے اور انشاءاللہ قلعہ فتح ہو جائیگا:۔

کعب۔ ابوالہول تمہارے کام عجیب تمہاری عقل اور تمہاری شجاعت عجیب ہے پہلے پہل جب ہم نے سُنا ہے کہ تم حلب کا قلعہ فتح کرنیکا ارادہ رکھتے ہو تو تعجب ہوا تھا اور یقین آتا تھا کہ یہ خواب ممنون تعبیر ہوگا لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے وہ وعدے حرف بحرف صحیح اُترتے ہیں بہر نوع ہم تمہارے مشوروں پر عمل کرنیکو تیار ہیں چونکہ یہاں خدا کے سواء کوئی ہمارا مددگار موجود نہیں اسکی ذات کے بعد اگر ہم کو کوئی بھروسہ ہو سکتا ہے وہ اپنے بازوؤں اور قوت جہاد پر اور بس! اسلئے ہم ہر طرح آمادہ ہیں کہ جو صلاح دو اس پر عمل کریں

ابوالہول۔ اچھا! آپ صاحبان توقف فرمائیں میں پھاٹک کیطرف جاتا ہوں بہت ممکن ہے نگہبانوں کو ہلاک کرکے مسلمانوں کے واسطے دروازہ کھول سکوں

جملہ تمام کرتے ہی وہاں سے نکلکر قلعہ کے پھاٹک کیطرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اُسے متعدد نگہبان ملے جنھیں پچھلے پہر کی ٹھنڈی ہوا نے غافل کردیا تھا ان میں سے بعض کو اس نے اپنے خنجر کی ہوا دیکر ابدی نیند سلادیا اور جہاں جاگ ہوجانیکا خدشہ محسوس ہوا وہاں سے دبے پاؤں گذر گیا۔ یہاں تک کہ پھاٹک کے نزدیک پہنچا اور اُسے کھولنے کا موقعہ تلاش کیا۔ قلعہ حلب کے دو پھاٹک تھے ایک باہر کیطرف کھلتا تھا اور دوسرا اندر کی طرف دونوں دروازوں کے درمیان میں ایک وسیع ڈیوڑھی تھی۔ جہاں بواب نگہبانی کو موجود رہتے تھے

ابوالہول نے ڈیوڑھی میں داخل ہونے کا راستہ تلاش کرنا شروع کیا لیکن بوابوں نے اُسے اندر سے بند کر رکھا تھا اسلئے کوئی ایسا راستہ نہ ملا۔ جہاں سے وہ ڈیوڑھی میں داخل ہوسکتا۔ کئی منٹ سوچ میں گذر گئے۔ آخر اس نے

اپنی تیز تیز نگاہیں دوڑانا اور کسی راستے کو تلاش کرنا شروع کیا۔ یکایک اسکی نگاہ دیوار کے اس حصہ پر پڑی جو زمین سے متصل تھا اور ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے خیال کیا کہ ممکن ہے یہ کوئی بدان یا روزن ہو جو ہوا کیلئے بنایا ہوا اور یہ پتھر اُسے بند کرنیکے لئے رکھدیا گیا ہو پتھر ذرنی معلوم ہوتا تھا اور بادی النظر میں اسے تنہا اٹھا لینا دشوار تر تھا لیکن اس نے قوت بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کھسکانیکی کوشش کی اور حسن اتفاق سے کامیاب ہو گیا:۔

اس کا گمان غلط نہ تھا۔ پتھر کے ہٹتے ہی ایک بڑا سوراخ نظر آیا جس طرح چوہا بل میں داخل ہوتا ہے وہ اپنا بدن سمیٹ کر اس جوف میں داخل ہوا اور سانپ کی طرح رینگھ کر ڈیوڑھی میں جا پہنچا۔ یہاں پندرہ سولہ نگہبانوں کو خراٹے لیتے ہوئے پایا اس نے کمر سے خنجر نکالا اور خدا کا نام لیکر اسکی برش کا امتحان شروع کر دیا اس کا ہر ہاتھ اتنی صفائی اور طاقت سے پڑتا تھا کہ مقتول سانس بھی نہ لے سکتا تھا اور اسکی رُوح قعر دوزخ میں پہنچ جاتی تھی۔ چند لمحوں میں اس نے تمام نگہبانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر دونوں دروازوں کی زنجیریں کھولیں اور پٹوں کو اس طرح بھڑا چھوڑا کر سوراخ کے رستہ سے باہر نکل گیا اور اس وزنی پتھر کو پھر اسی جگہ رکھدیا جہاں وہ پہلے رکھا ہوا تھا اس کام سے فارغ ہو کر بارگاہ الٰہی میں ہدیہ تشکر پیش کیا اور اُلٹے پاؤں اپنے رفیقوں کے پاس مفتوحہ برج میں آپڑا۔

اب افق پر سپیدۂ صبح نمودار ہو رہا تھا اور خدا کے نیک بندوں کو اس حکم کی یاد دلاتا تھا۔ جو اس نے اپنے بندوں کو دے رکھا ہے عبادت گذار مجاہدوں نے تیمم کیا اور نماز کے لئے تیار ہو گئے۔ اگرچہ ابوالہول کی خواہش تھی کہ کعب امامت کریں مگر

سب نے متفق ہو کر اسکے اقتدار خدا کا یہ فریضہ ادا کیا اسکے بعد خشوع و خضوع قلب سے بارگاہ خداوندی سے فتح و ظفر طلب کی۔ عبادت سے فارغ ہونیکے بعد ابوالہول نے اپنی جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ جوانان عرب ہیں اہل اسلام کے واسطے دروازہ کھول آیا ہوں لیکن انکے پٹوں کو بھڑا رکھا ہے کہ رومیوں کو ان کارروائیوں کی اطلاع نہ ہو۔ جو نگہبان وہاں موجود تھے انھیں قتل کر دیا ہے اور اب مسلمانونکی مزاحمت کیلئے کوئی وہاں موجود نہیں ہے لہذا آپ حضرات آمادہ جنگ ہو کر تشریف لے چلیں انشا اللہ یہ بقیہ قوم بھی آپکی تلواروں پر بھینٹ چڑھ جائیگی چونکہ صبح ہونے والی ہے اور ہمارے فرستادوں سے اطلاع پاکر امیر ابو عبید روانہ ہو گئے ہونگے۔ اسلئے آپ لوگوں میں سے ایک قلعہ سے باہر نکل جائے اور انھیں رہبری کرتا ہوا جلدی یہاں پہنچا دے۔ اسکے بعد ایک شخص افواج اسلامی کی طرف روانہ کیا گیا اور اٹھائیس آدمیونکی چھوٹی سی جماعت حریفوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئی۔ جب یہ دستہ پھاٹک کے قریب پہنچا تو ابوالہول نے پانچ بہادروں کو پھاٹک کی حفاظت پر مامور کر دیا اور بائیس نوجوانوں کو ساتھ لیکر یوقنا کے محل کیطرف روانہ ہوئے۔ ہنوز رومی بیدار نہ ہوئے تھے۔ جن لوگونکی آنکھ کھل چکی تھی۔ وہ بھی خمار دوشنبہ میں مبتلا تھے اور یہ کل تئیس آدمیوں کا دستہ راہ سے گذرتا ہوا یوقنا کے محل کے دروازے تک پہنچ گیا۔ ابوالہول نے اپنی بلند آواز سے تکبیر کہی اور اسکے ساتھ ہی بائیس جانبازوں نے اللہ اکبر کا دل گداز نعرہ بلند کیا۔ صبح کی دلآویز فضا میں یہ آوازیں گونجنے لگیں اور نیند کے متوالے اپنے اپنے بستروں پر اچھل پڑے انکے دونوں پیکھے لگ گئے اور یقین ہو گیا کہ ہماری

غفلتوں سے فائدہ اٹھاکر مسلمانوں کا لشکر قلعہ میں داخل ہو گیا ہے یہ خیال پیدا ہونا تھا کہ ہوش و حواس منتشر ہو گئے کیسے ہتھیار اور کیسا خیال شجاعت۔ جو اٹھتا تھا کسی سے پوچھتا نہ تھا۔ بیک بینی و دو گوش اپنی جان بچاکر بھاگ نکلتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ بھر میں کہرام مچ گیا۔ تکبیر کی آوازیں یوقنا کے کانوں تک پہنچیں وہ گھبرا کر باہر نکل آیا اسکے ہمراہ سرداران فوج بھی تھے۔ باہر نکلکر جو ملاحظہ کیا اس سے یوقنا اور اسکی فوج کے سرداروں کے ہوش اڑ گئے وہ حیران تھے کہ یہ بلائے ناگہانی ان پر کیسے نازل ہو گئی! اسکے فوجی سرداروں نے سپاہیوں کو اس بدحواسی کے عالم میں بھاگتے دیکھکر سخت برہم ہوئے اور انہوں نے پکار پکار کر انھیں غیرت دلانا شروع کی۔ نامردو! کہاں بھاگے جاتے ہو۔ آنکھیں کھولکر دیکھو یہ مٹھی بھر وحشی عرب تمہارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ تم متفق ہو کر چٹکی چٹکی خاک ڈالوگے تو سب کے سب اندر دبکر رہ جائینگے وائے ہو تم پر کہ اس طرح سے پیٹھ موڑ کر بھاگ رہے ہو۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ بھاگنے والوں نے حالات معلوم کرلے اور واقعات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ درحقیقت چند عربوں کی مختصر سی جماعت انکے سامنے انکے قلعہ کے اندر نہایت نڈری کے ساتھ اپنی تلواریں علم کئے ڈھالیں اٹھائے رستمانہ انداز سے انکے سامنے آہنی دیوار بنے کھڑی تھی۔ انھیں للکار رہی ہے یا تو وہ سب کے سب بدحواسی سے بھاگ رہے تھے یا اپنی اس بزدلی پر نادم ہو ہو کر سُننے لگے:-

ادہر یوقنا نے افسروں کو حکم دیا کہ بڑھکر ان چند عربوں کو گھیر لو اور اپنی تلواروں سے انکے جسم پاش پاش کر ڈالو انگلیوں پر گننے والی جماعت ہماری کثیر فوج کے مقابل

میں کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے رومی سپلاب نے مسلمانوں کو حلقہ میں لے لیا
نیزے اور تلواریں اپنا کام کرنے لگیں سر ہاتھ۔ پاؤں کٹ کٹ کر گرنے لگے اور
قلعہ کی زمین لڑنیوالوں کے گرم گرم خون سے رنگین نظر آنے لگی۔ ہرچند مسلمانوں کی تعداد
قلیل تھی۔ مگر انکے قلوب مطمئن تھے۔ حریف کی کثرت نے انہیں مرعوب نہ کیا تھا
کیونکہ انہیں خدا اور اسکے فرشتوں کی مدد ساتھ ہونے کا یقین تھا وہ جانتے تھے کہ
جس طرح خدا نے ہمارے ساٹھ آدمیوں کو ساٹھ ہزار پر فتحیاب کیا تھا اسی طرح مختصر
جماعت گروہ کثیر کو مغلوب کرنے میں بحکم خدا کامیاب ثابت ہوگی۔ ہر مجاہد قصد لئے
تھا کہ آج ایسی جنگ کروں گا جو بالا بادنک صفحۂ عالم پر یادگار رہیگی۔ ان کی
آنکھوں کے سامنے جنت الفردوس کے دروازے کھلے تھے اور گلہائے بہشتی کی
عطر بیز مہک سے دماغ جان معطر ہو چکا تھا انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے
باغ جناں کے دریچوں میں حوریں بیٹھی ہوں۔ انہیں جانبازی اور سرفروشی کی ہدایت
کر رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ ہمارا وصل تلوار وں کے سائے میں ممکن ہے جبتک نیزوں
اور خنجروں کے خارزار کو عبور نہ کیا جائے گا ہم تک پہنچنا غیر ممکن ہے :۔

مجاہدین سبیل اللہ انکے اشتیاق میں کمال ذوق و شوق اور جوش و خروش سے
جنگ میں مصروف تھے ہر مجاہد متمنی تھا کہ سب سے پہلے میں ہی کفار کو جہنم واصل کرتے
ہوئے شربت شہادت نوش کروں اور اپنے ہم جنسوں میں سرخروئی حاصل کرتا ہوا جنت نشین
ہو جاؤں آفتاب نے نقاب شب کو اپنے چہرہ سے دور کر دیا تھا اور اپنی سہمی ہوئی نگاہوں
سے اس منظر خونی کا نظارہ کرنے میں مصروف تھا۔ اسکی آڑی ترچھی کرنیں محل
کے کنگروں سے گذرتی ہوئی لڑنے والوں کی طرف آنے لگیں اور انکے خون آلود

آلات حرب میں شہابی ضو پیدا کر زمیں کو شاں تھیں۔ آتش جنگ کے شعلے تند زور سے بھڑک رہے تھے اور انسانی ہستیاں خاکستر ہو ہو کر فنا ہو رہی تھیں۔ پانچ مسلمان مجاہدین بھی رومیوں کے پرجوش حملوں کی تاب لا کر عروس اجل سے ہم آغوش ہو چکے تھے اور اب ان کی تعداد میں بمنزلہ پانچ اور کمی واقع ہو چکی تھی۔ کہ بلاعب بنی معلام بنی عروہ۔ حضرمی۔ مرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ بھی جام شہادت نوش کر کے قلیل تعداد میں کچھ اور قلت پیدا کر گئے۔ یہ وقت مجاہدین پر بہت نازک تھا انکے بازو شمشیر زنی کرتے کرتے شل ہو چکے تھے انکے گرد اگرد پانچ ہزار آہن پوش رومیوں کا مجمع تھا جنہوں نے انہیں اپنے حلقہ میں کر لیا تھا اور چاروں طرف سے تلواروں اور تیروں کی بھرمار ہو رہی تھی وہ انکی صفیں چیر کر نکلنے کا ارادہ بھی کرتے تھے تو غیر ممکن تھا کیونکہ وہ پہاڑوں کی طرح راستہ روکے کھڑے تھے ان پر قلعہ کے اندر جو بلائیں نازل ہو رہی تھیں سچ ہے کہ اسے انہیں کے قلوب سمجھ سکتے ہیں۔ موت انکے آگے پیچھے منڈلا رہی تھی اور وہ سب کے سب عازم جنت ہو کر شہادت کے لئے کمربستہ ہو چکے تھے۔ ابوالہول مجاہدین کے آگے آگے تھا:۔

وہ تلوار سونت کر جس صف پر جا پڑتا تھا اسے درہم برہم کئے بغیر نہ پلٹتا تھا اسکی رستمانہ جنگ نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ یہ دیو ہیکل عرب انسان ہے یا بجلی کہ چمک کر آتا اور نگاہوں کو خیرہ کر کے گذر جاتا ہے۔ اسکی زرہ پر رومیوں کے خون کے دھبے جم گئے تھے اور کہنیوں سے لہو کی بوندیں بارش کے قطرات کی طرح جاری تھیں۔ چونکہ پشت پھیرنے کا عار گوارا نہ تھا اسلئے سامنے کے رخ پر تہتر زخم آ چکے تھے مگر پامردی و استقلال کا یہ عالم تھا کہ

ہاتھ ایک لمحہ کے لئے بھی نہ رک سکتا تھا۔ کعب بن ضمرۃ الضمری بھی اسکے ساتھ ساتھ تھے جو اپنی تیغ جوہر دار سے رومیوں کو متواتر قتل و ہلاک کر رہے تھے ہر چند طاقت جواب دے رہی تھی مگر انہوں نے اس سختی پر صبر کرنا طے کر لیا تھا۔ انکی کسی حرکت سے ضعف و سستی نمودار نہ ہو سکتی تھی لیکن کبتک! گھاس کاٹنے میں بھی تھکن محسوس ہونے لگتی ہے چہ جائیکہ آہن پوش رومیوں کا قتل:-

اب مجاہدین کو فتح سے مایوسی پیدا ہونے لگی اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اگر تھوڑی دیر اور یہی عالم رہا تو رومی ان سبکو کاٹکر رکھدینگے اور اسلامی کمک آنے سے پہلے جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا اور خدا کے ہاتھ اپنی جانیں بیع کر چکے تھے اسلئے قتل ہونے کا مطلق غم نہ تھا وہ جانتے تھے کہ تیغ کے گھاٹ اُترنیکے بعد شہادت کا مرتبہ حاصل ہو جائیگا جسکے لئے ہر مسلمان بے چین رہتا ہے ہاں کچھ افسوس تھا تو یہ کہ وہ اتنی مشقت کرنیکے بعد بھی قلعہ کو مفتوح کرانے میں کامیابی حاصل نہ کر سکے ان کے ہاتھ پاؤں جہاد میں مصروف تھے لیکن انکے قلوب اپنے معبود کے سامنے گڑگڑا گڑگڑا کر فتح و نصرت کی دعا کر رہے تھے۔ یکایک برج قلعہ سے صدائے تکبیر سنائی دی جس نے فضائے آسمانی کو پُرشور کر دیا۔ رومیوں کے کلیجے کانپ گئے اور مجاہدین اسلام کے قلوب ہاتھ بھر کے ہو گئے۔ انہوں نے جواب میں نعرۂ تکبیر بلند کیا جسکی پُرجلال گونج سے قلعہ کی سنگین دیواریں لرز گئیں ایک نے دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا!

ہاں بہادرو رومی شغالوں کو تلوار کے منہ دھر لو۔ خدا کی مدد ہماری کمک کو پہنچ گئی ہے۔ خبردار رہتے بچکر نہ جانے پائیں کیا اچھا ہو اگر فوجکے داخل ہونے سے پہلے ہی ہم لوگ مظفر و منصور ہو جائیں۔ تلواریں زور و شور سے چلنے لگیں شاید بن حلب نے

اس سے پہلے ایسی گھمسان کی جنگ کبھی نہ دیکھی ہوگی دشمنوں کے سر اس طرح برس رہے تھے جیسے دھواں دھار بارش میں اولے گرتے ہیں اول تو یونہی رومی خائف ہو چکے تھے اس پر لشکر اسلام کی ہیبت نے انہیں بالکل ہی بے قابو کر دیا اور وہ بجائے جم کر لڑنے یا کوئی تدبیر سوچنے کے بھاگ کر قلعہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور مجاہدین کو ایک دفعہ پھر اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا۔

یکایک سامنے سے خالد بن ولید، ضرار بن الازور، عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ اور اسی طرح کے کئی سردار شمشیر برق تاثیر ہلاتے ہوئے ایکہزار جوانان جیش رحف کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے دکھائی دیئے ان کے دیدار سے حوصلہ بڑھ گیا اور چیدہ چیدہ تازہ دم جوانوں نے پرجوش حملہ کر کے آمادہ کیا کہ رومیوں کی تاب مجادلہ سلب ہو گئی۔ انہوں نے سہم سہم کر اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور سفید سفید برقیں ہلا ہلا کر لفوں لفوں کی آوازیں لگانا شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے انکے قتل سے ہاتھ روک لیا۔ اتنی دیر میں ابوعبیدہ بھی اپنا لشکر لئے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے اور ابوالہول نے انکے سامنے جا کر رومیوں کے امان طلب کرنے کا ذکر کیا!

ابوعبیدہ بن الجراح نے ان کی عدیم النظیر بہادری اور اعلےٰ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے رومیوں کو امان دینے کا حکم دیا اور مظفر و منصور توقنا کے محل میں داخل ہو گئے۔

پندرہواں باب (۱۵)

زیتون کی پریشانی

صبح کا آفتاب سطح فلک سے ضیاباری کر رہا ہے قلعہ حلب کے شاہی محل کا زنانہ پائیں باغ عطر بیز پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا ہے عنبر آگیں لپٹیں کھلے ہوئے دریچے سے داخل ہو ہو کر اس کمرے کو بسا رہی ہیں جو ان ایام محاصرہ میں شہزادی زیتون کی خلوت گاہ کا کام دیتا ہے شہزادی زیتون اپنے خداداد حسن و جمال اور اسکی تمام نظر فریب نگینیوں کیساتھ مخملی صوفہ پر رونق افروز ہے اسکی سحر فن نگاہیں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور پیاری پیاری جبین پر ننھی ننھی شکنیں اس طرح نمودار ہیں جیسے بحر نور میں لطیف لطیف موجیں پیدا ہو جاتی ہیں اسکی چتونوں سے فکر تشویش اور اندیشہ ہویدا ہے یوں تو شہزادہ لاؤان کے دلچسپ تخیل میں اکثر ڈوبی دکھائی دیتی تھی اور وہ اسکی سیر میں اس طرح محو نظر آتی تھی کہ خود اپنے سر و تن کا ہوش باقی نہ رہتا تھا مگر اس وقت خلاف معمول اسکے افکار معاشقہ میں غیر معمولی اضافہ محسوس ہوتا ہے اسکی ربودگی اپنی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اسمیں خوف کے تاثرات بھی جھلکتے معلوم ہوتے تھے۔ صوفہ کے نیچے جہاں شہزادی کے خوبصورت اور حنا آلود پاؤں ہیں وہیں سلوبا بیٹھی ہے وہ بھی خاموش ہے:—

اگرچہ بار بار اسکی نگاہوں کا اٹھکر شہزادی کے حسین چہرہ کا بلاگرداں ہونا۔ گھڑی گھڑی یاقوتی لبوں کا متحرک ہوکر ساکن ہوجانا بتاتا ہے کہ وہ کچھ کہنے کا ارادہ رکھتی ہے دل کی بات زبان تک آتی ہے لیکن رعب حسن آواز کو اتنی مجال نہیں دیتا کہ وہ دہن سے نکلکر فضا میں گونجے اور ہوا کی لہریں اُسے شہزادی کے سمع مبارک تک پہنچا سکیں۔ شوق گفتار بے چین ہے اور وہ بجبر اُسے دبانے پر مجبور ہے کوئی شبہ نہیں کہ شہزادی کے حضور میں زیادہ گستاخ۔ زیادہ بے ادب زیادہ جری ہے تاہم مزاج داری سے اور مزاجدانی کسی گستاخی کی اجازت نہیں دیتی جو طبع نازک پر بار ہو سکے:۔

لمحوں پہ لمحے گذرنے لگے اس درمیان میں اُسکے حسین و فائم خواہ دماغ نے صدہا پہلو تلاش کئے پھر انھیں الفاظ کی صورتیں مرتب کرکے جملے بنائے اور استعمال ایک کو بھی نہ کر سکی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ شہزادی از خود متوجہ ہو تو وہ اپنی باتوں سے اسکو بہلانیکی سعی کرے۔ بڑی دیر کے بعد شہزادی نے ایک آہ سرد کے ساتھ سر اٹھایا۔ حسین کمانوں سے دلآویز تیر نکلنا شروع ہوئے اور تو کون تھا جو ان غیرارادی پیکانوں کے سامنے اپنا سینہ پیش کردیتا۔ سلویا نے انھیں اپنے کلیجہ میں جگہ دی اس نے ہمدردانہ انداز اختیار کرتے ہوئے نہایت شیریں اور پرخلوص لہجہ میں کہا۔ شہزادی صاحبہ اب تو آپکی بے چینی برداشت نہیں ہوسکتی اگر یہی حال رہا تو دیکھتی ہوں کہ اخفائے راز مشکل ہوجائیگا اور ابطریق اعظم کو افکار جنگ کے علاوہ ایک اور مصیبت کا سامنا ہوجائے گا:۔

زیتون۔ سلویا نہ پوچھو کہ میں ضبط کرنے اور راز ہائے غم چھپانے میں کتنی کوشش اور جفاکشی سے کام لے رہی ہوں مگر اس دل سے مجبور ہوں جو کسی طرح میرے قابو میں نہیں آتا

سلویا۔ سعد غدر کرگیا ہے اور جہاں تک میں خیال کرتی ہوں وہ صادق القول معلوم

ہوتا ہے اسلئے عنقریب حالات دریافت کر کے آنیوالا ہے :۔

زیتون - یہ سچ ہے کہ اسکی باتیں صداقت آمیز تھیں لیکن نصیب کو کیا کیا جائے یہی ظالم سیدھا ہوتا تو ہم محصور ہی کیوں ہوتے اور یہ موانعات ہی کیوں پیش آتے جنھوں نے ہمارے راستہ میں کانٹے بچھا رکھے ہیں!

سلویا - شہزادی صاحبہ اس میں بھی پاک مریم کی کوئی مصلحت ہوگی مگر ہمیں عربوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں انھیں محاصرہ کئے نو ماہ ہوچکے ہیں مگر ابتک وہ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے - مسیح نے چاہا تو مہینہ میں وہ عاجز ہوکر آپ ہی چلے جائیں گے اور اس وقت ہم آزاد ہونگے اور وہ مراد حاصل کرنیکی پوری پوری سعی کرینگے میں نے تو کئی مرتبہ خیال کیا کہ اپنی طرف سے بطریق اعظم کو آپکی شادی کی ترغیب دوں لیکن پھر یہ سوچکر خاموش رہی کہ یہ موقعہ ان باتوں کا نہیں ہے :۔

زیتون - تم نے بہت اچھا کیا جو تذکرہ نہ کیا وہ بڑے سمجھدار ہیں فوراً بات کی تہ کو پہنچ جاتے اور شاید قباحتوں میں اضافہ ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر یہ راز سمجھ میں نہیں آتا کہ جو اعزاز جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا - فلاویہ جب یہاں تھیں تو محبت کے کیسے کیسے وعدے کئے تھے - کتنا سخت وعدہ کر کے گئی تھیں کہ فوراً واپس آؤنگی مگر ابھی تک تو پلٹنے کا نام نہیں لیا ہے سعد کا بھی ایسا ہی کچھ معاملہ ہے

سلویا - میں سمجھتی ہوں کہ ان دونوں نے یہاں آنے کا قصد کیا ہوگا لیکن عربوں کا محاصرہ حائل ہونیکی وجہ سے نہ آسکے ہونگے!

یہی تذکرہ تھا کہ مرجانا بے تحاشہ دوڑتی اور ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی

خوشی سے اُسکے دونوں رخسار گلنار ہو رہے تھے آنکھیں چمک رہی تھیں اور دوڑکر آنیکی وجہ سے سانس پھُول رہی تھی جسکی وجہ سے اسکے متناسب اور گداز جسم کو حرکت ہو رہی تھی۔ اس کا حسین سینہ کبھی بلند ہوتا اور کبھی جھک جاتا تھا شہزادی زیتون و سلویا اسکی یہ حالت دیکھکر متحیر ہو گئیں انکی راز جو نگاہیں مرجانا کے چہرے پر جم گئیں چند لمحوں میں پھُولی ہُوئی سانس دُرست کر چکنے کے بعد اس نے کہا!

حضور شہزادی صاحبہ! مبارک ہو مسیح نے اپنا فضل کیا اب ہم لوگ آزاد ہیں!

زیتون۔ (حیران ہوکر) کیسی آزادی! کیسی مبارکباد؟ کچھ کھل کر بیان کرو!

مرجانہ۔ ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ عرب اپنے خیمے ڈیرے اکھاڑ کر واپس گئے

شہزادی۔ آخر کیوں؟

مرجانا۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سمجھ لیا کہ قلعہ ناقابل مفتوح ہے

زیتون۔ تم نے کس سے سُنا؟

مرجانہ۔ ہمارے بطریق اعظم نے قلعہ کی دیوار سے خود عربوں کو جاتے ہوئے دیکھا ہے رومیوں نے تو اجازت طلب کی تھی کہ قلعہ کا پھاٹک کھلوا دیا جائے تو ہم جاکر ان بھگوڑوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں:۔

سلویا۔ پھر گئے کیوں نہیں؟

مرجانہ۔ بطریق اعظم کی رائے تھی کہ بھڑ کے چھتے کو چھیڑنا مناسب نہیں

سلویا۔ (خوش ہوکر) لیجئے شہزادی صاحبہ! مبارک ہو اب دل کی مُراد پوری ہونے کا زمانہ آگیا:

زیتون۔ تم دونوں دیوانی ہو گئی ہو۔ مجھے ان باتوں کا اعتماد نہیں ہوتا

مرجانہ۔ حضور کے قدموں کی قسم میں سچ عرض کر رہی ہوں!

زیتون۔ (غور کر کے) مجھے تو اسمیں بھی عربوں کی چالاکی نظر آتی ہے

سلویا۔ اندیشہ بیکار ہے مسیح نے فضل کیا میں تو آج ہی گرجہ جا کر نذر چڑھاؤنگی

دن انھیں افکار میں تمام ہوا۔ قلعہ کے اندر بیفکری کے پھول کھلے تھے محل کے اندر باہر خوشی منائی جا رہی تھی۔ فوج کے معمولی سپاہی اور محل کے ادنے خادم سے لیکر اعلے افسر شہزادی شہزادے اور یوقنا تک مسرور تھے کیوں صرف اسلئے کہ ان کا سب سے بڑا حریف۔ انکے شہر کو نہیں بلکہ سارے ملک شام کو حریص نگاہوں سے تاکنے والے عرب اسکے مقابلے سے گریز کر گئے! وہ جس طرح عید صلیب کی خوشی منایا کرتے تھے اس سے کچھ زیادہ اس فتح و کامرانی کا جشن منانے میں مصروف ہو گئے محفل آراستہ کیگئی اور ساغر و صہبا نے رقص کرنا شروع کر دیا۔ شہزادی زیتون نے وہ دن اور آتی رات مسرت کی آغوش میں بسر کی اسکے سینہ قلب میں جذبات کا طوفان تھا اور دماغ میں نہ معلوم کتنے مسرور کن خیالات بھر گئے تھے وہ ان تدبیروں پر غور کرنے میں مصروف تھی جنھیں بروئے کار لانیکے بعد اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے آج اسے اشتہا بھی محسوس ہوئی اور اس نے لذیذ و مرغن غذائیں اگلی سی خواہش اور رغبت سے نوش کیں۔ سلویہ اور مرجانا نے امید افزا باتوں سے اسکے خیالات کو بہت کچھ تبدیل کر دینے میں کامیابی حاصل کر لی۔ عربوں کے محاصرے نے جن ارمانوں کو مردہ کر دیا تھا ان میں نئے سر سے روح آگئی اور اس نے محسوس کیا کہ اب اسکی باوفا سہیلیوں کی کوشش گوہر مراد حاصل کرنے میں صرف ہو گی۔ لا محالہ ان کا وعدہ محبت ایفا ہوگا اور کوئی عجب

نہیں کہ اسی ہفتہ میں وہ مجھے تسلی دینے کے لئے یہاں آئیگا اور جن رکاوٹوں کی وجہ سے وہ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا تھا - اسکی معذرت کرتے ہوئے اپنی بے انتہا ندامت و شرمندگی کا اظہار کرے گا لیکن اُسے قضا و قدر کے فیصلے کا علم نہ تھا وہ نہ جانتی تھی کہ اس عارضی سکون کے پیچھے طوفان اضطراب مخفی ہے وہ جن امیدوں کو کلیجہ سے لگاتے ہوئے شاد ہو رہی تھی انکے پورا ہونیکا وقت ہنوز دور ہے کون کہہ سکتا ہے کہ وہ رات اس نے کیونکر بسر کی وہ جاگ کر اپنے دل سے مشورہ کرتی رہی یا عالم رویا میں اس شخص کی ہمنشین رہی جسے دنیا میں وہ سب سے زیادہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تصور کرتی ہے؟ بہر نوع اسکی کشاکش قلبی کا حال وہ خود سمجھ سکتی ہے یا عالم الغیب جانتا ہے - آخر کسی نہ کسی طرح وہ رات تمام ہو گئی - ابھی طیور نے اپنے آشیانوں سے سر نکالا تھا - کوہستان حلب کی بلند ترین چوٹی آفتاب کی شعاع اولیں سے نہیں جگمگاتی تھی کہ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے قلعہ کی دیواریں ہلنے لگیں - رومیوں میں بھگدڑ مچ گئی - دو شنبہ کا نشہ ہرن ہو گیا شہزادی زیتون بھی خواب گاہ سے برآمد ہوئی اور محل کی خادماؤں کو سراسیمہ و ششدر مضطرب الحال و پریشان خاطر دیکھکر دنگ رہ گئی اس نے معاملات کو سمجھنے کی کوشش میں اپنے تھکے ہوئے دماغ پر زور دینا شروع کیا - اسکے کانوں میں رومیوں کے شور و غل کی آوازیں آ رہی تھیں - ساتھ ہی ساتھ تکبیروں کے پر جلال اور مرعوب کن آوازے گوش نواز ہو جاتے تھے - ہنوز راز کی نقاب کشائی نہ کر سکی تھی کہ اسکی رازدار سہیلیاں سلویا اور مرجانا گھبرائی ہوئی حاضر ہوئیں اور بدحواسی کے عالم میں چیخ چیخکر عرض کرنے لگیں :-

شہزادی صاحبہ! غضب ہو گیا۔ عرب کسی تدبیر سے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ باہر تلوار چل رہی ہے راستوں پر خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہمارے سپاہیوں نے کل کا سارا دن اور رات مینوشی۔ رقص و سرود میں بسر کئے اسلئے وہ لڑائی کو تیار تھے اچانک حملہ نے حواسوں کی طرح انھیں بھی منتشر کر دیا ہے اور وہ انکے سامنے سے بھاگتے پھرتے ہیں ان دونوں نے اور بھی بہت کچھ کہا اور پھر بھاگنے کی خواہش کی کیونکہ وہ حاکم سے محکوم بننا گوارا نہ کر سکتی تھیں انہوں نے سن رکھا تھا کہ وہ اپنے قیدیوں کو باہم تقسیم کر کے لونڈی غلام بنا لیتے اور ان سے اتنی شدید محنت لیتے ہیں جسکے وہ عادی نہیں ہوتے اور جب وہ انکی خدمت کی بجا آوری سے قاصر رہتے ہیں تو انھیں سخت سے سخت سزائیں دیجاتی ہیں۔

شہزادی زیتون کا جمیل چہرہ پھول کی طرح کملا گیا اس سے پہلے اس نے یہ سوچنے کی زحمت کبھی گوارا نہ کی تھی کہ قلعہ مفتوح ہونیکے بعد کیسی قیامت بپا ہو گی اور اسکی شاہانہ زندگی میں کس درجہ انقلاب واقع ہونے کا امکان ہے اب اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ سپاہیوں کا نہیں بلکہ خود اُس کا لہو پانی کی طرح قلعہ کی نالیوں پر بہہ رہا ہے۔ فرار کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں وہ اور اس کا سارا خاندان صرف دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے پر مجبور ہے عزت کی موت یا بے عزتی کی زندگی وہ جتنی حسین اور نازک تھی۔ اتنی ہی خوددار اور غیور بھی تھی:

تھوڑے غور کے بعد اس نے طے کر لیا کہ زندگی وہی زندگی ہے جو عزت کی آغوش سے شروع ہو کر عزت ہی کی گود میں ختم ہو جائے جو آزادی کی فضا میں کھلے پھولے اور آزادی ہی کی فضا میں مرجھا کر خشک ہو جائے وہ سبزہ ہرگز قابل التفات نہیں جو غنا

جو گندگی میں اپنی روئیدگی کی بہاریں وقف تماشہ کرنا چاہتا ہے۔ شہزادی میں شہزادی نہکر زندہ رہ سکتی ہوں۔ محکومیت کی مسموم فضا میرے مزاج کو راس نہیں! اس نے یہی خیالات مرجانہ اور سلویا پر ظاہر کئے۔ ہر چند انکے سہمے ہوئے قلوب بھی تائید میں اپنی شہزادی کے ہمنوا تھے۔ مگر وہ ایسی حسین صورت کا خاک میں مل جانا بھی گوارا کرنے پر تیار نہ ہو سکتی تھیں۔ انہوں نے باوجود یہ سمجھتے ہوئے کہ اس مصیبت عظمےٰ کا دفعیہ ممکن نہیں طفلانہ تسلی کے طور پر کہا کیا کوئی صورت ایسی ممکن نہیں کہ ہم قلعہ سے فرار ہو سکیں۔ لیکن اس سوال کا جواب دینے کو کوئی تیار نہ ہو سکتا تھا انہیں کیا معلوم تھا کہ عربوں نے کیا انتظام کیا ہے اور انہیں کیونکر دھوکا دے کر انکے حصار سے نکل سکتی ہیں وہ قلعہ میں داخل ہو چکے ہیں انکی جماعت کے وحشی افراد قلعہ میں چاروں طرف پھیلے ہونگے۔ چپا چپا پر ان کا قبضہ ہوگا۔ ایسی حالت میں کوئی رستہ ہے جو ادھر جانے کا قصد کرے۔ اس خیال کی عملی تشکیل میں شروع سے آخر تک دشواری اور ناکامی دکھائی دی اور آخرکار وہ اس نقطۂ خیال پر جم گئیں کہ ہم کو عربوں کی بندی قبول کرنے سے یہ آسان ہے کہ اپنے کلیجوں میں چھری بھونک کر زندگی کا خاتمہ کر دیں اور اس منحوس وقت کے لئے زندہ نہ رہیں۔ جب وحشی عرب ہمارے ہاتھوں اور گردنوں میں رسی باندھکر بھیڑ بکریوں کی طرح کھینچتے ہوئے محل سے باہر لیجانے کی سعی کرنا چاہیں انہوں نے اسلحہ خانہ کھولکر آبدار خنجر نکال لئے اور سب ایک مقام پر مجتمع ہو کر اس آخری لمحے کا انتظار کرنے لگیں جو اس حسین جماعت کو روندے ہوئے شاخہائے گل کیطرح زمین پر ڈال دے گا۔ چند مضبوط اور قوی دل محلداریوں کو خبر رسانی کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ جو لمحے لمحے کی اطلاع پہنچانے لگیں:۔

وہ مغموم تھیں کہ آج انھیں ناخوشگوار خبریں گوشگذار کرنیکی خدمت تفویض کی گئی ہے لیکن وقت کے اقتضاء نے انھیں قبول کرنے پر مجبور کردیا اور ایک کے بعد دوسری خبر رساں پریشان کُن پیامات لانے لگی۔ جبتک عربوں کی قلت اور رومیوں کی کثرت سُننے میں آتی رہی اس وقت تک اس حسین طبقے کے قلوب میں امید کی شعاع جھلملاتی رہی مگر وہ آہ! وہ خبر قاتل سے زیادہ خوفناک اور موت سے بڑھکر یاس افزا ثابت ہوئی جس سے انھیں اسلامی لشکر جو خالد بن الولید کی سرکردگی میں وارد ہوا تھا قلعہ میں داخلے کا علم ہوا۔ ہرچند اسکے بعد پیام رسانی کا سلسلہ جاری تھا لیکن ان خبروں کو سمجھنے اور ان سے کوئی نتیجہ اخذ کرنیکی صلاحیت کسی دماغ میں باقی نہ تھی۔ شہزادی زیتون کا خنجر برہنہ ہوچکا تھا جسے آفتاب کی طلائی شعاعیں شیشے کی طرح ضوفشاں بنائے تھیں۔ اُسکے داہنے بائیں سلویا اور مرجانہ اپنے اپنے خنجر کو بے نیام کئے اپنی حسین ملکہ کی پیروی پر مستعد تھیں اور اسکے بعد کتنی صفیں ان خادماؤں کی تھیں جنھوں نے اپنی غیور شہزادی کے جلو میں عدم کا سفر طے کرلیا تھا۔ اف کتنا پُرجلال نظارہ تھا متعدد خنجر اس طرح چمک رہے تھے جیسے صدہا صاعقے نظرسوزیوں میں مصروف ہیں بیسیوں سینکڑوں حسین پیکر عالم حزن وملال میں مرمریں مُجسمے بنے صحن چمن میں استادہ تھے:۔

وہ پھول نہکے ایسے پودے تھے جنکی نزاکت اور لطافت نے چمن میں دُنیا بھر کی رونق جمع کردی تھی۔ ہر ایک کی چشم منتظر شہزادی کے اس دست رنگیں پر جمی ہوئی تھی جسمیں آبدار خنجر چمچمارہا تھا۔ یکایک پاؤں کی چاپ محسوس ہوئی اور شہزادی زیتون کا ساعد سیمیں بلند ہوا۔ فضا میں خنجر چمکا اور اسکی تقلید میں صدہا ہاتھ

اوپر کی طرف اٹھ گئے۔ بہت قریب تھا کہ تھوڑی دیر میں یہ حسین مُو ہیں خاک و خون میں لوٹتی اور دم توڑتی نظر آئیں کہ ایک مردانہ آواز یہ کہتے ہوئے سنائی دی!

شہزادی صاحبہ مسیح کیلئے یہ غضب نہ کیجئے ذرا مجھے حاضر ہو لینے دیجئے! ہاتھ تو بدستور بلند رہا لیکن ولدوز نگاہیں آنے والے کی شیدائی کو بڑھیں۔ سامنے سے سعد بے تابانہ دوڑتا ہوا اور انھیں خودکشی کے خطرناک ارادہ سے روکتا ہوا نمودار ہوا اُسکے چہرے پر گرد پڑی تھی۔ اسکی داڑھی خاک آلود تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ منزل مارے ہوئے آرہا ہے اس نے قریب آکر پھولی ہوئی سانس کو درست کئے بغیر رک کر کہنا شروع کیا۔ شہزادی صاحبہ اس خطرناک قصد سے باز آئیے کیا آپ اپنے ساتھ کئی خاندانوں کے چراغ گل کرنا چاہتی ہیں یہ کیسی عیر مآل اندیشانہ جلد بازی ہے پہلے واقعات کو سمجھ لیجئے اسکے بعد جو کچھ مزاج میں آئے کر گذریئے گا

زیتون۔ کیا تم مجھے خودکشی سے اسلئے باز رکھنا چاہتے ہو کہ میں عربوں کی لونڈی بنکر وہ ذلیل زندگی اختیار کروں جو شہزادیوں کے شایان شان نہیں کیا میں اسلئے زندہ رہوں کہ اپنی محلات کو تباہ و برباد ہوتے اور دوسروں کے قبضہ میں جاتے ہوئے دیکھوں یا باپ بھائیوں کو خاک خون میں دم توڑتے دیکھوں:-

سعد۔ مسیح وہ وقت نہ لائیں شہزادی صاحبہ آپ کیا فرماتی ہیں!

زیتون۔ اگر تم مجھے فریب دینے کی کوشش میں سرگرم نہیں ہو تو یقیناً جانتے ہو گے کہ قلعہ مفتوح ہو گیا۔ عربوں نے ہمارے بہادروں کو مغلوب کر لیا اور اب وہ اپنی عادات کے مطابق غارتگری کرنے محل میں داخل ہوا ہی چاہتے ہیں ہم تک دسترس ہو گیا تو لونڈی و غلام بناتے ہیں کوتاہی نہ کرینگے:-

سعد۔ بے شک میں اس حال سے آگاہ ہوں کہ ابو الہول نے اپنے بائیس جوانوں کے ساتھ قلعہ فتح کر لیا۔ رومی سپاہ نے ہتھیار ڈال دیے اور حضرت خالدؓ ایک ہزار فوج لیکر قلعہ میں داخل ہو گئے اسکے بعد ہی امیر ابو عبیدہ بھی تشریف لے آئے:۔

زیتون۔ تعجب ہے اس علم کے باوجود بھی تم مجھے اس ذلیل زندگی کی طرف لے جانا چاہتے ہو جسے غیور طبائع برداشت نہیں کر سکتیں!

سعد۔ ہرگز نہیں! میں اپنی عالی ظرف شہزادی کو کبھی وہ مشورہ نہیں دے سکتا جسمیں ذرا برابر بھی بُرائی کا احتمال ہو۔ میں تو ایک غلط فہمی ایک فریب کی تردید کرنا چاہتا ہوں

زیتون۔ وہ کیا؟

سعد۔ حضور نے عربوں کے متعلق جو خیالات قائم کئے ہیں انکی کوئی اصلیت نہیں ہے حق امر تو یہ ہے کہ ان سی رحیم و خلیق اور شریف الخیال قوم کوئی نہیں وہ اپنے مغلوبوں کے ساتھ احسان و سلوک کرتے ہیں ان سے امان طلب کیجائے تو امان دیتے ہیں اور مصالحت کے واسطے سب سے پہلے ہاتھ بڑھاتے ہیں

زیتون۔ کیا انھوں نے مفتوحہ ممالک میں لوٹ نہیں کی۔ بازاروں میں قتل عام کا طوفان نہیں اٹھایا اور مغلوب اقوام کی زن و مرد کو لونڈی و غلام بنانے میں رتی تامل کیا:۔

سعد۔ غور تو کیجئے کہ جن مقامات پر انہوں نے یہ سلوک روا رکھا ہے وہاں والوں نے اُنکے ساتھ کیا کچھ نہ کیا تھا۔ تاہم تحقیق کیا جائے تو ظاہر ہو گا کہ ان کے انتقامی جذبہ میں وہ اشتعال ہرگز نہ تھا در حقیقت وہ جس کا مستحق تھا!

حلب والوں نے اندرہ دور اندیشی مسلمانوں سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ اگر وہ فتحیاب ہوں تو ہماری جان و مال محفوظ رہے اور اگر مفتوح ہوجائیں تو ہم پر ان کی صلح ساکت ہوجائے اسلئے یہ صلح بطریق اعظم بوقنا کی مخالف نہیں ہوسکتی خصوصاً اس صورت میں کہ انکے بھائی صاحب جو علم و فضل میں اکمل ترین مردم تھے خود اس صلح میں شریک تھے لیکن اُنکے ساتھ آپکے والد نے کیا سلوک کیا ان امور کو آپ ظلم سے تعبیر نہیں فرماتیں؟ پھر اگر عربوں نے ان لوگوں پر کچھ سختی کی جو آخر دم تک انھیں نقصان پہنچانے پر تلے رہے تو یہ کونسا ظلم ہے!

ابھی تک شہزادی زیتون کا ہاتھ بلند تھا اور خنجر کی نوک اس لطیف سینے کی طرف جھکی تھی۔ جسکے اندر نہ معلوم کتنے امید افزا اور مسرت خیز ارمان بڑے تڑپ رہے تھے مگر اب وہ اس منظر کو دیر تک برقرار نہ رکھ سکی اور اُسے جھکاتے ہوئے معقولیت کے انداز میں بولی۔ پھر تم مجھ سے کس چیز کی خواہش رکھتے ہو

سعد۔ صرف یہ کہ حضور اپنے دل سے تمام خطروں کو دور کرکے محل میں تشریف لے چلیں۔ میری استدعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے امیر کعب نے محل کے دروازے پر پہرہ بٹھا دیا ہے اب کوئی عرب اودھر آنیکی جرأت نہیں کرسکتا۔ امرائے اسلام آپکے شاہانہ مراتب کو ملحوظ رکھینگے اور انتظام مکمل ہوجانیکے بعد آپکی آرزو کے مطابق آپکے ساتھ سلوک کیا جائے گا!

زیتون۔ میرے والد اور اہل خاندان کا کیا حشر ہوا؟

سعد۔ بطریق اعظم نے اطاعت قبول کرلی ہے وہ نیز اور شاہی خاندان کے تمام افراد اسی محل میں محفوظ ہیں کل صبح ان سے صلح کی گفتگو ہوگی:-

زیتون۔ (سعد کو بنظر غائر دیکھتے ہوئے) سعد! کیا تم مجھے خوبصورت اور دل نشین الفاظ کی قید و بند میں جکڑ جانا تو نہیں چاہتے کیا میں تمہاری اس گفتگو کو صداقت آمیز سمجھکر اپنی عزت و ناموس کو تمہارے حوالے کر دوں!

سعد۔ جس طرح آپ چاند سورج اور ستاروں کا وجود تسلیم کرتی ہیں یا جس طرح ذی روح انسانوں کو ایک دن فنا ہو جانے کا یقین ہے اسی طرح میرا یہ بیان بھی سچائی سے مملو ہے۔ شہزادی صاحبہ میں جھوٹ بول کر آپ کو نقصان پہنچانے سے مر جانا بہتر خیال کرتا ہوں۔ ابھی آپکو تجربہ نہیں ہے عربوں کے متعلق ایسی افواہوں پر یقین رکھتی ہیں جو انکے دشمنوں اور بدخواہوں نے انھیں بدنام کرنیکے لئے مشہور کر رکھی ہیں:۔

سولھواں باب (۱۶)

قبول اسلام

آفتاب منظر خونیں کا نظارہ کرتا ہوا اسیرانہ مغرب میں داخل ہو گیا فتحمند مجاہدین نے قلعہ حلب میں استراحت فرمائی جب صبح ہوئی تو وہ پاک جو بندے کیطرف سب سے پہلے اپنے معبود کی حضوری میں جبین عبودیت خم کی۔ فریضہ سحر سے فارغ ہونیکے بعد امیر ابو عبیدہ اپنے تمام سرداروں کیساتھ اس ایوان شاہی میں داخل ہوئے جہاں یوقنا دربار کرتا اور اپنی فوجکو احکام دیتا رہا تھا وہاں کا شاہانہ ساز و سامان دیکھکر سب متحیر ہو گئے امیر ابو عبیدہ نے خدائے قادر و توانا کی مدح و ثنا کرتے ہوئے تمام اہل قلعہ کو حاضر ہونیکا حکم دیا تعمیل ا[illegible]

ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں سے عمارت کا وسیع ہال مملو ہوگیا۔ تمام رومی دل ہی دل میں لرز رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ عرب ایذا رسانی کے قصاص میں سخت ترین سزائیں دینگے اور ان زحمتوں کا انتقام لینگے جو مسلسل نو دس ماہ تک ہمارے ہاتھوں اٹھاتے رہے ہیں اور یہ حق بجانب بھی ہوگا۔ ان کے کانوں میں وہی افواہیں گونج رہی تھیں جو بیان کرنیوالوں نے عربوں کے متعلق گوش گذار کی تھیں صف اول میں یوقنا اور اسکے اعزہ وغیرہ تھے اسکے بعد سرداران فوج کا گروہ تھا اور انکے پیچھے نواحی کاشتکاروں کا مجمع تھا سب کی صورتوں سے بیم و رجا جھلک رہا تھا۔ یہی حالت اس مجرم کی سی تھی۔ جسکے حق میں سزائے موت تجویز کیجا چکی ہو اور وہ مقتل میں لاکر کھڑا کردیا گیا ہو۔ جہاں جلاد کا چوڑا چوڑا تیغہ مرغ اجل کی طرح اسکے سر پر بازو پھیلائے تھرتھرا رہا ہو اور اسکے شہپر کی ایک جھڑپ سر و تن میں دائمی فراق کر دینے کو تیار ہو:-

ہال میں سکوت طاری تھا۔ کوئی آواز سامعہ نواز نہ تھی کہ امیر ابو عبیدہؓ کھڑے ہوئے ایک گشتی نظر ڈالکر حاضرین کا معائنہ کیا پھر حمد خدا نعت مصطفےؐ کے بعد فرمایا

ایہا الناس آگاہ ہو کہ اللہ بزرگ برتر قادر و توانا ہے وہ جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کرے اسی کے ید قدرت میں فتح و شکست کی کلید ہے جب اور جس قوم کو چاہتا ہے غالب کردیتا ہے اور جسکو نافرمانیکی سزا دینا منظور ہوتی ہے اسے مغلوب بنا دیتا ہے اس خالق بیچون و چرا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم مسلمانوں کو فاتح روم قرار دے کر تم پر ظفریاب فرمایا ہے تمہارے سروں سے غرور حکمرانی نکالدیا اور اب تم ہمارے سامنے سر جھکانے اور گڑگڑانے پر مجبور ہو رہے ہو یہ جو کچھ ہوا اور آئندہ ہونیوالا ہے سب خدا ہی کیطرف سے ہوا اور خدا ہی کی طرف سے ہوگا ہماری کیا مجال کہ ہم بغیر اذن خدا

ہاتھ ہلا سکیں غالباً تم کو خیال ہوگا کہ ہم تمہاری ان حیلہ سازیوں کی سزا میں کوئی سخت انتقام لینگے۔ جو اب تک تم ہمارے ساتھ کرتے رہے ہو لیکن میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم مسلمان محض خدا کیلئے لڑتے ہیں اور اسکی راہ میں اپنے نفسوں کو کسی گندگی سے آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ ہم کو ہمارے مخبر صادق نے فتح روم کی بشارت دی اور وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ آج ہم بہ استثنائے چند تمام ممالک پر قابض و متصرف ہیں اور یہ چند شہر جو ہماری دسترس سے باقی ہیں انشاءاللہ العزیز انھیں بھی تسخیر و مفتوح کر کے ہمیں کامیاب ہو جائینگے۔ اب میں تمہارے سامنے دو چیزیں پیش کرتا ہوں اگر تم اپنی جان و اموال کا تحفظ چاہتے ہو تو ان میں سے ایک چیز اپنے لئے اختیار کر کے خدا کے عتاب دنیوی سے محفوظ ہو جاؤ۔ ان دونوں میں سے پہلی چیز اسلام ہے جو میں خدا اور رسول تمام مسلمانوں کی طرف سے پیش کرتا ہوں ایک کلمہ لا الہ الا اللہ تمہاری تمام کفر و ضلالت کو دفع کر سکتا ہے پھر تم ہمارے بھائی ہو جاؤ گے تمکو بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو ہمیں حاصل ہیں تمہارا دشمن ہمارا دشمن اور تمہارا دوست ہمارا دوست ہوگا۔ شاید تمہارا الفر اس شرط کو قبول نہ کرے تو پھر جزیہ دینا منظور کر کے ہمارے ذمہ میں داخل ہو جاؤ جیسا کہ اکثر تمہارے بھائی بندوں نے کیا ہے :۔

تقریر کر کے حضرت ابوعبید بیٹھ گئے انکی مشتاق نگاہیں اہل قلعہ پر پڑیں اور دل نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ یکایک یوقنا اپنے اہل و عیال کیساتھ آگے بڑھا اور امیر ابوعبید کا ہاتھ چوما پھر کلمہ شہادت پڑھکر اپنے سارے خاندان کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اسکی تقلید میں افسران فوج بڑھے اور باری باری سے ابوعبید کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے لگے یہانتک کہ ان میں کوئی فرد ایسا نہ بچا جس نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار

نہ کرلی ہو۔ ابوعبیدہ نے انھیں گناہوں سے پاک و منزہ ہوجانے پر مبارکباد دیتے ہوئے انکے اموال و جائداد واپس کردیئے۔ انھیں بال بچوں سے ملنے اور انکے ساتھ آزادی سے رہنے کی اجازت دے دی۔ پھر نواحی کاشتکاروں کی باری آئی ان میں جنھیں اسلام قبول کرنے کی توفیق ہوئی وہ مسلمان ہوگئے اور جن لوگوں نے آبائی مذہب ترک کرنا پسند نہ کیا وہ جزیہ دیکر اور امان کی سندیں لیکر واپس گئے اور ظہر کا وقت آتے آتے ان کاموں سے فراغت ہوگئی۔ نماز کے بعد پھر ابوعبیدہ نے مجلس شوریٰ منعقد کی جسمیں اسلامی سرداروں کے علاوہ یوقنا اور اسکے منتخب سردار بھی شریک ہوئے اور آئندہ جنگ جاری کرنیکے متعلق تذکرہ چھڑا! ابوعبیدہ بن الجراح نے فرمایا!

معاشر المسلمین! خدا کا شکر ہے کہ ہمیں بجز انطاکیہ کے کوئی شہر فتح کرنیکو باقی نہیں ہے انطاکیہ ہی ایک ایسی جگہ ہے جو ملک ہرقل کا دار العمارۃ اور اہل روم کی طاقت کا مرکز ہے وہاں سلاطین روم کا مجمع ہے اب اگر کوئی جگہ مسلمانوں کیلئے خطرات پیدا کرنیکا امکان رکھتی ہے تو وہ انطاکیہ ہے اسلئے ہمیں اسکی طرف توجہ کرنیکی ضرورت ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی روم کے دیگر شہروں کی طرح فتح کراوے گا اس بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ہنوز کوئی صحابی کھڑا نہ ہوا تھا کہ یوقنا اپنی جگہ سے اٹھا اور امیر ابوعبیدہ پر سلام کرنیکے بعد عربی زبان میں کمال فصاحت سے گویا ہوا

ایہا الامیر خدائے غالب و برتر نے جو آپ کو ہر جگہ فتحیاب کیا اسکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا دین قیم اور صراط مستقیم ہے حضرت عیسیٰ نے آپکے نبی برحق کی شہادت دی ہے انجیل مقدس میں انکا ذکر جابجا مذکور ہے اور مجھے ایسا ہی کچھ تحقیق ہوا ہے

ابوعبیدہ۔ یوقنا تم نے سچ کہا۔ بے شک ایسا ہی ہے مگر مجھے تعجب ہے کہ تم

کل تک مسلمانوں کے بدخواہ تھے اور آج بجد خیرخواہ ہو گئے ہیں نیز یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ عربی زبان سے مطلق واقف نہیں ہو حالانکہ اس وقت زبان انہی کی طرح کلام کر رہے ہو

یوقنا - آپ میری عربی دانی پر متعجب معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ تعجب کا مقام نہیں ہے میں نے گذشتہ شب ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص جس کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن جسکی کاکلیں خالص مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں وہ تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت بھی ہے میں نے اس جماعت سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نبی آخر الزماں یہی ہیں میں نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ واقعی نبی برحق ہیں تو دعا فرمائیں کہ میری زبان میں عرب باشندوں کی طرح طاقت پیدا ہو جائے اور میں بھی اہل عرب کی طرح زبان بولنے اور سمجھنے لگوں انہوں نے دعا فرمائی اور میں عربی بولنے لگا۔ میرے دیدۂ دل منور ہو گئے اور اسلام کی حقانیت نظر آنے لگی میں نے دوڑ کر ان کے ہاتھ چومے اور انھیں کے دست حق پرست پر خلوص نیت سے اسلام قبول کیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنے بھائی یوحنا کے مکان پر پہنچا اسکی کتابیں الٹ پلٹ کر پڑھنا شروع کیں ان میں تمام وہ باتیں دیکھیں جن کا مجھے کچھ واقفی تجربہ نہ تھا ایک جگہ یہ بھی پڑھا کہ آنحضرت کے دشمنوں میں یہودی پیش پیش ہونگے امید ہے کہ یہ پیشگوئی بھی صادق ہوگی :-

ابو عبیدہ - بے شک یہودیوں نے آنحضرت صلعم کی عداوت میں اپنی تمام طاقتوں کو صرف کیا تھا :-

یوقنا نے بہت سے سوالات کئے اور ابو عبیدہ نیز دیگر سرداران اسلام نے شافی جواب دیکر اسے مطمئن کر دیا اور اس نے جو شمیں آکر خاک پر جبین نیاز ٹیک کر

سجدۂ شکر ادا کیا پھر اپنے اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے بولا! ایہا الامیر! قسم ہے اس خدائے قادر و توانا کی جس کیساتھ میں ابتک شرک کرتا رہا ہوں مجھ پر اسلام اور اُسکے بانی کی حقیقت واضح ہو گئی ہے اور اب حق چھوڑ کر کبھی باطل کیطرف راجع نہیں ہو سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ ابتک گمراہی میں مبتلا رہکر حق کے مٹا دینے میں اپنی طاقت صرف کرتا رہا لیکن اب اپنے خدائے قادر و توانا کو گواہ کر کے تلافی مافات کا عہد کرتا ہوں میں آخر دم تک جہاد فی سبیل اللہ سے ہاتھ نہ روکوں گا۔ جتنے کہ میری روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر جائے:۔

ابو عبیدہ۔ تم پریشان نہ ہو قبول اسلام نے تمہیں گذشتہ معصیتوں سے پاک کر دیا۔ اب تم سے گذشتہ خطاؤں کا مواخذہ نہ ہو گا۔ اچھا اب بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کدہر اقدام کرنے کی ضرورت ہے؟

یوقنا۔ میری رائے میں آپکو انطاکیہ سے قبل اعزاز فتح کرنیکی کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ وہ قلعہ یہاں سے متصل ہے اسکی سنگین دیواریں آہن کی طرح سخت ہیں اور اسکے اندر سامان خورد نوش اور آلات حرب و ضرب کا کافی ذخیرہ موجود ہے وہاں کا حاکم میرا چچیرا بھائی دراس بن جونیاس نہایت جوانمرد اور شجیع ہے جب اُسے ان حالات کی اطلاع ہوگی اور یہ بھی معلوم ہو گا کہ اہل اسلام انطاکیہ کی جانب گئے ہیں تو وہ ان مقبوضات پر تاخت کریگا۔ یہاں کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ اسکے حملوں کی تاب لاسکیں یا اُسکے مقابلے میں تھوڑی دیر بھی ٹھہر سکے:۔

ابو عبیدہ۔ چونکہ تم یہاں کے حالات و واقعات سے زیادہ واقف ہو اسلئے ہمیں مشورہ دو کہ اس کا کیا انتظام کریں اور اس سے مقابلہ کرنیکی کیا صورت اختیار کیجائے

یوقنا۔ ابھی میرے ذہن میں ایک حیلہ آیا ہے بشرطیکہ خدا اُسے پورا کر دے!

ابو عبیدہ۔ وہ کونسا حیلہ ہے!

یوقنا۔ میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ یہاں سے سو عرب بہادروں کو رومی لباس پہنا کر اپنے ساتھ لیلوں اور اعزاز کی طرف روانہ ہو جاؤں اور آپ کسی سردار کی ماتحتی میں سرفروش دیکر میرے تعاقب میں روانہ کر دیں طریقہ یہ ہو کہ میں آگے شکست خوردہ کی طرح بھاگتا جاؤں اور تعاقب کنندہ کی طرح میرا پیچھا کرتے رہیں اس عنوان سے جب قلعہ اعزاز کے سایہ میں پہنچوں تو شور و غوغا مچاؤں غل سن کر دراس ضرور باہر آئیگا۔ اور مجھ سے اس اضطراب پریشانی کا سبب دریافت کریگا میں جواب دوں گا کہ اہل اسلام سے مغلوب ہو گیا اور جان بچانے کے لئے جھوٹ موٹ اسلام قبول کیا پھر مسلمانوں کے سردار کو دھوکہ دیکر نکل بھاگا۔ مگر انکی فوج کا ایک دستہ میری گرفتاری کے لئے آرہا ہے یقین ہے وہ قرابت کا پاس کرتے ہوئے ضرور مجھے پناہ دیگا میں شہر میں داخل ہو جاؤں گا اور آپکی فرستادہ فوج میر گاؤں میں جو اعزاز سے ایک فرسنگ ہے رات کی رات قیام کرے اور ادہر میں آدھی رات کو جب رومی سو جائینگے تو سو عرب بہادروں کے ساتھ انھیں تلوار کے سامنے لیلوں گا۔ اور پو پھٹتے ہی آپکا بھیجا ہوا سردار ایکہزار سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہو جائیگا۔ اس طرح جلد از جلد اور آسانی کے ساتھ اعزاز پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔

یہ حیلہ سنکر ابو عبیدہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا انہوں نے خالدؓ بن ولید اور معاذ بن جبل کیطرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ حضرات نے عبداللہ (یوقنا) کی تقریر سنی اب مجھے اپنی اپنی رائے سے مطلع کیجئے کہ اس باب میں آپ کیا خیال کرتے ہیں:۔

معاذ۔ ایہا الامیر اگر یہ شخص غداری کے ارادہ سے نہیں کہتا تو تدبیر معقول ہے

ابوعبیدہ۔ (یوقنا سے) اے بندۂ خدا یاد رکھ کہ تو اللہ تعالے کو دھوکہ نہیں دے سکتا اگر تیرے افعال ان بیانات کے منافی نکلے تو وہ تجھ کو سزا دے گا اور تو ہمارے ہاتھوں سے ذلیل کتے کی موت ہلاک کردیا جائے گا!

یوقنا۔ میں خدا اور اُسکے رسول عربی کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میری یہ گفتگو کسی مکر پر مبنی نہیں ہے میں نے کسی خوف یا لالچ کیوجہ سے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ خوب تحقیق کرنیکے بعد اختیار کیا ہے اسلئے اب اس سے روگردانی نہیں کرسکتا اگر آپ لوگوں کو اعتبار نہیں ہے تو مجھے اس خدمت پر مامور نہ کیجئے بلکہ انھیں تدبیروں پر عمل کیجئے جو مناسب نظر آئیں میں ہر صورت میں ساتھ دینے اور جان فدا کرنیکو تیار ہوں :۔

ابوعبیدہ۔ اگر تم مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کروگے تو خدا تمہارا مددگار اور معاون ہوگا تم کو چاہیئے کہ سچائی کو شعار بناؤ اور ان طریقوں کو اختیار کرو جو خدا کو مرغوب ہیں دنیا اور اسکی دولت کوئی چیز نہیں ہے فنا ہو جائیگی مگر آخر کی نعمتیں لازوال ہیں

اور بہت سی عمدہ عمدہ نصیحتیں کرکے یوقنا کے قلب میں نیکی و پاکیزگی کی تخم ریزی فرمائی اور پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ سو بہادر شخصوں کو اپنی خواہش کے مطابق منتخب کرکے اعزاز کیطرف روانہ ہو جاؤ۔ خدا تمہارے نیک کاموں میں برکت دے گا:۔

یوقنا۔ چونکہ میں ابھی سرداران فوج نیز بہادران عرب سے واقف نہیں اسلئے بہتر ہے کہ آپ خود ہی سو جوانوں کو اس کام کے واسطے منتخب کردیں!

اس خواہش کو بھی ابوعبیدہ نے قبول فرمایا اور قبائل عرب میں سے دس قبیلوں

کے دس دس جوان منتخب کئے اور پھر انھیں میں سے ایک ایک جوان کو باقی نو نو جوانوں پر افسر مقرر کیا۔ طے۔ فہر۔ خزعہ سیفین نمیر۔ حضارمہ۔ حمیر۔ باہلہ۔ تمیم اور مراد کے افراد پر جماعت منقسم تھی جس نے چلتے وقت فتح یا موت کا حلف کیا تھا۔ انتخابات کا کام ختم کرنیکے بعد رومی وضع کے لباس منگوائے جنکی یوقنا کے توشہ خانہ میں کمی نہ تھی اور انھیں وہ کپڑے پہنا کر ہر ایک کے گلے میں صلیب لٹکا دی گئی کہ دیکھنے والے انھیں عیسائی سمجھیں اور سامان سفر درست ہوجانیکے بعد امیر ابوعبیدہ نے انھیں خطاب کر کے فرمایا۔ بہادران عرب میں تمہیں ایک ایسے جوانمرد کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں جس نے خدا کی راہ میں اپنی ذات کو وقف کر دیا ہے میں نے ہر قبیلے کے دس دس آدمی چن لئے ہیں پھر انھیں میں سے ایک ایک شخص کو ان پر سردار بنایا ہے کہ نظم میں بے ترتیبی واقع نہ ہو اور تم سبھوں پر یوقنا کو افسر بناتا ہوں جبتک وہ اللہ جل شانہ کی رضا پر قائم رہے تم لوگ ہر حکم میں اسکی اطاعت کرتے رہنا اور کسی کام میں نافرمانی نہ کرنا۔ یوقنا ان سو بہادروں کو لیکر اعزاز کی جانب روانہ ہو گیا اسکے چلے جانیکے بعد ابوعبیدہ نے مالک اشتر نخعی کو طلب کیا اور اسکی ماتحتی میں ایک ہزار سپاہ دیکر حکم دیا کہ آپ اپنی سپاہ کیساتھ یوقنا کے عقب میں روانہ ہو جائیں اور مبرہ نامی گاؤں میں پہنچکر قیام کیجئے پھر پہر رات رہے سے سپاہ لیکر قلعہ اعزاز پر دھاوا کر دیجئے وہاں یوقنا موجود ہوگا اور غالباً فتح اعزاز میں اپنی تدبیروں سے کافی سہولت پیدا کرے گا۔ حسب الحکم مالک اشتر اپنی فوج لیکر چل کھڑے ہوئے اور سارا دن قطع منازل کرتے رہے۔ شام کے جھٹپٹے میں ان کا دستہ مبرہ گاؤں میں داخل ہو کر کمین گاہ میں روپوش ہو گیا۔

یہ گاؤں بالکل غیر آباد اور ویران پڑا تھا کیونکہ یہاں کے باشندے عرب بھی خوف سے اپنے اپنے مویشی اموال و اسباب لیکر فرار ہو چکے تھے جس سے مالک اشتر اور اسکے لشکر کو چھپنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی وہ جھونپڑیوں اور خام مکانات میں آرام بیٹھ رہے۔ چاند اپنے جمال جہاں آرا کے ساتھ جلوہ فگن نظر بنا تھا۔ چاروں طرف چاندنی چھٹکی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے اشجار صحرائی پر چاندی کے پتر جڑ دیئے ہیں اگرچہ دن کی طرح روشنی تھی۔ پھر بھی دور تک فضا چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ غازیان اسلام کمین گاہ میں بیٹھے صبح کا ذب کا انتظار کر رہے تھے۔ ناگاہ انکے کانوں میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ دفعتاً سب کی توجہ اس جانب منعطف ہو گئی اور چند ثانیوں میں محسوس ہونے لگا کہ کوئی لشکر سبک رفتاری کے ساتھ اسی طرف بڑھا آ رہا ہے:۔

عرب مجاہدین نے آلات حرب سنبھالے غازیوں کے ہاتھ بڑھ بڑھکر تلواروں کے قبضوں پر جا پڑے اور تمام اہل عرب حریف سے لڑنے بھڑنے پر آمادہ ہو بیٹھے۔ مالک اشتر نے بھی یہ آواز سنی اور پھر اپنے سپاہیوں سے استفسار کرنے لگے لیکن وہ لوگ کچھ جواب نہ دے سکے۔ کیونکہ وہ اپنے سردار کی طرح اس حقیقت سے ناآشنا تھے انھیں بالکل علم نہ تھا کہ آنے والے دوست ہیں یا دشمن؟ اور اس طرف کس ارادے سے آ رہے ہیں۔ انھوں نے متفق اللفظ ہو کر جواب دیا۔ ایہا الامیر خدا عالم الغیب ہے ہم اس حقیقت سے مطلع نہیں مالک اشتر نے ان کا جواب سنا کچھ سوچا پھر انھیں اسی جگہ خاموش رہکر انتظار کرنے کا حکم دے کر ایک طرف کو روانہ ہو گئے اور کم و بیش نصف ساعت

نائب ہے اسکے بعد ایک شخص کی گردن میں اپنا عمامہ ڈالے اور اُسے گھسیٹتے ہوئے واپس آکر لیے لے۔ اس شخص کو اسیر کر لایا ہوں یہ اعزاز کی طرف جانیکا قصد رکھتا تھا۔ اب تم لوگ اس سے دریافت کرو۔ لیکن ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہی اس سے کلام فرماویں تو بہتر ہے مالک اشتر نے ان کا جواب سُنکر اس شخص سے سوال کیا۔ تو کون ہے :۔

اسیر۔ میں نصرانی عرب ہوں اور جبلہ بن ایہم کا ہم قبیلہ !

مالک اشتر۔ یعنے تو غسانی ہے ؟

اسیر۔ جی ہاں !

مالک اشتر۔ تمہارا کیا نام ہے

اسیر۔ طارق بن سنان

مالک اشتر۔ میں تجھے تیرے عرب ہونیکی قسم دیتا ہوں کہ تجھے رومیوں کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سچ سچ بیان کر دے :۔

طارق۔ میں بھی حلفیہ ہی کہتا ہوں کہ صحیح ہی بیان کروں گا لیکن پہلے یہ عرض کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اپنے حریف کے مقابلہ کے واسطے مستعد ہو جانا چاہیئے :۔

مالک اشتر۔ یہ کیوں ؟

طارق۔ اسلئے کہ گذشتہ راتکو دمشق والے اعزاز نے اپنے جاسوس عصمہ بن عرفجہ کو قلعہ حلب کی خبر لانے پر مامور کیا اور وہ قلعہ میں گیا اس نے قلعہ کو مفتوح ہوتے دیکھا اور پھر یوقنا کو اسلام قبول کرنے کا اعادہ کیا اور اسکی زبان

سے وہ حیلہ سُنا۔ جو اس نے فتح اعزاز کے بارے میں سوچا تھا۔ پھر ان حالات کو لکھکر ایک کبوتر کے بازو میں باندھا اور اس کبوتر کو اعزاز کی طرف اڑا دیا۔ دراس کو تمام حالات معلوم ہو گئے اور اس نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ میں لوقا بن شامس حاکم راوندان سے کمک لانیکے واسطے فوراً روانہ ہو جاؤں میں اس حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہوا اور لوقا نے دراس کو امداد دینا قبول کر لیا لہذا وہ پانصد جرار سواروں کے ساتھ آیا چاہتا ہے اس خبر کو سنکر مالک اشتر خوش ہوئے اور اسی وقت اپنے سپاہیوں کو متوجہ کر کے فرمایا:۔

برادران عرب خوش ہو جاؤ کہ تم کو شکار ملا چاہتا ہے رومی کتے اپنے پانچسو کی تعداد میں اپنے سردار لوقا کے ساتھ دراس کی امداد کے لئے جانا چاہتے ہیں مگر تم انھیں اعزاز پہنچنے سے پہلے ہی شکار کر لو۔ پھر ایک انوکھی چال کھیلو تاکہ دراس کو اپنے مکر کی سزا ملجائے۔

عرب مجاہدین جہاد پر آمادہ ہو گئے۔ مالک اشتر کے حکم سے وہ تین سپاہیوں نے طارق کی مشکیں کسکر ایک کنارے بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر میں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔ مگر مجاہدین اس طرح سے مسک مارے بیٹھے ہے جیسے وہ وہاں موجود ہی نہیں ہیں آہستہ آہستہ رومی قریب ہونے لگے چاندنی میں انکے علم نکے پھریرے ہوا میں اڑتے دکھائی دینے تھے۔ پانچسو صلیبیں بلند تھیں انکے آگے لوقا بن شامس چل رہا تھا۔ اسکے سر پر زرنگار صلیب کا سایہ تھا:۔

اہل عرب اب بھی بالکل خاموش تھے کہ انکے رہوار بھی پتھر کی مورت بنکر رہ گئے تھے۔ رومی آفات ارضی و سماوی سے بیخبر کامل اطمینان و بیخوفی سے آگے بڑھ

رہے تھے انکے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ دشمن انکی تاک لگائے کمینگاہ میں موجود ہے جب ان کا گروہ زد پر آگیا تو مالک اشتر نے اپنی فوج کو حملہ کرنیکا اشارہ کیا یکایک جیسو نکی توقع کے خلاف ایکہزار جوانان عرب غو غو کر کے کمینگاہ سے نکلے اور دو دو ایک ایک رومی پر ٹوٹ پڑے رومی جبتک سنبھلیں اور واقعات سمجھنے کی کوشش کریں اسکے پہلے ہی ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر گرفتار ہوگئے اور یہ سب کچھ پلک مارتے ہوگیا اور تعجب یہ ہے کہ کسی کی نکسیر تک پھوٹنے نہ پائی۔ مالک اشتر نے ان سب کے کپڑے اتروا لئے اور انکے ہتھیار چھین لئے۔ پھر اپنے پانچسو منتخب دلیروں کو حکم دیا کہ آپ لوگ رومی لباس پہن لو اور انکے ہتھیاروں سے سجکر آراستہ ہو جائے میرا قصد ہے کہ میں تو قانیکر اعزاز کی طرف چلوں اور دراس کو فریب دیکر اعزاز پر قابض ہو جاؤں تاکہ وہ بھی سمجھ لے کہ اہل عرب اسکے فریبوں سے انجان نہیں بلکہ رومی جو کچھ کرتے ہیں وہ ان سے واقف ہوتے ہیں اس حکم کی تعمیل ہوئی تھوڑی دیر میں پانچسو جوان رومی لباس اور رومی آلات سے آراستہ ہوکر رومی بنگئے اس کام سے فارغ ہونیکے بعد مالک اشتر پھر طارق کیطرف متوجہ ہوکر بولے :

طارق! کیا ممکن ہے کہ تو اپنے کفر و ضلالت کی تلافی میں مسلمان ہو جا کہ اتنا حقیقی معصیتیں کرتا رہا ہے وہ سب ہل جائیں اور تو دین و دنیا میں آرام پائے

طارق۔ ایہا الامیر! مجھے اسلام سے محبت ازلی ہے اور میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جنھوں نے جبلہ بن ایہم کے ساتھ عمر فاروق رضی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا مگر خدا اسے رسوا ہی نصیب کرے جس نے ہمیں ورغلا کر گمراہ بنادیا مگر اب میں اپنے اعمال سے شرمندہ ہوں اور توبہ کرتا ہوں کہ خدا میری توبہ قبول کریگا۔

مالک اشتر۔ اگر ریا کاری شریک نہ ہو تو بے شک وہ قبول کریگا۔ کیونکہ اس کا نام غفور الرحیم ہے :

طارق۔ بہتر ہے تو آپ گواہ ہیں کہ میں اپنے شرک سے تائب ہوکر دین اسلام قبول ہوں اور خدا سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے صراط مستقیم پر قائم و برقرار رہنے کی توفیق عطا فرمائے

مالک اشتر۔ مبارک ہو مبارک ہو! یا طارق تم ایسے پاکیزہ ہوگئے جیسے کہ شکم مادر سے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن کیا تم اعمال گذشتہ کی تلافی کرنے کو تیار ہو؟

طارق۔ فرمائیے اگر اس راہ میں میری جان بھی کام آئے تو دریغ نہ کروں گا

مالک اشتر۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ورقہ کے پاس جاکر اسے خبر کرو کہ لوقا اپنے پانچ جاں نثاروں کے ساتھ آرہا ہے اسکے بعد ہی میں اپنے ان پانچسو سواروں کے ساتھ روانہ ہوں گا اور اُسے گرفتار یا قتل کرکے سزا دوں گا :۔

طارق۔ میں اس خدمت کیواسطے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن آپ اپنا ایک معتمد میرے ساتھ کر دیجئے کہ وہ میرے کاموں کی نگرانی کرتا رہے اور بعد میں کوئی شبہ پیدا نہ ہو سکے

مالک اشتر۔ تم سچ کہتے ہو (اپنے چچیرے بھائی ارشد بن قیس سے) ارشد! تم طارق کے ہمراہ جاؤ مگر احتیاط ملحوظ رکھنا اور جو کچھ کاروائی اس سے ظہور میں آئے اُسے غائر نظروں سے دیکھتے رہنا :۔

ارشد بن قیس نے سر کو جنبش دیکر سر اطاعت کا اقرار کیا اور وہ دونوں اسی وقت اعوا از کیطرف روانہ ہوگئے انکے جانیکے بعد اسیروں کا قضیہ پیش آیا ایسے وقت میں ان کا ساتھ رکھنا ایک مصیبت تھی اور نگرانی سے غفلت کرنا اس سے سخت اور اہم ترین تھا آخر باہم مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ ان پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ بطیب خاطر منظور کریں تو جاں بخشی

کیجائے کی جائے ورنہ سب کو تلوار کے گھاٹ اتار کر اس خطرے کو دور کردیا جائے!

مالک اشتر نے اس مشورے کو پسند کیا اور لوقا ابن شاماس کے پاس جاکر پہلے خدائے قدوس کی حمد و ثنا کی۔ پھر اچھی اچھی نصیحتیں فرمائیں اور اسکے بعد ارشاد فرمایا!

لوقا! تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ خالق برتر نے ہمیں کس آسانی سے تم پر غلبہ عنایت فرمایا۔ حتیٰ کہ نہ ایک جان ضائع ہوئی نہ کسی کے ذرا سی خراش ہی آئی اسلئے میں مشورہ دونگا کہ تم شرک سے باز آجاؤ اور اس خدا لاشریک کو جس نے مجھ کو اور تم کو اور سارے عالم و عالمیان کو پیدا کیا ہے معبود برحق جانو۔ اُسکے نبی کی شہادت دو۔ اور ان چیزوں پر ایمان لاؤ جن کا حکم دیا گیا ہے اگر تم یہ صلاح مان لوگے تو ہمارے بھائی ہوجاؤگے۔ جو حقوق ہمیں حاصل ہیں وہی تم کو حاصل ہو جائینگے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد بنجائینگے :-

لوقا۔ اگر میں اسلام قبول کرنے سے انکار کردوں تو کیا ہوگا!

مالک اشتر۔ ہم فوراً اپنی تلوار سے تمہارا سر اڑا دینگے!

لوقا۔ کچھ سوچکر ! بقول تمہارے دنیا چند روزہ ہے اسکی نمائش عارضی ہے اور اس کا جاہ و تمول فنی ہے اسکے مقابلے میں آخرت کی چیزیں لازوال اور ابدی ہیں اور عقلمند انھیں چیزوں کو اختیار کرتا ہے جو مستقل ہوں :-

مالک اشتر۔ بے شک اور اسی لئے میں مشورہ دیتا ہوں کہ تم راہ مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے اسلام قبول کرلو!

لوقا۔ ہرگز نہیں مجھے اپنا دین عزیز ہے میں اس سے پھر کر زندہ رہنا پسند نہیں کرتا تم شوق سے میرا سر کاٹ لو لیکن مجھے تبدیل مذہب کا مشورہ نہ دو۔

جواب سنکر مالک اشتر نے اپنی تلوار علم کی۔ جو فضائے آسمانی میں بجلی کی طرح چمکی پھر ہاتھ کو حرکت ہوئی اور چشم زدن میں لوقا کا سر الگ اور دھڑ الگ خاک و خون میں آغشتہ نظر آیا۔ لوقا کے پانچو جاں نثاروں نے اپنے آقا کا حشر دیکھا لیکن وہ بنارہے ہوئے تھے اور انتقامی جذبہ کی عملی تشکیل میں لانیکی قدرت نہ رکھتے تھے تاہم انہوں نے اپنے سردار کی پیروی میں جان دینا طے کرلیا اور جب مالک اشتر نے اُنکے پاس جاکر سوال کیا تو سب نے اسلام لانے سے قطعی انکار کردیا۔ جس سے مشتعل ہوکر مالک اشتر نے اپنے پانچو نوجوانوں کو حکم دیا کہ وہ ان سب کے سر قلم کرکے انکی رُوحوں کو قید جسم سے آزاد کردیں۔ اس حکم کی تعمیل کیگئی۔ تھوڑی دیر میں پانچوں لاشے ارض میرہ پر تڑاپ تڑاپ کر سرد ہوگئے :-

سترہواں باب (۱۷)

دراس کا قتل

لُوقنا جب قلعہ حلب سے نکلکر روانہ ہوا تو اس نے اپنے آپ میں وہ اپنی چھوٹی سی جماعت میں اضطراب و پریشانی کی تمام علامات پیدا کرلیں جو ہزیمت پائے ہوئے افراد میں پائی جاتی ہیں انکی گھبرائی ہوئی چال دہشت زدہ صورتیں اور بے ترتیبی انکے دلی بیم ورجا کا منظر تھی وہ ایک سے ایک آدمی پیچھے پھر کر دیکھے بغیر بھاگے چلے آتے تھے اور انکے گھوڑے پسینے میں شرابور تھے اور خود انکے چہرے اور داڑھیاں گرد آلود ہو رہی تھیں انکے جسموں پر جنگی لباس اور زرہیں موجود تھیں لیکن ان میں بے ترتیبی

واقع تھی۔ راستہ میں جو انکو بھاگتا ہوا دیکھتا تھا انکی خوفزدہ حالت سے فوراً سمجھ جاتا تھا کہ حریف زبردست سے ہزیمت اٹھا کر فرار ہوئے ہیں مگر کسی کو انکی برق رفتاری کیوجہ سے کچھ دریافت کرنے کا موقعہ نہ ملتا تھا بلکہ انکی بدحواسی کا اثر دیکھنے والوں کے قلوب پر بھی اثر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ وہ بھی نزول بلا سے قبل فرار ہونے میں انکی پیروی کرتے تھے یہ خیال ان کا قدم ٹھکنے نہ دیتا تھا کہ مبادا عرب لشکر آپڑے اور وہ مصیبت میں پھنس جائیں۔ البتہ جو دہقان صلح میں داخل ہو چکے تھے وہ مطمئن تھے اُنھیں کوئی خوف کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا یہ چھوٹا سا قافلہ بھاگوں بھاگ قلعۂ اعزاز کے سامنے جا پہنچا۔ دُور سے قلعہ کی بُرجیوں کا دھندلا سا خاکہ اور انکے کلس دکھائی دینے لگے یوقنا اپنے گھوڑے کی باگ کھینچکر قدم قدم چلنے لگا۔ اسکے ساتھیوں نے بھی اپنے اپنے رہواروں کو روکا اور آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ یوقنا نے مڑ کر ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یا معاشر العرب! ہم لوگ قلعہ اعزاز کے سامنے پہنچ چکے ہیں اسلئے آپ لوگوں کو بالکل خاموش ہو جانا چاہئیے کوئی آپسمیں کلام نہ کرے کیونکہ رومی کچھ کچھ آپکی زبان سے واقف ہو چکے ہیں اگر انھیں ہمارے فریب کا حال معلوم ہو گیا تو شدید انتقام لینگے اور وہ مقصد بھی پورا نہ ہونے دینگے جسکے واسطے ہم محنت شاقہ برداشت کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں۔ میں آپ لوگوں کیطرف سے گفتگو کرنیکو موجود ہوں۔ ساتھیوں نے اطاعت کا اقرار کیا۔ پھر گھوڑوں کو ایڑ دیگئی اور وہ ہوا سے باتیں کرتے ہوئے قلعہ کے گرد پہنچ گئے۔ مگر خلاف امید یوقنا کو یہاں ایک عجیب منظر نظر آیا اُس نے دیکھا کہ قلعہ کا استحکام اسی صنعت سے

جیسا جنگ کے موقعوں پر کیا جاتا ہے برجوں پر منجنیقیں چڑھی ہیں اور آہن پوش سپاہی مستعد بجنگ کھڑے ہیں قلعہ کا پھاٹک بند ہے اور اسکے سامنے ورداس سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تین ہزار جنگجو رومیوں کے ساتھ صف آرا ہے اسکے سر پر ایک غلام جواہر نگار صلیب کا سایہ کئے ہے یوقنا کے دلمیں کچھ خطرہ محسوس ہوا مگر اس نے فریب کی نیت سے غل مچا مچا کر اپنی داستان شکست کہنا شروع کی اس نے کہا۔ ورداس! ورداس میں تباہ ہو گیا میرا ملک میرا قلعہ عربوں نے فتح کر لیا ہے سرداروں کو تہ تیغ کر دیا۔ اور میرے سارے خاندان کو اسیر کر لیا مجھے بھی پکڑ لیا تھا لیکن میں نے مصلحت وقت پر نظر کرتے ہوئے انکے نبی کا کلمہ پڑھکر امان طلب کی اور پھر انھیں فریب دیکر بھاگ نکلا لیکن بعض معاہدیوں نے مجھے بھاگتے دیکھ اور مسلمانوں کے سردار کو خبر کر دی۔ اس نے میری گرفتاری کے لئے ایک مسلمان سردار کو ایک ہزار سپاہیوں پر افسر بنا کر روانہ کیا ہے جو میرے عقب میں مار دھاڑ کرتا چلا آتا ہے۔ میں قرابت کا بھروسہ کر کے تیرے پاس آیا ہوں مجھے امان دے اور اسکے شر سے بچا۔

ورداس۔ خوش آمدید! آؤ آؤ میں اسکی گوشمالی کا پورا پورا انتظام کر لیا ہے اور ان کے آنے کا منتظر ہوں تم نے وہ بھی کیا یاد کرینگے کہ کسی سردار سے مقابلہ کرنا پڑا تھا!

ورداس اس انداز سے بڑھا جیسے وہ اپنے بھائی کی پذیرائی کرنا چاہتا ہے یوقنا کے دلمیں جو شکوک پیدا ہو گئے تھے وہ ہوا کے جھونکے کی طرح غائب ہو گئے اور مطمئن ہو گیا کہ فریب ضائع نہیں ہوا۔ یوقنا کے ساتھی بھی بیخوف تھے وہ برابر آگے بڑھ رہے تھے حتے کہ اعزازی لشکر کے حلقے میں آ گئے ادہر یوقنا نے تعظیماً گھوڑے سے اترنا چاہا کیونکہ ورداس بھی اپنی سواری سے اتر کر اس طرح بڑھ رہا تھا۔ گویا وہ یوقنا سے معانقہ

کرنیکا خواہشمند تھا۔ قبل اسکے کہ یوقنا اپنے گھوڑے کی پشت خالی کرے وہ اس اسکے نزدیک پہنچ گیا۔ اسکے بائیں ہاتھ میں آبدار خنجر تھا جسے وہ عمداً پیچھے کئے اور یوقنا کی طرف سے چھپائے تھا قریب پہنچتے ہی اس نے دایاں ہاتھ یوقنا کی طرف اس انداز سے بڑھایا جیسے گھوڑے سے اتارنے میں امداد دینا چاہتا ہے۔ یوقنا نے کمال بیخوفی سے اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ میں دیدیا جسے وراس نے خوب مضبوط پکڑ لیا اور بائیں ہاتھ سے فی الفور گھوڑے کا تنگ کاٹ دیا جسکی وجہ سے یوقنا سنبھل نہ سکا ڈگمگا کر نیچے آرہا!

معاً اعزازیوں نے برقی سرعت سے اپنا کام شروع کیا جتنی دیر میں اسکی پلکیں نیچے کی پلکوں سے معانقہ کرکے جدا ہوں شاید اس سے بھی پہلے یوقنا اپنے سو ساتھیوں سمیت دراس اور اسکی فوج کے ہاتھ میں اسیر تھا۔ اسکی مشکیں کس دی گئی تھیں اور مدافعت کے امکانات سلب کرلئے گئے تھے۔ اب وراس کے چہرے سے رحم و محبت کے بدلے خشونت و حقارت نمایاں تھی اور دونوں آنکھوں سے خون ابل رہا تھا نیز غیظ و غضب سے منہ میں کف بھر آیا تھا۔ اُس نے دیوانوں کی طرح غصہ میں تھرتھراتے ہوئے یوقنا کے منہ پر تھوکا اور لعنت و ملامت کرتے ہوئے کہا

دغاباز غدار! مجھے تیری مکاریوں کا ذرہ ذرہ حال معلوم ہے میں اس فریب سے آگاہ ہوں جسے سوچکر تو نے اعزاز کا رخ کیا تھا لیکن یاد رکھ تو اپنے دین سے پھر کر ملک سے غداری کرنیکے بعد ملک العادل حضرت ہرقل سے کفران نعمت کرتے ہوئے سرسبز نہیں ہوسکتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تیرا دماغ حیلہ تراشی میں بیعدیل ہے تجھے مکاریوں کی صدہا راہیں معلوم ہیں اور تو فریبکاریوں میں اپنی نظیر آپ ہے مگر میں تیرے طلسم فریب کو ایک آن میں بخش و بخش کردینے کی قدرت رکھتا ہوں مجھے وہ

ذرائع حاصل ہیں کہ اعزاز کے قلعہ میں بیٹھے بیٹھے سارے عالم کی خبریں دریافت کرسکوں
میں انکے حالات اس طرح معلوم کرلیتا ہوں جس طرح تجھ سی ذہنیت رکھنے والا انسان
دیکھنے کے بعد محسوس کرتا ہے میں نے طے کرلیا ہے کہ تجھ کو اور تیرے ان ذلیل
ساتھیوں کو شہنشاہ ہرقل کیجذ متمیں روانہ کردوں ورنہ انطاکیہ کے پھاٹک پر سب
کی گردن زدنی کرادیں بدسپاہیوں سے) لیجاؤ ان لوگوں کو اور قلعہ کے محبس میں بند کردو
خبردار کسی طرح کی مراعات نہ لیجائیں نگہداشت میں تساہل نہ ہونے پائے انکی مشکیں اسی طرح
کسی ہیں اور یہ سب آہنی میخوں میں بندھے رہیں۔ حکم شاہی کی تعمیل کی گئی۔ سب
بلانصیب قلعہ کے محبس میں قید کر دیئے گئے ان پر جتنی سختیاں ممکن ہوسکتی تھیں وہ
کل مباح سمجھی گئیں رئیس الغسان ابوالمنذر نے بھی سُنا اور اسکے منہ سے بے اختیار
نکل گیا۔ افسوس اور اُس نے اپنی موت کو خود دعوت دی۔ اعزاز کے مفتوح ہونیکا وقت
آگیا۔ کل صبح کا آفتاب طلوع نہیں ہوگا کہ قلعہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگیگا۔ جس وقت
ابوالمنذر جوش کے عالم میں مذکورہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کر رہا تھا۔ لوقا بن وراس
اسکی صحبت میں حاضر تھا اس نے بھی ان لفظوں کو سُنا۔ جو بالکل صاف تھے۔ وہ ڈر
گیا سہم گیا۔ خائف ہوگیا اور اسی بیم و رجا کی حالتیں بولا۔ مقدس باپ آپ کیا فرما رہے
ہیں مسیح مسلمانوں کے مقابلہ میں نصرانیوں کی امداد نہ کرینگے؟ کیا پاک مریم اپنے بیٹے کے
پرستاروں کو فراموش کردیگی؟ اور کیا روح القدس قلعہ کی حفاظت سے اپنا ہاتھ اٹھا لینگے
ابوالمنذر۔ ہاں عیسائیوں نے مسیحیت کو ضائع کردیا ہے وہ کبر و غرور کے بندے
بنگئے ہیں اور انھیں نفس پروری اور تن آسانی کے سوا کوئی فکر نہیں ہے وہ ظلم و تعدی
قطع رحم اور ناحق شناسی کو بُرا نہیں سمجھتے اسلیئے آسمانی باپ ان سے ناراض ہوگیا ہے

اور انکی سرکوبی کے لئے عربوں کو مامور کر کے اُدھر بھیجا ہے!

لوقا۔ تو کیا عربوں کا دین سچا اور اس کا نبی برحق ہے؟

ابو المنذر۔ وقت آگیا ہے کہ حقیقت بے نقاب کر دیجائے اسلئے اے لوقا میں سچی بات کہوں گا۔ جو مقدس کتاب میں درج ہے اور جسے ایک روز مسیح نے اپنے حواریوں سے بیان کیا تھا کوئی شبہ نہیں کہ مسیح کی پیشینگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کی بے برگ و گیاہ ریتلی زمین پر نبی آخرالزماں پیدا ہونے والا ہے صحائف متبرکہ میں متعدد جگہ ایسی پیشینگوئیاں مرقوم ہیں!

لوقا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کا عقیدہ صحیح اور انکا رسول خدا کا سچا رسول ہے

ابو المنذر۔ فی الحال میں اسبابیں اپنی رائے ظاہر نہیں کرسکتا!

لوقا۔ لیکن ابھی آپنے مسلمانوں کی فتح کے متعلق پیشینگوئی کی تھی

ابو المنذر۔ بے شک وہ صرف اعزازی کو فتح نہیں کرینگے بلکہ انطاکیہ پر قبضہ کر کے سارے ملک شام کے مالک ہو جائینگے:۔

لوقا۔ کیا آپنے یہ بات کسی اور سے بھی کہی تھی!

ابو المنذر۔ میں نے شروع ہی میں شہنشاہ ہرقل کو مشورہ دیا تھا کہ وہ عربوں سے مصالحت کرلیں لیکن انہوں نے بطارقہ روم و شام کی پر غرور صلاحوں پر عمل کیا۔ اور جنگ منظور کرلی۔ اس کا جو کچھ انجام ہوا خود انہوں نے تم نے اور سبھوں نے دیکھ لیا میں نے تمہارے والد کو بھی صلح و آشتی کے فوائد سے مطلع کیا مگر انہوں نے میرے مشوروں کو پسند نہ کیا:۔

لوقا خاموش ہو گیا لیکن اسوقت کی باتیں اسکے دلمیں چبھ گئیں وہ دل نے

حقیقت کا جلوہ دیکھ لیا اُسے محسُوس ہونے لگا کہ ابوالمنذر کسی مصلحت سے بتانا
نہیں چاہتا لیکن اس کا قلب اسلام کی خوبیوں پر شیدا ہو رہا ہے اس سلسلے میں یوقنا
اور یُوحنا کا خیال آیا اُسے عصمہ بن عرفجہ کی زبانی معلوم ہو چکا تھا کہ یوحنا نے بھی
یوقنا سے یہی باتیں کہی تھیں بلکہ اپنی ورشہر والوں کیطرف سے صلح بھی کر لی تھی اور
قتل ہونے سے پہلے اپنے اسلام کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ یوقنا عرصہ تک مسلمانوں سے
برسر پیکار رہا ہے مگر انجام کار مسلمان ہو گیا۔ یہ لوگ دراس سے بدرجہا فہمیدہ۔ تجربہ کار
اور علمی معلومات میں افضل ہیں۔ جو ان لوگوں کی تقلید پیروی کرے گا یقیناً اس کا انجام
بہتر ہوگا۔ اب اسکے دلمیں ایک خیال پیدا ہوا اس نے سوچا کہ اگر میں بھی والد کو سمجھاؤں کہ
تو وہ میری عاقبت اندیشانہ صلاح کو خوف پر مبنی کرتے ہوئے وہی سزا تجویز کرینگے
جو یوقنا نے یوحنا کے لئے صادر فرمائی لہذا اپنی اور اپنے ہموطنوں کی بھلائی اسی میں نظر
آتی ہے کہ صبح سے پہلے پہلے ان کا کام تمام کر کے چچا یوقنا کو ان کے ہمراہیوں
سمیت آزاد کر دوں والد کے بعد پھر کسی کی جرات نہ ہوگی کہ عربوں کے منہ چڑھے۔
بالفرض چند اہل سپاہی لے تلوار کھینچی بھی تو چشم زدن میں مغلوب ہو جائینگے
لوقا اس رائے پر جم گیا اگرچہ اس نے ابوالمنذر پر بھی اپنا خیال ظاہر کیا تھا مگر اپنی
تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی نیت سے اٹھا اور ابوالمنذر سے رخصت ہو کر قصر شاہی
کیطرف روانہ ہو گیا محل میں داخل ہونیکے بعد جب وہ شاہی حرم سرائے کی طرف بڑھ رہا
تھا تو اُسے لاوان کے کمرے سے شمعوں کی روشنی چھنتی ہوئی دکھائی دی۔ جس
سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی محل میں موجود ہے۔ حقیقت میں لاوان اپنے کمرے ہی
میں تھا جب سے اُسے یوقنا اور انکے ہمراہیوں کا مقید ہونا معلوم ہوا تھا اسی

وقت سے ایک خلفشار میں پڑا تھا۔ وہ کبھی تو یہ خیال کر کے متعجب ہونے لگتا تھا کہ وہ شخص جس نے اپنے برگزیدہ بھائی کو صرف اس جرم میں اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا کہ اس نے عربوں سے مصلحتاً مفید شرائط کیساتھ صلح کر لی تھی اور وہ انکے مذہب کو سچا اور فطری مذہب تصور کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ شخص جو نو دس مہینے تک عربوں کا جانی دشمن بنا رہا اور اپنی پُرخطرات تدابیر سے انھیں بڑے بڑے نقصان پہنچاتا رہا۔ جبتک اُس نے ایسا ہی تحقیق نہیں کر لیا ہے اس گھڑی تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوا ہے وہ ایسا آدمی نہیں جسے موت کی ہیبت خائف کر سکے اور محض جان بچانے کے واسطے اپنے آبائی دین سے دستبردار ہو جائے کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یوقنا نے جو کچھ کیا وہ حق ہے اور جو اسکی مخالفت کر رہے ہیں وہ یقیناً غلطی پر ہیں اور خسارے میں رہینگے چونکہ زیتون کی محبت بھی اسے مجبور کر رہی تھی کہ وہ اس دور مصیبت و ابتلا میں یوقنا کی امداد کر کے اپنا حق قائم کر لے عشق نے اسکے قلب و دماغ پر قابو پا لیا تھا۔ اور وہ دنیا میں اس وقت خوش رہ سکتا تھا جب شہزادی زیتون اپنے جمال جہاں آرا سے اُسکے لمحات زندگی کو منور کرتی ہو اس نے یہ بھی سوچا کہ اگر اس وقت میں چچا یوقنا سے ملکر آزادی کا وعدہ کروں اور اسی کے سلہ میں شہزادی زیتون کا طلبگار ہوں تو یقیناً وہ قبول کر لینگے مگر ورتس کا خوف غالب تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میری اس حرکت سے برافروختہ ہو کر وہ ضرور ہلاک کر ڈالیگا اس خیال سے اس کا جذبۂ ہمدردی سست پڑنے لگتا تھا۔ مگر زیتون کی خیالی تصویر سامنے آ کر اسے غیرت دلاتی اور صاف الفاظ میں کہتی کہ اگر محبت کا دعوےٰ ہے تو میرے باپ کی جان بچاؤ۔ ابھی وہ پس و پیش میں مبتلا تھا کہ سعد نے کمرے میں داخل ہو کر

اس اہتمال کو ختم کر دیا۔ وہ سعد کو دیکھکر بے نابانہ انداز سے کھڑا ہو گیا اور غیر ارادی طور پر بولا۔ خوش آمدید! سعد تم آ گئے کہو کیا خبر لائے!

سعد۔ خبر تو وہی ہے جو آپ سن چکے ہیں بطرلق یوقنا آپکے والد کی نبدی میں ہیں انکے ساتھ بکصد بہادران عرب بھی قید ہے لیکن میں اس واقعہ کو حضورؐ کے لئے غیبی امداد تصور کرتا ہوں :-

لاوان۔ یہ کیسے ؟

سعد۔ یہی وقت احسان کا ہے اگر آپ حضرت یوقنا اور انکے ساتھیوں کی گلو خلاصی کرد ینگے تو وہ یقیناً ممنون ہونگے اور صلۂ رحم کے طور پر آپکی خواہشات پوری کرنے میں عذر نہ کرینگے۔ چونکہ عربوں کے ساتھ بھی نیک سلوک ہوگا اسلئے وہ بھی بطریق یوقنا پر زور دینگے کہ وہ حضور کو اپنی دامادی میں قبول کریں ان سب کے علاوہ خود شہزادی زیتون ہمیشہ کیلئے رہین منت ہو جائینگی :-

لاوان۔ تمہارا کہنا بالکل درست ہے میں نے بھی ان باتوں کو سوچا تھا مگر والد کا قہر و غضب کب چھوڑ لیگا۔ جو میں احسان کا معاوضہ پاکر اپنی زندگی کو کامیابی کی مسرتوں سے آلودہ کر سکوں گا :-

سعد۔ حضورؐ! قصور معاف! بطرلق ورآس کو شاید صبح دیکھنا ہی نصیب ہوگی کہ وہ عتاب نازل کر سکیں :-

لاوان۔ کیوں!

سعد۔ اسلامی لشکر انکی سرکوبی کیلئے میرہ تک پہنچ چکا ہے اور طلوع آفتاب سے پہلے پہلے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اسکے آنے تک بکصد مجاہدین مجاولے اور

مقابلے میں مشغول رہینگے یہ عرب ہیں ان کا ایک ایک بہادر ہزار ہزار رومیوں پر بھاری ہوتا ہے :۔

لاوان۔ (کچھ غور کرکے) سعدیہ تو سچ ہے (لیکن بڑی دیر سے اس پس وپیش میں مُبتلا ہُوں مجھے یہ تو یقین ہوچکا ہے کہ یوقنا اور یوحنا نے کچھ سمجھ ہی کر اسلام قبول کیا ہوگا اسکے علاوہ ابوالمنذر نے بھی ایک روز صحائف مقدسہ کی کئی ایک پیشینگوئیاں بیان کی تھیں پھر یہ بھی ہے کہ شہزادی نیتون کو اسی وقت حاصل کرسکتا ہوں جب اُسکے باپ پر احسان کروں گا۔ مگر اس کام کیلئے مجھے بہت بڑی قربانی کرنا ہوگی۔ مجھے وہ کرنا پڑیگا جو آجتک کسی وُمی سے وقوع پذیر نہیں ہوا ہے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ ایک جان کی بھینٹ چڑھا کر دو جانیں بچاؤں میں سب سے پہلے یوقنا اور اسکے ہمراہیوں کو آزاد کردونگا۔ پھر محل میں داخل ہوکر والد کو قتل کرونگا کہ آئندہ جنگ کا خطرہ باقی نہ رہے۔ اسکے بعد بہت دیر تک دونوں صلاح ومشورہ میں مشغول رہے اور وہ تدابیر سوچ لی گئیں اس کام کیلئے جن پر عمل کرنا ضروری تھا اسکے بعد شمعیں گل کرکے اندھیرا کردیا گیا کہ دیکھنے والے سمجھ لیں کہ اس محل کے مکین آرام کررہے ہیں۔

وقت گذرتا رہا۔ جُوں جُوں رات بڑھتی گئی بواب پر نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا گیا اور جب آدھی رات گذر گئی تو وہ اُونگھ اُونگھ کر اپنی بیخبری کا اظہار کرنے لگے اب لاوان چوروں کی طرح خوابگاہ سے باہر آیا اُسکے ہاتھ میں آبدار خنجر تھا اور عقب میں سعد اپنا تیغہ گلے میں لٹکائے سایہ کی طرح چل رہا تھا۔ وہ دونوں چاروں طرف دیکھتے بھالتے سنبھال سنبھال کر قدم اٹھاتے محبس خانہ کی طرف بڑھے جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سے شاہی حرم سرا میں داخل ہونا تھا تو انھوں نے بوقا

کے محل کیطرف سے ایک سائے کو بڑھتے دیکھا۔ جو اسی کی طرح چھپتا اور نگہبانوں کی خواب آلود نظروں سے بچتا ہؤا حرم سرا کی طرف سے بڑھ رہا تھا آدھی رات کو کسی مشتبہ شخص کا حرم سرا میں داخل ہونیکی کوشش کرنا بالکل عجیب تھا اور اگر لاوان کو ضروری کام درپیش نہ ہوتا تو وہ یقیناً تحقیق حالات کی کوشش کرتا مگر وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہ ہزار ابنائے وطن کو ہلاکت سے بچانے نیز اپنا خزینہ زندگی کو آلودہ مسرت کرنے جا رہا تھا۔ اس نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا وہ ایک بڑے شہتیر کی اوٹ میں چھپ گیا تاریک سایہ اسکے سامنے سے حرم سرا میں داخل ہؤا۔ چونکہ وہ سر سے پاؤں تک سیاہ چادر میں لپٹا ہؤا تھا اور چہرے پر سیاہ نقاب پڑی تھی اسلئے لاوان مطلق شناخت نہ کر سکا۔ علاوہ ازیں اپنے کام کی دھن میں لگا تھا۔ اسواسطے سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ جب سایہ نما شخص محلسرائے میں داخل ہو چکا تو لاوان شہتیر کی آڑ سے نکلا اور قیدخانہ کیطرف روانہ ہؤا بواب اور نگہبان اونگھ رہے تھے اکثر دیوار کا سہارا لیئے نعیر خواب بلند کرنے میں مصروف تھے۔ کوئی آنکھ اس قابل نہ تھی کہ لاوان اور سعد کو دیکھ سکتی وہ دونوں دبے پاؤں چلتے رہے یہاں تک کہ قصر شاہی کے اس حصے میں داخل ہو گئے جہاں قیدخانہ تعمیر تھا جس کے چاروں طرف پہرے کا زبردست انتظام تھا۔ متعدد فوجی جوان آلات حرب سے آراستہ ننگی تلواریں علم کئے نگہبانی کو موجود تھے۔ اگرچہ رات کی خاموش فضاؤں نے انکی آنکھوں میں نیند کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی مگر ڈر اس کا تاکیدی حکم پلک جھپکنے کی بھی اجازت نہ دیتا تھا۔ لاوان نے تھوڑی دیر تک غور کیا۔ سعد سے صلاح کی لیکن مخفی طور پر قیدخانہ میں داخل

ہونا ممکن تھا۔ آخر لاوان نے کہا۔ سعد چھپکر قید خانہ میں داخل ہونے کا امکان باقی نہیں مگر مجھے چھپنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ یہ طے کر لیا ہے کہ چچا یوقنا کو آزاد کرنے کے بعد ہی محل میں جا کر والد کا کام تمام کر دیا جائے گا خطرہ تو صرف ایک حکم کا ہے

سعد۔ لیکن قبل از وقت ہماری کارگذاری کا راز فاش ہونا خلاف مصلحت ہے

لاوان۔ (غور کرکے) مجھے فریب سے کام لینا چاہیئے

سعد۔ ضرورت وقت یہی تقاضا کرتی ہے

لاوان نے خنجر کمر میں رکھ لیا اور بڑھتا ہوا چوبداروں کے قریب پہنچ گیا نگہبان پہلے تو تلوار اور نیزہ اٹھا کر کھڑے ہو گئے مگر جب اپنے شہزادے کو پہچانا تو فوراً آداب بجا لائے:-

لاوان۔ تمہارا داروغہ کہاں ہے

داروغہ۔ (سامنے آکر مجرا کرتے ہوئے) خادم حاضر ہے!

لاوان۔ مجھے والد نے بھیجا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے تمہاری ہوشیاری ملاحظہ کروں

داروغہ۔ اور حضور نے ہم لوگوں کو اپنی خدمت پر مستور پایا

لاوان۔ بے شک لیکن میں قیدیوں سے ملنا چاہتا ہوں تم جانتے ہو کہ چچا یوقنا اور والد کے تعلقات خوشگوار رہے ہیں

داروغہ۔ آج سے پہلے ہمارے علم میں کوئی کشیدگی واقع نہ ہوئی تھی!

لاوان۔ اور آج کشیدگی بھی ایک خطرناک غلط فہمی کا نتیجہ ہے

داروغہ۔ اس رمز کے سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں

لاوان۔ خیر میں نے ارادہ کیا ہے کہ صبح سے پہلے چچا یوقنا سے ملکر اس غلط فہمی کو صاف کر دوں

داروغہ - حضور مالک و مختار ہیں!

لاوان محبس خانہ کیطرف بڑھا اور دروازے پر جاکر کھڑا ہوگیا - داروغہ نے قفل کھولا لاوان اُسے باہر ٹھہرنیکا حکم دیکر اندر داخل ہُوا یہاں پہنچکر جو دلخراش نظارہ دیکھا اس سے اسکی دونوں آنکھیں نمناک ہوگئیں اُس نے ان ہستیونکو زنجیر و ںمیں جکڑا ہُوا زمین پر سرنگوں پایا جنکے نام سے مریخ فلک کا زہرہ آب ہوتا تھا آہ یہی یوقنا ہے جو قبل ازیں اعزاز آتا تھا تو اس کا استقبال یہاں کی چیونٹی چیونٹی بغرض کرنے جاتا تھا اسکے لئے حرم شاہی کے کمرے آراستہ کئے جاتے تھے سینکڑوں خدام خدمتگذاری کو ہمہ وقت حاضر رہتے تھے لیکن اس وقت وہ مورد عتاب ہے لوگ اسکے سایہ سے حذر کرتے ہیں - جو لوگ قدموں کے نیچے آنکھیں بچھانا عزت سمجھتے تھے وہ غلط انداز نظر سے دیکھنا بھی گناہ کے مترادف تصور کرتے ہیں لاوان نے چچا یوقنا کو سلام کیا - افسوس ہاتھ بندھے ہونیکی وجہ سے یوقنا نے محض دعا دینے پر کفایت کی اگرچہ معانقہ کے لئے اس کا دل بیتاب تھا کیونکہ اُس نے لاوان کو ہمیشہ فرزند سمجھکر محبت کی تھی - مگر وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل پر قادر نہ تھا - وہ اپنی معمور یاس آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہُوئے بولا - لاوان خیر تو ہے یہاں تمہارے آنیکا سبب؟

لاوان - مجھے آپکی گذشتہ محبت و الطاف کی کشش کھینچ لائی ہے

یوقنا - لیکن میں تو ایک حقیر قیدی اور ذلیل ترین مجرم ہُوں!

لاوان - مگر میرے چاہنے والے چچا ہیں!

یوقنا - دراس کو علم ہو جائے گا تو وہ تم پر عتاب کرے گا.

لاوان - مجھے اس عتاب سے کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی جو اپنے چچا جان

کی فلاح و بہبود کے لئے ہو :-

یوقنا۔ پھر بھی وہ تمہارا باپ اور اعزاز کا حاکم ہے

لاوان۔ ہے مگر گمراہ اور عقل سلیم سے عاری

یوقنا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے!

لاوان۔ مطلب! میرا مطلب سوائے اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ آپکو نیز آپکے تمام ہمراہیوں کو اس بلائے عظیم سے نجات دوں!

یوقنا۔ نہیں نہیں! یہ بہت خطرناک کام ہے میں تمکو ہلاکت میں ڈالنا پسند نہیں کرتا

لاوان۔ میں اسے ہلاکت نہیں سمجھتا۔ درحقیقت ہلاکت کا احتمال ہی ہے

یوقنا۔ کیوں!

لاوان۔ ہلاکت والا خود ہی ہلاک کر دیا جائیگا!

یوقنا۔ (تعجب سے) لاوان۔ لاوان سچ کہو تمہیں اتنے بڑے کام پر کس چیز نے آمادہ کیا

لاوان۔ صرف اسلام کی محبت نے!

یوقنا۔ (خوش ہوکر) میرا ہر جگہ چمکتا ہے مگر اس نیکی کا صلہ؟

لاوان۔ خوشنودئ خدا اور ... ... -

یوقنا۔ کہو کہو!!

لاوان۔ اور آپکی غلامی!

یوقنا۔ یعنے

لاوان۔ مجھے شہزادی زیتون سے محبت ہے

یوقنا۔ (تھوڑے سکوت کے بعد) پیارے بچے اگر تمہیں زیتون کے

عشق نے اس کام کیطرف متوجہ کیا ہے تو میں تم سے صاف الفاظ میں انکار کرتا ہوں اسلام وہ چیز نہیں جو خوف یا طمع سے اختیار کیا جائے بلکہ اسکے لئے قلب صافی اور نیت خالص کی ضرورت ہے :-

لاوان- میرا یہ مطلب نہیں کہ میں نے زیتون کو حاصل کرنیکے لئے اسلام قبول کیا ہے بلکہ وہ حق ہے اور میرے دل نے بغیر کسی جبر و کراہ کے منظور کیا ہے رہا زیتون کا پیغام وہ حق قرابت نیز آپکی شفقت قدیمانہ کی وجہ سے ہے!

یوقنا- کیا یہ سچ ہے

لاوان- مجھے جھوٹ سے ہمیشہ نفرت رہی ہے علی الخصوص اب جب کہ صراط مستقیم پر گامزن ہو چکا ہوں :-

یوقنا- اگر یہ ہے تو میں خدا اور رسول اور ان تمام حضرات کو جو میرے ساتھ اس محبس میں موجود ہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تمہارا پیغام میں نے بطیب خاطر قبول کیا اور اپنی بیٹی کا مہر تمہاری اس خدمت کو مقرر کیا جو تم ہم لوگوں کو آزاد کرانے میں صرف کرو گے!

لاوان نے اپنے خنجر سے یوقنا کی زنجیر کاٹ دی اور پھر ان دونوں نے دو اور کو آزاد کیا علی ہذا القیاس جس جس کی قید کٹتی گئی وہ دوسرے کو آزاد کرنے میں انکی امداد کرتا گیا حتی کہ چند منٹ میں سب آزاد ہو گئے اسکے بعد لاوان نے کہا- آپ لوگ اس وقت خاموش بیٹھے رہیں جبتک میں واپس آؤں کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ یہاں سے سیدھا محل میں جا کر اس فتنہ کو ہمیشہ کیلئے سلا دوں جو فتح اعزاز کے راستہ میں سد فاصل کا کام دے رہا ہے

یوقنا نے اس کا مشورہ قبول کیا لاوان قید خانہ سے نکلا اور داروغہ سے دو چار باتیں کرنیکے بعد پھر اسی کمک کا وعدہ کر کے چلا گیا محل میں ہر طرف سناٹا اور سکوت طاری تھا- تو اب

نیند میں جھونکے لے رہے تھے اسلئے کوئی مزاحم نہ ہوسکا جیسے ہی پہلی ڈیوڑھی طے کر کے دوسری ڈیوڑھی میں قدم رکھا تھا کہ وہی سایہ نما انسان واپس آتا دکھائی دیا لاوان کھمبے کی آڑ میں ہو گیا آنیوالے کی چال لڑکھڑاتی ہوئی تھی جس سے اسکے دلی اضطراب کا سراغ ملتا تھا جیسے ہی وہ کھمبے کے قریب پہنچا لاوان نے اوٹ سے نکلکر اسے مضبوط پکڑ لیا اور اسکے چہرے کا نقاب نوچکر دور پھینکدیا۔ نقاب جدا ہوتے ہی اُس نے شمع کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں پہچان لیا وہ کوئی غیر نہ تھا بلکہ اسکا بڑا بھائی لوقا تھا اُسے چوروں کی طرح محل میں داخل ہوتے اور پھر اسی صورت سے واپس ہوتے دیکھکر لاوان کو حیرت ہوئی اس نے پوچھا بھائیجان یہ کیا معاملہ ہے؟

لوقا۔ خاموش، خاموش! (خون آلود خنجر دکھاکر) یہ دیکھ!

لاوان۔ (جھجک کر) یہ کیا ہے

لوقا۔ میں نے والد کو قتل کر دیا!

لاوان۔ کیوں؟

لوقا۔ محض حق کے لئے! تم ادھر کیوں آئے تھے

لاوان۔ اسی کام کیلئے جو آپ نے پورا کر دیا!

لوقا۔ تھوڑی دیر میں محل سے شور ماتم اٹھنے والا ہے جبتک قتل کی خبر مشتہر ہو اس سے پہلے یوقنا کو رہا کر دینا چاہیے!

لاوان۔ انھیں میں نے رہا کر دیا ہے

لوقا۔ بہت ٹھیک ہے ہم دونوں نے ایک ایک خدمت انجام دی ہے مگر اب انھیں اسکی اطلاع کر کے محل پر قابض ہونے کا مشورہ دینا چاہیے!

اٹھارہواں باب (۱۸)

"فتح اعزاز"

لاوان اور لوقا سیدھے مجلس خانہ پہنچے داروغہ انکی واپسی کا منتظر تھا وہ بالکل واقف نہ تھا کہ اس مختصر وقت میں کتنا عظیم انقلاب واقع ہوا ہے یا اعزاز کی عنان حکومت رومیوں کے ہاتھ سے نکلکر عربوں میں پہنچ گئی ہے وہ تصور کر رہا تھا کہ شہزادہ لاوان اس غلط فہمی کو دور کرنے میں مصروف ہیں جسکی بنا پر بطارقہ میں دوستی و محبت کے بدلے عداوت اور مخالفت کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اس نے صورت دیکھتے ہی کنجیوں کا گچھا حوالے کر دیا۔ لاوان نے مجلس کا در کھولا کہ محل سے ایک شور بلند ہوا۔ خواتین حرم کی گریہ زاری نے آدھی رات کی خاموش فضا میں ہنگامہ شور برپا کر دیا داروغہ اور اسکے بیس پچیس ہتھیار بند ماتحت کان لگا کر سننے لگے انکی عقلیں حیران تھیں اور اصلیت سمجھ میں نہ آتی تھی۔ حرم شاہی سے کبھی شور و فغاں بلند ہوتے نہ سنا گیا تھا انھیں کسی سخت حادثہ کا یقین ہونے لگا اور شاید دریافت حال کیلئے ادھر جانیکا قصد کر رہے تھے کہ نعرہ تکبیر سے زمین لرزنے لگی۔ معلوم ہوا کہ خاموش فضائیں اللہ اکبر کی بانگ لگانے میں مسلمانوں کی ہمنوائی کر رہی ہیں خوف و دہشت سے چوکیداروں کے قلب لرزنے لگے ہنوز وہ حقیقت کے قریب بھی نہ پہنچے تھے کہ ایک ایک شیر دل نے حملہ کر کے ان سبکی مشکیں

کس لیں۔ لاوا ان نے اسلحہ خانہ کھول دیا اور مجاہدین آلات حرب سے آراستہ ہو کر حرم شاہی کی طرف بڑھے۔ خلاف توقع واقعات نے نگہبانوں اور محل کے محافظین کو خائف کر دیا تھا انہوں نے محسوس کیا کہ انکے بازوؤں میں عربوں کا مقابلہ کرنیکی قوت نہیں خصوصاً ایسے بہادروں سے جو نہ کسی حصار میں محصور ہونا جانتے ہیں نہ کسی کا روکے رکتے ہیں جہاں پہنچنا چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں اور جسے حاصل کرنا چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں واقعہ تو یہ ہے کہ وہ ان کے افعال عجیبہ سے حد درجہ خائف ہو چکے تھے اور چاہتے تھے کہ جان بچا کر نکل جائیں مگر نکل جانا بھی انکے امکان سے خارج ہو چکا تھا کیونکہ لکاس کے دروازے سب کے سب عربوں کے قبضہ میں تھے جو فراری جس طرف جاتا تھا باندھکر ڈالدیا جاتا تھا البتہ چند سر پھرے تھے جنھوں نے غدر کا خیال کر کے اپنی تلواریں نکالیں اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے مگر قسمت اُن کے ساتھ نہ تھی۔ فتح کا فرشتہ عربوں کی طرف تھا انجام وہی ظاہر ہوا جو ہونا چاہیئے تھا تھوڑی ہی دیر میں ایوان شاہی پر یوقنا کا قبضہ ہو گیا۔ بہادر عربوں نے اب شہر کا رُخ کیا دیکھتے ہی دیکھتے ہنگامہ مچ گیا۔ تجارت پیشہ اور اہل حرفہ تو لڑنیکے عادی ہی نہ تھے البتہ وہ سپاہی جو اپنی رگوں میں پر جوش خون رکھتے تھے تلواریں سونت سونت کر مدافعی کوشش میں مستعد ہو گئے بازاروں میں تلوار چلنے لگی اور شہر کی نالیوں میں انسانی خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ رومیوں کو ابھی عربوں کی تعداد کا اندازہ نہ ہو سکا تھا۔ ان کا گمان تھا کہ اسلامی لشکر کسی شہری کی غداری سے شہر میں داخل ہو گیا ہے اسلئے وہ سر طرف پھیلے تھے اندھی بھی شبہ کیجاتی تھی خود اپنے بھائی بندوں پر تیغ آزمائی کرنے لگتے تھے انکی اس غلط فہمی سے یوقنا نے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا اسکے ہمراہی چار چار پانچ پانچ کی ٹولی میں تقسیم ہو کر رومیوں کی مختلف جماعت پر جا چڑھتے دس پانچ کو

تہ تیغ کرتے اور پھر اس طرح انکے ہجوم سے نکل آتے کہ انھیں خبر تک نہ ہوتی اور وہ آپس میں لڑ بھڑ کر مجروح ہوتے رہتے۔ ڈمیونیکس ذمہ دار افسر اپنے شہزادوں کو تلاش کر رہے تھے اور بالآخر اس سعی میں کامیاب بھی ہوگئے۔ لاوان انھیں ملا اور اس نے فریب کی نسبت یوقنا کی رہائی کی فرضی داستان گھڑ کر بیان کی اس نے یہ بھی بتایا کہ دارس کو یوقنا کی تلوار نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر گھبرانیکی کوئی بات نہیں ہے مسیح نے چاہا تو ہم ان کی غداریوں کا کافی انتقام لینگے۔ یوقا بن شاس حاکم راوندان ہماری امداد کو چل کھڑا ہوا ہوگا اور عنقریب اعزاز میں داخل ہو جائیگا۔ صبح ہوتے ہوتے شہر کے پھاٹک پر ایکہزار بہادروں کی جرار فوج پہنچگئی۔ قلعدار نے شہزادہ لاوان کو مطلع کیا اور اس نے فوراً انکے واسطے دروازہ کھول دینے کی اجازت دیدی کیونکہ قلعدار کے بیان کے بموجب وہ سب رومی تھے جو حاکم راوندان کے سپاہی معلوم ہوتے تھے اور اعزاز والوں کیساتھ حق مواسات ادا کرنے آئے تھے۔ شہر کا پھاٹک کھلا اور ایکہزار سوار نعرۂ تکبیر کے ساتھ شہر میں داخل ہوگئے ایک تو یونہی رومیوں کا دل تھوڑا ہو رہا تھا اس تازہ کمک کے داخل ہوتے ہی انکی امیدوں کا آفتاب بحر مایوسی میں ڈوب گیا اور انہوں نے مدافعی کوشش کئے بغیر ہتھیار پھینک پھینک کر لفظوں لفظوں کی رحم طلب صدائیں بلند کر دیں عربوں نے انھیں اسیر کرنا شروع کیا۔ موت کا بازار سرد پڑ گیا اور تھوڑی دیر میں ہر طرف سکوت طاری ہوگیا البتہ عرب سپاہی شہر میں گشت کرتے اور مشتبہ رومیوں کو گرفتار کرنے میں مصروف نظر آتے تھے یہاں تک کہ دن چڑھتے چڑھتے ہزاروں اسیر ہوگئے شہر کے بازاروں اور محلوں میں پھیلے ہوئے مجاہد جمع ہونے لگے اور یوقنا نے مالک اشتر کے سامنے آکر فتح اعزاز کی تہنیت پیش کی۔

مالک اشتر۔ بطریق یوقنا! فتح اعزاز کا سہرا تمہارے سر ہے اگر تمہاری تدبیر پر عمل نہ کیا جاتا تو غالباً ہمیں بہت سے مجاہدوں کا قیمتی خون بہانیکے بعد مسرت کامرانی حاصل ہوتی

یوقنا۔ ایہاالامیر اس کام میں میری چالاکیو نکو مطلق دخل نہیں ہے مجھے تو دراس نے اسیر کر لیا تھا۔ لاوان کو پیش کر کے) حقیقت میں شکریہ کا مستحق یہ جوان اور اس کا بھائی لوقا ہے ان دونوں نے فتح اعزاز میں بہت امداد دی ہے لاوان نے نہ صرف ہم اسیروں کو آزاد کرایا بلکہ اپنے باپ کو قتل کر کے اعزازیوں میں ضعف پیدا کر دیا:۔

مالک اشتر۔ (شکریہ کے بعد) میں نے کبھی نہیں سنا کہ کسی لڑکے نے اپنے باپ کو قتل کیا ہے واقعی تم نے عجیب کام کیا۔ کیا مجھے تم اسکی غرض وغایت بتا سکتے ہو؟

لاوان۔ یا امیر! مجھے آپکے دین کی محبت نے اس امر عظیم پر آمادہ کیا اور میں نے چچا یوقنا کو رہا کرنیکے بعد ارادہ کیا کہ فتنۂ جنگ کو دبانیکے لئے اپنے باپکو قتل کر دوں لیکن میں اس مقصد میں کامیاب ہوا۔ محل کے دروازے پر بھائی لوقا سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے بتایا کہ میں باپ کا کام تمام کر آیا ہوں:۔

مالک اشتر۔ انہوں نے کس لئے یہ قتل جائز سمجھا!

لاوان۔ صرف اسلئے کہ وہ بھی میری طرح اسلام کے فریفتہ تھے۔ انھیں دین کی خوبیاں ابوالمنذر سے دریافت ہوئی تھیں!

مالک اشتر۔ ابوالمنذر کون شخص ہے

لاوان۔ وہ دین مسیحی کا عالم جید اور رئیس القسان ہے اندشاہی گرجے میں رہتا ہے ہم دونوں بھائیوں کی تعلیم اسکے سپرد تھی اسلئے ہم اکثر اسکی صحبت میں حاضر رہتے تھے اور وہ انجیل پڑھ پڑھکر سناتا تھا اور مفید نصیحتیں کرتا تھا:۔

مالک اشتر۔ وہ کوئی فہمیدہ معلوم ہوتا ہے!

لاوان۔ وہ جس طرح دین کی باتیں سمجھتا ہے اسی طرح سیاست اور فرمانروائی کے اصول سے بھی واقف ہے اس نے قبل ازیں ملک ہرقل کو مشورہ دیا تھا کہ وہ عربوں سے مصالحت کر لیں لیکن بطارقہ روم وشام نے اسے بزدلی پر محمول کیا حال ہی میں الدر کو بھی اس نے سمجھایا مگر انکی سمجھ میں نہ آیا:-

مالک اشتر۔ وہ ملنے کے قابل ہے میں اس سے ضرور ملاقات کرونگا وہ کہیں ہے؟

لاوان۔ کل شام تک تو تھا!

مالک اشتر۔ اور اب؟

لاوان۔ چونکہ گرجے والے اسیر ہو گئے ہیں اسلئے وہ بھی غالباً اسیروں میں موجود ہوگا

مالک اشتر نے اسیروں کی حاضری کا حکم دیکر خود اس ایوان کا قصد کیا جہاں ورا س بیٹھکر حکومت کرتا تھا ایک ساعت کے اندر اندر ہزاروں زن و مرد۔ بوڑھے۔ بچے اور قیدی حاضر کئے گئے۔ اسیروں کے آگے آگے قسوں اور راہبوں کا گروہ تھا۔ ان میں ایک شخص بلند وبالا۔ وجیہہ اور بارعب تھا اسکے بشرے سے نجابت و شرافت ٹپکتی تھی اور نسبتاً نہایت بردبار اور سنجیدہ معلوم ہوتا تھا۔ مالک اشتر اسے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہی شخص ہے جس کا تذکرہ لاوان نے کیا تھا انہوں نے تصدیق خیال کی نیت سے سوال کیا! کیا یہ وہ قس ہے جس کی نسبت تم ذکر رہے تھے؟

لاوان۔ جی ہاں!

مالک اشتر نے اسے سامنے لائے جانیکا حکم دیا۔ جب لوگوں نے اسے حاضر کیا تو آپ نے سوال کیا میں نے تمہاری قابلیت کے متعلق سنا ہے اور اسی بنا پر پوچھنا چاہتا

ہوں کہ جب تم حق سے واقف تھے تو کس چیز نے اسکے ظاہر کرنے سے تمکو روکے رکھا
ابوالمنذر۔ ایہاالامیر! میں نے حق گوئی میں کبھی بخل نہیں کیا مجھے جو باتیں معلوم تھیں انھیں ہمیشہ مستحقین تک پہنچاتا رہا ہوں البتہ رومیوں کا خوف مجھ پر غالب ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر حق کی صراحت کردوں گا تو وہ مجھے یقیناً قتل کر دینگے:۔
مالک اشتر۔ مگر اب وہ خوف نہیں رہا۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ باتیں بیان کردو۔ جو تم جانتے ہو!
ابوالمنذر:۔ مجھے صحائف کے مطالعہ سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ عرب میں کوئی نبی برحق پیدا ہوگا!
مالک اشتر۔ خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہے کہ اس نے انبیاء کی پیشینگوئی کی تصدیق ہماری قوم میں کی۔ وہ نبی برحق ہمارے آقائے نامدار ہیں!
ابوالمنذر۔ ہماری کتابوں میں انکی چند پہچانیں درج ہیں اگر وہ ان میں پائی جاتی ہیں تو مجھے ان کا کلمہ پڑھنے میں انکار نہیں ہے!
مالک اشتر۔ تم کو جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو انشاءاللہ ہم تمہاری تشفی کر دینگے
ابوالمنذر نے اکثر شبہات بیان کئے اور مالک اشتر نیز دیگر صحابیوں نے وضاحت سے اسکے جواب دیکر اسے معقول کردیا اور اس نے آسمان کیطرف دیکھتے ہوئے کہا میں خدا اور تمام فرشتوں کو گواہ کرکے اقرار کرتا ہوں کہ بیشک وہ نبی جسکی شہادت ہماری کتابوں میں ہے حضرت محمد مصطفےٰ ہیں پھر کلمہ پڑھکر اسلام قبول کیا اس کی تقلید میں اکثر رومیوں نے بھی اسلام قبول کیا اور بقیہ رومی جزیہ دیکر ذمی ہوگئے وہ دن انھیں کا مومنین تمام ہوگیا۔ جب مالک اشتر نے دربار بند کرنا چاہا۔ تو حضرت یوقنا

کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مجمع پر ایک گشتی نظر ڈالتے ہوئے کہا! معاشر العرب اس وقت میں آپکے روبرو ایک عہد پورا کرنا چاہتا ہوں۔ آپکو یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ وریاس کو اپنے جاسوس سے میرے فریب کا حال معلوم ہو چکا تھا اور اس نے مجھے وہو کا دیکر اسیر کر لیا تھا۔ پھر لاوان نے مجھے رہا کیا اور یوقنا نے وریاس کو قتل کر کے فتح اعزاز میں سہولت پیدا کی اس سلسلے میں ایک امر کا اظہار کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب لاوان نے مجھے رہا کرنے کا عزم ظاہر کیا تو میں نے اُسے اس صلہ میں کچھ دینے کا وعدہ کرنا چاہا اور اس سے دریافت کیا کہ وہ کس چیز کا خواہشمند ہے۔ ہر چند وہ فی سبیل اللہ احسان کرنے پر آمادہ ہوا تھا مگر میرے اصرار سے اس نے خواہش کی کہ فتح اعزاز کے بعد میں اپنی بیٹی زیتون کو اُسکے عقد میں دیدوں چنانچہ میں نے اُسکی اس خدمت کو اپنی بیٹی کا حق مہر مقرر کر کے زیتون کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دینا قبول کر لیا تھا:-

مالک اشتر۔ میں تم کو اس نیک مقصد کے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاوان تمہارے بھائی کا بیٹا ہے وہ سب سے زیادہ تمہاری بیٹی کا مستحق ہے

یوقنا۔ چونکہ میں نے ابو عبیدہ سے اعزاز فتح کرا دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکا اسلئے عہد کر لیا ہے کہ جبتک اسکی تلافی نہ کر لونگا۔ قلعہ حلب میں واپس نہ جاؤنگا اور بجائے یہاں بیٹھ رہنے کے انطاکیہ جانا چاہتا ہوں کہ ملک ہرقل کو فریب دے سکوں اس کام کیواسطے میں نے اپنے دوسو سرفروشوں کو منتخب کر لیا ہے جانتا ہوں کہ کوئی نیک بندہ اس کار خیر میں میری مدد کرے اور زیتون کو قلعہ حلب سے یہاں لے آئے اس کام کیواسطے کئی شہسواران اسلام کھڑے ہو گئے۔ یوقنا نے زیتون کے نام

نامۂ طلب تحریر کر کے انکے حوالے کیا اور سہ بہادر رومیوں کو ساتھ لیکر قاصد قلعہ حلب کیطرف روانہ ہو گیا۔ مالک اشتر نے فتح اعزاز کے واقعات بھی قلم بند کر کے قاصدوں کے سپرد کر دیئے اور کوشش کی کہ یوقنا اپنے ارادہ سے باز آ جائے جو اس نے لنطاکیہ جانیکے بارے میں ظاہر کیا ہے مگر یوقنا اپنی ناکامی سے کچھ ایسا شرمندہ تھا کہ اس نے منظور نہ کیا اور صاف لفظوں میں کہدیا کہ میں اپنی جان کو خدا کی راہ میں وقف کر چکا ہوں اور گذشتہ معصیتوں کی تلافی کرنے پر کمربستہ ہو چکا ہوں اگر اس کوشش میں شہید ہو گیا تو سبحان اللہ دل کی مراد پوری ہو گئی ورنہ جبتک زندہ رہوں گا خدا کے دشمنوں سے جہاد کرتا رہونگا آخر اسکے اصرار سے معذور ہو کر سب کو سکوت اختیار کرنا پڑا۔ مالک اشتر کے واسطے ایک خیمہ کھڑا کر دیا گیا اور مجاہدین کو آرام کرنیکا موقعہ ملا۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ ورس کی میت ہنوز اسی کمرے میں پڑی تھی۔ جہاں وہ روزانہ آرام کرنیکا عادی تھا۔ ضرورت تھی کہ اُسے وہاں سے ہٹا دیا جائے اسلئے مالک اشتر نے آرام کرنیسے پہلے محل کا جائزہ لیا۔ اسکے ساتھ یوقنا۔ لوقا اور لادان بھی تھے لاش دیکھکر مالک اشتر نے خدا قہار کا شکریہ ادا کیا اور ایک مؤثر تقریر کر کے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا۔ پھر حکم دیا کہ اس کی لاش محل سے ہٹا دی جائے۔ رات ہی میں اُسے رومیوں نے سپرد زمین کر دیا۔ دن بھر کے تھکے ماندے مجاہدین آرام کرنیکو لیٹے۔ لادان اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا لیکن اُسکی آنکھوں میں نیند کا نام تک نہ تھا۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر اس نے جیسے جیسے انقلابات دیکھے تھے۔ ان سے دولت دنیا کی بیوفائی اور بے ثباتی کا حال ظاہر تھا۔ تعجل

وہ دیر تک ان واقعات سے متاثر ہوتا اور ان پر غور کرتا رہا یکایک اسکی توجہ اپنی طرف مبذول ہوگئی اور اس نے محسوس کیا کہ وہ دین و دنیا دونوں حیثیتوں سے کامیاب تھا۔ اسکے دل کی وہ مراد جس نے ایک سال سے بیخواب و خور کر رکھا تھا کہ آسانی سے حل ہوگئی۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ زیتون اپنے حسن رنگین سے اسکی شادمانیوں میں اضافہ کرے اور غم ہائے فراق کی جانکاہ گداز سختیوں سے نکلکر وصل حبیب کی لذتوں میں گم ہو جائے۔ ٹھیک اسی وقت جبکہ یہ خیالی لذتوں کے مزے لوٹنے میں محو تھا۔ خوابگاہ کے دروازے پر دستک کی آواز آئی اس نے تکیہ سے سر اٹھا کر دیکھا۔ رات خاموش تھی۔ معمول سے زیادہ سکوت طاری تھا اہل عزا اپنے گھروں کے گوشوں میں ڈرے سہمے بیٹھے تھے۔ محل میں وہی بواب تھے نہ شاہی نگہبان انکے بدلے عرب مجاہدین کا پہرہ تھا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ اس وقت کون اس سے ملنا چاہتا ہے اس نے پوچھا کون ہے۔ جواب پاکر وہ اٹھا۔ تلوار ہاتھ میں لی اور دروازہ پر آیا۔ کوئی چادر میں لپٹا کھڑا تھا۔ دفعتاً اُسے فلاویہ کا خیال آیا۔ چوبیس گھنٹہ کے حالات نے اسکی یاد فراموش کردی تھی۔ غور کرنیسے خیال آیا کہ وہ محل کی عورتوں میں دکھائی نہیں دی تھی۔ شاید کہیں چھپ رہی ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولدیا ساتھ ہی ایک تلوار فضا میں چمکی اور چند جملے گوش زد ہوئے " غدار قوم و ملک! غداری کا ثمر چکھنے کو آمادہ ہوجا!

تلوار جھک کر اسکی ہستی کا رشتہ منقطع کرنیوالی ہی تھی کہ کمین گاہ سے ایک شخص نے نکلکر ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں میں کشمکش ہونے لگی۔ لاوان مبہوت سا ہوکر انھیں دیکھتا رہا وہ اس وجہ حیران تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کی بھی امداد نہ کر سکا

تھوڑی دیر کی جد و جہد میں حملہ آور کے ہاتھ سے تلوار چھن گئی مگر وہ مغلوب نہ ہوسکا بلکہ چھلانگیں مارتا ہوا فرار ہو گیا۔ دوسرے نے تھوڑی دیر تک اس کا تعاقب کیا۔ پھر واپس آیا اور اپنے چہرے کی نقاب دور کردی۔ لاوان نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ سعد تھا جو پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ دوڑنے اور جد و جہد کرنے سے اس کا سانس پھول رہا تھا۔ لاوان نے اس سے پوچھا سعد یہ کیا معاملہ ہے

سعد۔ کیا آپ اپنے غلام یوویز کو بھول گئے!

لاوان۔ یوویز؟ وہ تو بہت دنوں سے لاپتہ ہے

سعد۔ چونکہ فلاویہ کے ساتھ اس نے جو مکر کیا تھا۔ اس میں کامیاب نہ ہوسکا اسلئے روپوش ہو گیا تھا:۔

لاوان۔ کیسا مکر!

زیتون۔ فلاویہ کو اسکے افعال مذمومہ کی اطلاع تھی اسلئے وہ اسکی زوجیت میں آنا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن جرجیس کی وصیت سے مجبور ہوکر اعزاز آرہی تھی۔ حسن اتفاق سے اسے آپ کا پیغام شوق لیکر زیتون کی خدمتمیں حاضر ہونے کا موقعہ ملا اور اس نے شہزادی کو مہربان کرکے ایک سفارش نامہ لکھوا لیا تھا تاکہ اسکے ذریعہ سے حضور کو اس امر پر آمادہ کیا جائے کہ حضور اپنے والد سے اس شادی کے متعلق حکم امتناعی جاری کرا کر اسکی زندگی کو برباد ہونیسے بچالیں لیکن یوویز کو کسی وجہ سے شبہ ہو گیا اور اس نے میرہ میں جب وہ عصمہ بن عرفجہ کی مہمان تھی سوتے میں وہ نامہ غائب کرلیا اور اسکے بدلے جعلی لکھکر رکھا دیا جو حضور کو فلاویہ سے وصول ہوا۔ فلاویہ مضمون خط سے واقف تھی۔ فوراً تاڑ گئی کہ یوویز نے

چالاکی کی ہے :-

لاوان۔ ہاں یاد آگیا فلادیہ نے مجھ سے ذکر کیا تھا اور میں نے حکم امتناعی حاصل کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا مگر پھر اس نے مجھے یاد نہ دلایا!

سعد۔ وہ ڈرتی تھی کہ مبادا حضور کو گراں گذرے!

لاوان۔ لیکن یودیز مجھ سے کیوں عداوت رکھتا ہے؟

سعد۔ اسے یقین ہو گیا ہے کہ اب اسکی چالاکیاں حضور پر کارگر نہ ہو سکینگی نیز آپ ہی کی وجہ سے وہ فلادیہ پر قابو نہ پا سکا۔

لاوان۔ تمہیں اس کا علم کیونکر ہوا ہے

سعد۔ میں فلادیہ کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ چونکہ اسے محل کی عورتوں میں نہ دیکھا تھا اسلئے خیال تھا کہ وہ محل کے کسی گوشے میں مخفی ہوگی اسلئے محل کی طرف جانے کا ارادہ کیا تھا۔ اندھیرے میں ایک سپاہی کو ادھر بڑھتے دیکھکر خیال پیدا ہوا کہ یہ یقیناً کوئی دشمن ہے۔ دشمن نہ ہوتا تو اپنے آپکو چھپانے کی کوشش نہ کرتا اسی خیال سے میں نے اس کا تعاقب کیا اور جب وہ غلام گردش سے گذر رہا تھا۔ تو ایک شمع کی مدھم روشنی میں اس نے ٹھہر کر اپنی نقاب درست کی اور اسکے بند باندھے اس کام میں چہرہ سے نقاب سرکی اور میں نے فی الفور پہچان لیا۔ وہ وہاں سے چلکر حضور کی خوابگاہ کے دروازہ پر آیا اور میں قریب ہی اس کا کام دیکھنے کی نیت سے چھپ رہا خدا کا شکر ہے کہ حضور اسکے شر سے محفوظ رہے

لاوان۔ تم نے فلادیہ کو خوب یاد دلایا۔ مجھے بھی نیند نہ آتی تھی اور اسکے باب میں ہی غور کر رہا تھا۔ میرے دل میں اسکی جانب سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے اگر

وہ محل میں ہوتی۔ تو ان خواتین کے گروہ میں ضرور نظر آتی۔ لیکن ان کی موجودگی نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ محل میں نہیں ہے اور ہے تو کسی ایسی جگہ روپوش ہے۔ جہاں کوئی عرب مجاہد نہیں پہنچ سکتا!"

سعد۔ پہلے تو مجھے بھی یہی گمان تھا مگر یوبیز کی موجودگی نے توہم پیدا کردیا ہے

لاوان۔ سچ کہتے ہو اس کا محل میں داخل ہونا خالی از علت نہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ موقعہ پاکر فلاویہ کو پکڑ لے گیا ہو

سعد۔ حضور اب تو مجھے بھی کچھ ایسا ہی شبہ ہوتا ہے آہ! اگر وہ پھول اس وحشی کے ہاتھ آگیا تو یہ اسے کچل ڈالے گا!

لاوان۔ نہیں سعد ایسا نہ ہوگا میں فلاویہ کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھوں گا۔ مجھے اسکی نیکیوں کی وجہ سے خیال پیدا ہوگیا ہے خصوصاً اسلئے اور بھی اسکی امداد کرنا واجب تصور کرتا ہوں کہ شہزادی زیتون اسکو دوست رکھتی ہے

دونوں غلام گردش سے ہوتے ہوئے محل کی طرف روانہ ہوئے اگرچہ مجاہدین نے جا بجا چراغ جلا رکھے تھے مگر انکی روشنی رات کی سیاہی اور منظر کی ہیبناکی کو دفع کرنے سے قاصر تھی۔ جنگجو فتح کی مسرتوں کو گلے لگائے آرام کر رہے تھے لیکن وہ لوگ جنکے عزیز و اقارب مارے گئے تھے کروٹیں بدل رہے تھے کچھ ایسے بھی تھے جو جنگ کے ہولناک مناظر سے خائف تھے اور انکی آنکھوں میں وہی پرخوف تصویریں پھر رہی تھیں سونیکے لئے آنکھیں بند کرتے تھے تو تلوار کو سر پر جھکتا سمجھکر چونک پڑتے تھے۔ سعد اور لاوان اس تاریکی اور دہشتناک فضا میں چاروں طرف گھوم پھر کر فلاویہ اور یوبیز کو تلاش کرتے پھرتے تھے لیکن یہ

تعجب کا مقام ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کا بھی پتا نہ تھا!

انیسواں باب (۱۹)

تلاش حبیب

وہی اندھیری رات ہے وہی ہولناک منظر۔ اگرچہ اعزاز کی قسمت کا فیصلہ عدالت قضا و قدر سے صادر ہو چکا تھا۔ رومی علم سرنگوں ہو کر قلعہ کی فصیل پر ہلالی پرچم لہرانے لگا ہے۔ صبح کی جنگ موقوف ہوئے دیر ہوئی۔ نالیوں میں بہنے والا خون جم گیا اور تڑپنے والی لاشیں سرد ہو چکی ہیں مگر شہریوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا خوف ضائع نہیں ہوا ہے وہ ڈرے سہمے گھروں کے گوشوں میں دبکے ہوئے ہیں بازاروں گلی کوچوں میں قبرستان کی سی خاموشی طاری ہے کسی طرف سے کوئی آواز سامعہ نہیں ہوتی البتہ آوارہ گرد کتوں کی بن آئی ہے وہ تاریکی میں ادھر ادھر دوڑتے اور مردوں کی بوٹیاں نوچتے پھرتے ہیں کبھی کبھی ان کا ہم جنس اگر انکی وافر غذا سے کوئی ٹکڑا لینے کا قصد کرتا ہے تو باہمی جنگ شروع ہو جاتی ہے اور انکے غرانے بھونکنے کی بے ہنگام آوازوں سے فضا پر شور ہو جاتی ہے۔ مجاہدین اسلام استراحت کی نیت سے کمریں کھول کر کمبلوں کی چھوٹی چھوٹی چھولداریوں میں جو ایوان شاہی کے احاطہ میں کھڑی کر دی گئی ہیں جا چکے ہیں اور یہاں کے بستر پر میدان جنگ کی ماندگی رفع کرنے میں مصروف ہیں البتہ وہ دستہ فوج جو نگہبانی کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے کمال مستعدی سے لشکر کے چاروں طرف گھوم پھر کر اپنی خدمت انجام

و ے رہا ہے انھیں چھولداریوں ہیں جن کا سلسلہ ایوان کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے سب سے آخر میں ایک چھولداری نظر آتی ہے جو نسبتاً وسیع ہے اسکے اندر شمعدان میں لگی ہوئی شمع جل رہی ہے جسکی جھلملاتی ہوئی روشنی میں امیر کعب اپنے بستر پر دراز ہیں

اگرچہ انہوں نے نیند بلانے میں پوری پوری سعی کی ہے لیکن اندرونی افکار ہنوز بیدار کر رکھا ہے وہ کبھی اپنی کروٹ لیتے ہیں کبھی بائیں کروٹ اور کبھی بالکل بے حس ہو جاتے ہیں آنکھیں بند کرتے ہیں مگر نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر میں دم الٹنے اور جی گھبرانے لگتا ہے۔ ناچار آنکھیں کھولکر شمع کی لو کو تاکنے لگتے ہیں ان کے بشرے سے فکرمندی نمایاں ہے وہ دیر تک دلی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد اٹھ بیٹھے تھوڑی دیر تک سر جھکائے غور کرتے رہے پھر تلوار اٹھا کر خیمہ سے نکلنا چاہا

قریب ہی ان کا وفادار غلام عاصم سو رہا تھا کھٹکے سے اسکی آنکھ کھل گئی اور اپنے مولا کو اٹھتے دیکھکر جلدی سے اٹھ بیٹھا کعب نے اسے اٹھتے دیکھا اور باہر جانیکا ارادہ بدلتے ہوئے اسکی جانب متوجہ ہوئے عاصم کیوں اٹھ بیٹھے!

عاصم۔ یا سیدی آپکو کہیں کا عازم دیکھکر اٹھا ہوں کیا اس وقت کہیں جانے کا ارادہ ہے :- !

کعب۔ نہیں نہ معلوم کیا بات ہے کہ نیند نہیں آتی ہر چند سو جانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا آخر لیٹے لیٹے کیا کروں جی چاہا ذرا باہر نکلکر ٹہل آوں ممکن ہے پچھلے پہر کی پر سرور ہوا سے تسکین ہو!

عاصم۔ بسم اللہ! میں بھی حاضر ہوں!

کعب۔ (کچھ سوچکر) مجھے خیال تھا کہ سعد ضرور ملنے آئیگا لیکن وہ تو

غائب ہی ہو گیا :-

عاصم - وہ حاضر ہوا تھا مگر پریشان سا معلوم ہوتا تھا !

کعب - کیوں ؟

عاصم - فلاویہ کے لئے

کعب - اس نے تو بیان کیا تھا کہ فلاویہ ایوان شاہی میں ہے - مگر اسکی بے وفائی میں شبہ نہیں - اس نے حلب سے رخصت ہوتے وقت پھر ملنے کا وعدہ کیا تھا - ابھی یہاں آیا ہوں تو اس کا پتا نہیں :-

عاصم - سعد کہتا تھا کہ وہ محل سے غائب ہو گئی ہے !

کعب - (غور کر کے) ٹھیک کہتے ہو عاصم ! میں نے بھی اسے مستورات میں نہیں دیکھا - جو محل سے برآمد ہوئی تھیں اسکی غیبت کی نسبت سعد کا کیا خیال ہے

عاصم - اس کا خیال ہے کہ یوویز نے اُسے اسیر کر لیا ہوگا !

کعب - لیکن فلاویہ تو یوویز کی منگیتر ہے اگرچہ وہ اسے پسند نہیں کرتی جیسا کہ اسکی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا پھر بھی وہ اسکی زوجیت قبول کر لیتی محترز بھی

عاصم - وہ خوشی سے اسکی زوجیت میں جانے کو آمادہ نہ تھی بلکہ اپنے والد کی وصیت پر اپنی زندگی قربان کرنا چاہتی تھی !

کعب - کیا تم اسکے متعلق کچھ جانتے ہو !

عاصم - جی ہاں ! اگر آپ مجھے آزادانہ طور پر عرض کرنے کی اجازت عطا فرمائیں اپنی تحقیق اور وجہ تحقیق بیان کر دوں

کعب - تم کو اجازت ہے جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے خوف ہو کر کہو اگرچہ تم

میرے وفادار غلام ہیں مگر ہیں نے تمہاری خیر خواہی کی بنا پر ہمیشہ تمہیں ایک دوست صادق تصور کیا ہے :-

عاصم۔ اور یہی میری خدمات کا حقیقی اعتراف اور سچا صلہ ہے اب میں وہ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جو ابتک ذہن نشین ہوئی ہیں اور جنکی بنا پر میں نے خفیہ کارروائیوں کا آغاز کیا ہے شروع شروع القاع کے میدان میں جب فلاویہ سعد کے ساتھ ہماری مہمان ہوئی اور اُسکے ساتھ آپکے الطاف و عنایات کا معائنہ کیا۔ اسی وقت مجھے محسوس ہو گیا تھا کہ آپکا دل اسکی طرف مائل ہو گیا ہے لیکن آپ اس راز کو دبانا چاہتے ہیں یا سیمدی اس بیان پر آپکو تعجب کرنا چاہیئے میں نے عرصہ تک آپکی خدمتمیں رہکر اپنا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ ایک ایک لمحہ کو مزاجدانی میں صرف کیا ہے اور اسلئے آپ کہیں یا نہیں میں آپکے دلی کیفیات و تاثرات سے واقف ہو جاتا ہوں اس ملکہ مزاجدانی نے راز الفت سے مطلع کر دیا۔ پھر آپ نے رازداری کی عزت مرحمت کرتے ہوئے میرے قیاس کی تصدیق فرمادی اور میں نے کوشش کر کے وہ موانع معلوم کرلئے جو مقصد برآری کی راہ میں حائل تھے!

کعب۔ عاصم! محبت ایک لطیف جذبہ ہے جو قید بند کی پرواہ نہیں کرتا کیا تم نے فلاویہ کے اطوار و عادات۔ اخلاق و محاسن صورت و سیرت کا معائنہ نہیں کیا ہے اگر ان چیزوں پر غور کیا ہوگا تو یقیناً مجھے معذور تصور کرتے ہوگے آہ اسکی ان خوبیوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں اُسکے ساتھ محبت کروں اپنے لمحات زندگی کو اسکی پرستاری کیلئے وقف کردوں۔ تاہم میں نے اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ اپنی محبت میں کسی کی حق تلفی نہ ہونے دوں دوسرے کے جذبات کو اپنے جذبات پر مقدم رکھوں

اور چمنستان حسن و شباب کے اس پھول کو پھول سمجھکر عظمت کرتا ہوں

عاصم۔ اور اس سے آپکی اعلےٰ شرافت۔ پاکدامنی و خصائل پسندیدہ کا اظہار ہوتا ہے لیکن میں تو یہ عرض کرنے والا ہوں کہ سچی محبت ضائع نہیں جاتی۔ شمع پہلے خود جلتی ہے پھر پروانوں کو سوز حسن سے خاکستر کرتی ہے فلاویہ کے قلب میں سوزش عشق موجود ہے مگر وہ اس نصیحت سے مجبور ہے جو مرتے وقت جرجیس نے کی تھی اگر القاع میں آپکے شریفانہ احسانات اسے گرانبار نہ کرتے تو شاید وہ ابتک یوویز کی ہوجاتی مگر اب وہ بامقدور اس سے دور رہنا چاہتی ہے اعزاز آنا بھی اسی جذبہ کے ماتحت ہے وہ لاوان کے ذریعے سے یوویز کو آمادہ کرنا چاہتی تھی کہ وہ تعمیل وصیت سے منکر ہوجائے مگر یوویز اپنی بدخصالی سے کام لے رہا ہے:

کعب۔ (غضبناک ہوکر) اور اسلئے وہ سخت سزا کا مستوجب ہے

عاصم۔ بیشک ان رازوں کے علاوہ فلاویہ کی پیدائش بھی ایک راز ہے

کعب۔ (مشتاق ہوکر) وہ کیا ہے!

عاصم۔ ہنوز صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ بھی راز سے مطلق خبردار نہیں ہے صرف ایک شخص ہے جو اس حقیقت سے آگاہ ہے:۔

کعب۔ وہ کون ہے!

عاصم۔ توماس مگر وہ عدم پتہ ہے اور ہمیں اسے تلاش کرنا چاہیئے جبتک وہ نہ ملے گا یہ راز منکشف نہ ہوگا!

کعب۔ تو ابھی تلاش کرنا چاہیئے!

عاصم۔ مگر اس سے قبل فلاویہ کو ڈھونڈنا چاہیئے کیونکہ یوویز اس سے جلا ہوا ہے اگر قابو پا گیا تو سخت انتقام لیگا:۔

کعب۔ تو ہمیں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں چلو فلاویہ کی تلاش کریں!
عاصم۔ یاسیدی اس خدمت کیلئے میں کافی ہوں آپ یہاں تشریف رکھیں
کعب۔ نہیں اس کام میں ہم دونوں کی حیثیت دوست کی سی ہونا چاہئیے خادم اور مخدوم کی سی نہیں:۔

عاصم:۔ بہت بڑا صلہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ یہ مہربانیاں مجھے گستاخ نہ کردیں
کعب۔ فضول باتوں پر غور کرنیکا وقت نہیں ہے تلوار اٹھا لو شاید جنگ کرنے کی ضرورت پیش آجائے:۔

عاصم نے تعمیل امر کی اور دونوں چھولداریوں سے نکلے ہنوز حاملان فلک نے اپنی قندیل (چاند) روشن نہ کی تھی بستاروں کی بزم آراستہ تھی معلوم ہوتا تھا کہ نیلگوں چادر پر بیشمار فروباں نبا دیگئی ہیں اسلامی نگہبان اپنے فرائض ادا کرنے میں مصروف تھے۔ جس وقت طلایہ پھرنیوالا دستہ دوسری طرف گیا ہوا تھا کعب و عاصم حدود محل سے باہر آئے اب انکے سامنے وہ سیدھی اور طویل شاہراہ تھی جو ایوان شاہی سے نکلکر گرجہ کو گئی تھی۔ ایک تو جنگ نے یونہی راستوں کو وحشتناک بنا دیا تھا لیکن اس وقت کی ہولناک کیفیت سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کعب اور عاصم جستجوئے حبیب میں برابر بڑھتے چلے جاتے تھے اندھیرے میں لاشیں سدراہ ہو رہی تھیں اور وہ تھوڑی تھوڑی دیر میں ان افتادگان خاک سے ٹھوکر کھا جاتے تھے۔ کسی طرف سے کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی البتہ مردار خور جانوروں کے ہڈیاں توڑنیکی عبرت خیز صدائیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب ان آوازوں کے قریب پہنچتے تھے تو وہ ڈر کے جانور بھاگ نکلتے تھے اور بھاگنے سے جو آواز پیدا ہو جاتی تھی اس سے

فضا گونج جاتی تھی۔ بعدہٗ پھر وہی سکوتِ مرگ طاری ہو جاتا تھا۔ کعب اور عاصم بڑھتے ہوئے شاہی گرجے میں پہنچ گئے جو اس وقت بالکل ہی ویران اور غیر آباد تھا ابھی کل کی بات ہے کہ سینکڑوں طلبا متعدد قس و راہب آباد تھے۔ مگر زمانہ کے انقلاب کے ساتھ ہی ہو مار ریگا۔ قربان گاہ کے چراغ گل تھے مریم و عیسے کی تصاویر اندھیرے میں کھڑی تھیں :-

کعب۔ عاصم شاید ہم گرجہ میں پہنچ گئے ہیں!

عاصم۔ درست ہے یہاں صبح تک قسوں۔ راہبوں و طالب علموں کی آبادی تھی۔ (کان لگا کر سنتے ہوئے) یہ آواز کیسی ہے؟

کعب۔ (غور کرتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے کوئی آ رہا ہے مگر اتنی رات گئے

عاصم۔ یا سیاہی خاموش ہمیں چھپکر دیکھنا چاہیئے!

کعب۔ تلوار ہمارے ساتھ ہے چھپنے کی کیا ضرورت ہے

عاصم۔ خوف سے نہیں مصلحتاً چھپکر دیکھنا چاہیئے!

دونوں گرجا کے ایک کمرہ میں جا کر اندھیرے میں روپوش ہو گئے دوسرے ہی لمحہ میں ایک تنومند رومی کسی کو گھسیٹتا ہوا ٹھیک اسی جگہ آ کھڑا جہاں کعب اور عاصم کھڑے تھے۔ جس شخص کو وہ گھسیٹ کر لایا وہ ایک گل اندام عورت تھی اُسکے منہ میں کپڑا ٹھونس کر غل مچانے سے روک دیا تھا۔ چونکہ اب شہر سے دور اور غیر آباد مقام پر پہنچ گئے تھے اسلئے حسینہ کے منہ سے کپڑا نکال لیا گیا اور اُسے جو ابھی رسن بستہ تھی ایک ستون سے باندھکر کھڑا کر دینے کے بعد گرجکر کہا۔ فلاوبہ بہت دنوں محل میں آرام کیا اب جھنجھٹے کی زحمتیں برداشت کرنیکو تیار ہو جاؤ۔

فلادیہ۔ یُوویز میرے ساتھ تمہارا برتاؤ نامناسب ہے!

..لوویز۔ مناسب نامناسب پر بعد میں غور کیا جائیگا فی الحال تمہیں جرجیس کی وصیت پُوری کرنیکے لئے آمادہ ہوجانا چاہیئے

فلادیہ۔ مجھے اسکی تعمیل سے کبھی انکار نہ تھا حالانکہ .. .. -

..لوویز۔ (بات کاٹ کر) حالانکہ انطاکیہ سے اسی لئے چلی تھیں؛ کیوں یہی بات ہے نہ؟

فلادیہ۔ بے شک!

..لوویز۔ پھر اسلئے نیت پلٹ گئی کہ عربوں کا ایک وحشی سردار حُسن کی پرستاری پر آمادہ ہوگیا۔ افسوس اس وز میری ضرب نے خطا کی۔ ورنہ میں نے اُسے ٹھکانے لگا دیا ہوتا!

فلادیہ۔ یُوویز تجھے اس کمینگی پر شرمانا چاہیئے تم اس شخص کی توہین کر رہے ہو جس نے فطری شرافت کے جوہر دکھاتے ہوئے اپنے دشمن کی جان بچائی اور عرصہ تک اپنا مہمان بنائے رکھا!

..لوویز۔ سچ ہے لیکن یہ مہمان داری تمہارے عالم آشوب حُسن کا کرشمہ تھی

فلادیہ۔ غلط سراسر غلط! مجھے عربوں میں وہ پاکبازی اور شرافت نظر آئی وہ رُومیوں میں نہیں دکھائی دی:-

..لوویز۔ (ہنس کر) خوب یہ اسی جذبہ کا اثر ہے کہ تم نے شہزادی میمون سے سفارش لکھوائی کہ مجھے شادی سے ٹھکرا دیا جائے!

فلادیہ۔ تمہارا خیال غلط ہے!

یوویز۔ اب صبح : غلط کا وقت گذر گیا۔ وہ حکومت رہی نہ حکم امتناعی جاری کرنیوالے بہتیں میرے احکام کی تعمیل کرنا ہوگی!"۔

فلادیہ۔ لیکن شہر میں امن ہونیکے بعد!"

یوویز۔ مکار حسینہ! حیلہ سازی کا وقت گذر گیا تجھے آج بلکہ ابھی تعمیل کرنا چاہیئے ابوالمنذر کا حجرہ ہمارا حجلہ عروسی ہے جہاں ہم دونوں یہ رات بسر کرینگے

فلادیہ۔ آج مقدس دعائیں پڑھنے والا کہاں ملے گا!

یوویز۔ اسکی ضرورت نہیں جرجیس کا آخری کلام مقدس دعا ہے

فلادیہ۔ یہ ممکن نہیں!

یوویز۔ ایسا ہی ہوگا!

فلادیہ۔ میری زندگی میں نا ممکن ہے

یوویز۔ لیکن میں ممکن بناؤں گا!

یوویز بڑھا فلادیہ نے مذبوحی حرکات شروع کیں لیکن رسن بستہ ہونیکی وجہ سے اس کا بس نہ چل سکا اور یوویز نے اُسے گھسیٹنا شروع کیا اپنی بے بسی پر فلادیہ کے آنسو نکل آئے اُسے معلوم تھا کہ اسکی مدد کیواسطے گرجہ میں کوئی موجود نہیں نہ رات کی خاموش فضا میں اسکی چیخوں کی آواز کسی رحیم النفس کے گوشگذار ہوسکتی ہے اسلیئے اس نے ارادہ کرلیا کہ خاموش جدوجہد جس قدر بھی ممکن ہے اس سے کی جائے لیکن شور و غل بیسود ہے اس خیال سے جب اس نے ستون سے کھلتے ہی اپنے آپکو زمین پر گرا دیا۔ یوویز نے اسکی نزاکت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کمال بے دردی سے گھسیٹنا شروع کیا جسکی تاب نہ لاکر فلادیہ نے ایک دلدوز چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی

ساتھ ہی ایک گرج کے ساتھ کعب اپنی کمینگاہ سے باہر آئے اور یوویز کے ایک ایسی لات ماری کہ وہ دور جا گرا اور فلاویہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جس طرح شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے کعب نے جھپٹکر یوویز کو دبوچ لیا اور وہ سنبھلنے کے پہلے ہی غازی کے قبضہ میں تھا۔ عاصم نے اپنا عمامہ پیش کیا اور اسکی مشکیں کسدی گئیں :۔

اب کعب فلاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اس کا سر زانو پر رکھ لیا اور عاصم کو پانی لانے کا حکم دے کر اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ عاصم نے یوویز کو ایک درخت سے باندھ دیا اور پانی کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ ابھی فلاویہ ہوش میں آنے نہ پائی تھی کہ ظرف میں جو گرجہ سے ملا تھا پانی لے آیا۔ کعب نے بیہوش حسینہ کے چہرہ پر چھینٹے دینا شروع کئے دو چار چھینٹوں میں اُسے ہوش آگیا اور اس نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔ ظالم یوویز مجھے ہلاک ہونا گوارا ہے لیکن جو تو چاہتا ہے وہ شرم اور ذلت مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی

کعب۔ فلاویہ خوف دہراس کا وقت گذر گیا تمہارا دشمن اسیر ہو گیا اور اب اپنے دوستوں میں ہو

فلاویہ نے آنکھیں کھولدیں ماہتاب نکل آیا تھا اور اسکی ٹھنڈی روشنی میں قرب و جوار کی چیزیں صاف دکھائی دینے لگی تھیں اس نے دیکھا امیر کعب اس کا سر زانو پر لئے بیٹھے ہیں پائنتی عاصم بیٹھا ہے اور سامنے والے درخت سے بندھا ہوا یوویز کھڑا ہے پہلے تو اُسے واقعات کے سمجھنے میں تامل ہوا اُسے وہم تک نہ ہو سکتا تھا کہ امیر کعب آدھی رات کو ادہر آ نکلینگے یہی سبب تھا کہ وہ تھوڑی دیر تک ٹکٹکی لگائے دیکھا کی پھر اُٹھتے ہوئے بولی۔ آپ رحمت کا فرشتہ بنکر یہاں کیسے پہنچے!

کعب۔ نمجھے معلوم ہوا کہ یوویز تمہیں محل سے زبردستی پکڑ کر لیگیا اس لئے

میں نے اُسکے شر سے تمہیں محفوظ رکھنے کا ارادہ کر لیا اور یہاں اس وقت پہنچا۔ جب وہ تمکو لئے ہُوئے آ رہا تھا میں نے پوشیدہ ہو کر تمہاری گفتگو سنی مگر سمجھ نہ سکا پھر عین وقت پر امداد کی۔ چونکہ وہ تمہارا منگیتر ہے اور تم کسی وصیت کی بنا پر اسکی شریک زندگی بننے والی ہو اسلئے میں نے اسکی جان بخشی کر دی (اشارہ سے بتا کر) وہ سامنے بندھا کھڑا ہے اب تم اسکے باب میں کچھ حکم دو! کعب نے عاصم کو حکم دیا کہ وہ یوویز کو درخت سے کھولکر سلسنے لے آئے عاصم نے حکم کی تعمیل کی۔ یوویز سامنے لایا گیا۔ اب اس نے امیر کعب کو پہچانا۔ احساس ہوتے ہی دونوں آنکھیں شعلہ بار ہو گئیں افراط غضب سے بند بند کانپنے لگا لیکن وست ؤ پا بستہ ہونیکی وجہ سے مجبور تھا

کعب۔ یوویز اس وقت تمہاری جان محض اسلئے بچگئی کہ تم پاکباز اور رحمدل فلاویہ کے منگیتر ہو اگر تمہارے قلب میں شمہ بھر بھی شرافت ہو گئی تو تم اس احسان کو یاد رکھو گے :۔

یوویز۔ افسوس اسے مجھے مطلق علم نہ تھا کہ تم اسکی جستجو میں یہاں تک پہنچے ہو ورنہ اس سے پہلے تمہیں اس ہمدردی کا صلہ دینے کی کوشش کرتا!

چونکہ یوویز نے رومی زبان میں جملہ ادا کیا تھا۔ اور کعب رومی زبان سے بالکل نا آشنا تھے اسلئے وہ اس کا مطلب نہ سمجھے اور دریافت طلب نظروں سے فلاویہ کی طرف دیکھا جسکی جبین شکن آلود ہو چکی تھی۔ فلاویہ نے اسکی نگاہ کا مطلب تو سمجھا مگر جواب دینے کے بدلے ترنم ریز آواز میں جو غصہ اور نفرت سے مخلوط تھی۔ یوویز کو مخاطب کرتے ہوئے بولی :۔ یوویز تم بالکل دیوانے ہو گئے ہو سنبھلو اور آنکھیں کھولکر دیکھو تمہاری جان اس قطرے کی مانند ہے جو نوک خار پر

زمین کو بس ہی نیچے لئے سرنگوں ہو چکا ہو۔ غنیمت جانو کہ زندہ بچے جاتے ہو اور چپ چاپ ان احکام کی تعمیل کرو جو دیئے جانیوالے ہیں:۔

لوویز۔ بے وفا عورت! کیا تو ایک عرب کی محبت میں ان فرائض کو ترک کرنا چاہتی ہے جو ایک نوشتہ کے ذریعہ جرجیس نے تجھ پر عائد کئے تھے یاد رکھ کہ جبتک میری جان میں جان باقی ہے تجھے میرے ہاتھ سے کوئی چھین نہیں سکتا

فلادیہ۔ میں تمہاری دریدہ دہنی کو معاف کر سکتی ہوں بشرطیکہ تم میرے مشوروں پر عمل کرنا قبول کرو:

لوویز۔ نہیں کبھی نہیں تیرے حمایتی کو قتل کر کے اپنی توہین کا انتقام لونگا ورنہ مجھے چین نہ آئیگا:۔

فلادیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اگرچہ وہ امیر لعب سے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر لعب کا اصرار مجبور کر رہا تھا کہ کچھ کہے اس لئے اس نے الفاظ کو نرم کرتے ہوئے کہا بابا امیر یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے اور جو کچھ اول فول بک رہا ہے اس کا مفہوم اسکے علاوہ کچھ نہیں کہ میں اس وصیت کو پورا کروں جو میرے والد نے مرتے وقت ظاہر کی تھی

لعب۔ لیکن ہمیں منظور نہیں ہے اور یہ شخص جو چاہتا ہے وہ ہرگز نہ ہوگا

فلادیہ۔ مسیح کیلئے ایسا نہ کہئے مجھے زندگی بھر مصیبت میں بسر کرنا منظور ہے لیکن والد کی حکم عدولی نہیں ہو سکتی:

بیسواں باب (۲۰)

مُقابلہ

فلاویہ کی زبان سے مذکورہ بالا جملہ سُنکر کعب کی امیدوں پر بجلی گر گئی آنکھوں کے نیچے اندھیرا سا چھا گیا اور زندگی سے نفرت پیدا ہونے لگا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ فلاویہ کی محبت نے انکے دل پر کس حد تک قابو پا لیا ہے نیز یہ کہ وہ اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس وقت وہ تنہا اور چاہتے تو تلوار کے ایک ہاتھ سے بوویز کی ہستی کا خاتمہ کر سکتے تھے اور غالباً اس قتل سے فلاویہ کوئی صدمہ نہ کرتی کیونکہ وہ خود اس سے چھٹکارہ پانیکی سعی کر رہی تھی اُسے یقین ہو چکا تھا کہ بوویز کی بداعمالی اُسے چین سے بسر نہ کرنے دیگی۔ تاہم وہ باپ کی وصیت پوری کرنے پر مجبور تھی۔ وہ نہ چاہتی تھی کہ مرنیوالے کی بات ضائع ہو محض یہ خیال تھا جو اُسے اتنی بڑی قربانی پر آمادہ کر رہا تھا۔ باوجود اس معلومات کے کعب کا دل گوارا نہ کرتا تھا کہ وہ اپنے نفس کے لئے ظلم کا ارتکاب کریں۔ انھوں نے طبعی شرافت کے تقاضا سے طے کر لیا تھا کہ چاہے ساری عمر ناکامیوں میں بسر ہو جائے مگر اس امتحان میں ثابت قدم رہوں نگا اور کوئی ایسی بات نہ کروں گا جس سے عربوں کے عدل و انصاف پر حرف آسکے انھوں نے تھوڑے سکوت کے بعد غمگین لہجہ میں کہا

فلاویہ اگر تم جان بوجھکر آگ میں پھاندنا چاہتی ہو تو یہ تمہاری خوشی حلات

مجھے مجبور کرتے ہیں کہ تم کو تمہاری مرضی پر چھوڑ دوں لیکن تم اتنا ضرور کر سکتی ہو کہ اُسے سمجھا کر اس امر پر آمادہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ میرا مہمان ہونا قبول کرے اور جب صبح ہو جائے تو میں ابوالمنذر سے کہہ کر کسی قسیس کو طلب کروں جو اپنے اصول پر تم دونوں کا نکاح پڑھ دے:۔

فلاویہ۔ (حیرت سے) کیا آپ اپنے ایسے دشمن کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ جس نے ایک دفعہ آپکو ہلاک کرنیکی ناکام سعی کی تھی!

کعب۔ اگرچہ مجھے ان باتوں کا علم تاہم میں تمہاری وجہ سے اس کا وہ قصور معاف کرتا ہوں اور آئندہ اسکی بہتری مدِ نظر رکھنے کا وعدہ بھی کر سکتا ہوں اسلئے تم مجھے عزیز تر ہو اور تمہاری وجہ سے وہ بھی عزیز ہے!

فلاویہ۔ آپکی کرم النفسی اپنی آپ مثال ہے قاتل پر رحم کرنا۔ دشمن کو مہمان بنانا تو سوائے آپکے کہیں دیکھا نہ سنا! تاہم میں یہ پسند نہیں کرتی کہ ایک سوختہ نصیب کے باعث آپ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں اسلئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا جائے:۔

کعب۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تم کو نقصان نہ پہنچائے!

فلاویہ۔ اب مجھے نفع و نقصان کی پرواہ نہیں دنیا ہیچ اور زندگانی بے طلب ہے میں زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا نہیں چاہتی خودکشی سے تو کہیں بہتر ہے کہ یوویز کا خنجر میرے کلیجہ کو پاش پاش کر دے:۔

کعب۔ آہ! نہیں نہیں فلاویہ جو تم سوچ رہی ہو شاید میری زندگی میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں تم کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گا

یاد رکھو جب تک یودیز تمہاری زندگی کا ضامن ہو گا میں تمہیں اُسکے حوالے نہ کروں گا

پشت کی طرف سے پاؤں کی چاپ سُنائی دی اور یہ سب آواز کی طرف متوجہ ہو گئے مڑ کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ دو شخص چاروں طرف دیکھتے بھالتے آ رہے ہیں۔ چند لمحوں میں وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چاند کی روشنی اچھی طرح پہنچ سکتی تھی نورانی شمعوں نے انکے چہرے چمکائے اور ایک ساتھ عاصم۔ فلاویہ اور کعب کی زبان پر لاوادان اور سعد کے نام جاری ہو گئے۔ آنے والوں میں ایک لاوادان اور دوسرا اسعد تھا۔ یہ دونوں بھی فلاویہ کی جستجو میں نکلے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب انہیں محل میں ان دونوں کا سراغ نہ ملا تو وہ تلاش کرتے ہوئے باہر نکل آئے :-

رات کے سناٹے میں آواز دور تک جاتی ہے۔ چونکہ یودیز فلاویہ کو گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا اسلئے پاؤں کی چاپ تیز تھی اور اسکی دھمک دور سے سنی جا سکتی تھی جسے لاوادان اور سعد بھی گاہ بگاہ سنتے تھے اور اسی دھمک کی سمت تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے اور اگر ایک دو جگہ پر فریب سماعت نہ ہوتا تو اب سے بہت پہلے اس جگہ پہنچ جاتے بھٹک جانے کی وجہ سے تاخیر ہو گئی اور اتنی دیر کے بعد پہنچے :-

دور سے انہوں نے بھی چاند کی روشنی میں کچھ لوگوں کو دیکھا اور دریافت احوال کی نیت سے اس وقت یہاں پہنچے جب کعب نے اپنا آخری جملہ ختم کیا تھا۔ رات کے سناٹے اور گرجے میں امیر کعب۔ عاصم۔ فلاویہ اور یودیز کو دیکھکر متعجب ہوئے لیکن امیر کعب نے چند جملوں میں سارا حال بیان کرنیکے بعد سعد سے کہا۔ سعد نے اس جملہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو یودیز نے لاوادان پر کیا تھا قصاص طلب کیا۔ لیکن کعب نے سفارش کے ساتھ عفو جرم کی خواہش پیش کی اور

باصرار معافی حاصل کرنے کے بعد کہا۔ سعد میں تمہیں نہایت پس وپیش میں مبتلا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے تم یوویز سے گفتگو کر کے اُسے صلح و آشتی پر آمادہ کرو۔ سعد نے قبول کیا اور یوویز کے قریب جا کر اُسے نشیب و فراز سمجھانا شروع کیا اس نے امیر کعب کی تعریف میں بھی اکثر جملے استعمال کئے جن سے برافروختہ ہو کر یوویز نے جواب دیا۔ احمق بوڑھے تو عربوں کے لشکر میں رہکر ان کی بدمزہ غذائیں کھا کھا کر سٹھیا گیا ہے کیا تو جلیل القدر رومیوں کو ان وحشی عربوں کے قدموں پر ڈالنا چاہتا ہے قسم ہے روح القدس کی میں اس توہین کا انتقام لوں گا جو کعب نے میری ہونے والی زوجہ کو بہکا کر کی ہے!

سعد۔ اجل گرفتہ جوان ہوش کے ناخن لے شکر کر کہ میں تیری بدکرداریوں کو فراموش کرتے ہوئے فائدہ خواہی پر آمادہ ہوں اور تیری جان بچانے میں فلادیہ جیسی پاکباز اور غیور خاتون کی زندگی معرض خطر میں ڈال رہا ہوں

یوویز۔ فلادیہ میری ہے اور میری ہو کر رہیگی یہ ممکن ہی نہیں کہ یہ وحشی عرب میرے جیتے جاگتے اسے پہلو میں بٹھا کر گلچھرے اڑائے تاہم میں اس کے بعد تیری ہرزہ سرائی پر غور کروں!

سعد۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اپنی جان عزیز نہیں!

یوویز۔ ہاں جبتک اپنے رقیب کا سینہ چاک کر کے دل نہ نکال لوں اس جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں سمجھتا! مجھے یاد ہے کہ فلادیہ نے ایک موقعہ پر طعن کی تھی کہ بہادر پشت سے حملہ نہیں کرتے! اب میں اُسے دکھانا چاہتا ہوں کہ مرد میدان بنکر اُسکے نئے عاشق کو زیر کر سکتا ہوں تو میری طرف سے

اسے پیغام جنگ پہنچائے سعد نے ہر چند کوشش کی کہ یوویز اپنے اس نامعقول ارادہ سے باز آجائے۔ مگر وہ بالکل مجنوں ہو رہا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس وقت کعب نے اپنے غلام کی مدد سے اچانک حملہ کر کے اُسے اسیر کر لیا۔ لیکن وہ شریف بہادروں کی طرح میرا مقابلہ کرنیکو تیار ہو جائے۔ جب سعد نے یہ خیال امیر کعب سے ظاہر کیا تو انہوں نے خوشی سے منظور کرتے ہوئے کہا "سعد! میں تم کو خدائے قادر و توانا کی قسم دیتا ہوں کہ تم کھڑے ہو کر اس جنگ کا تماشا دیکھو! اگر خدا مجھے فتحیاب کرے تو خیر! اور اگر یوویز کو غلبہ ہو تو یاد رکھو کہ میں اپنا خون اسے بخش کرتا ہوں میرے بعد اس سے کوئی قصاص نہ لیا جائے اور میرے مال کا ایک ثلث اسلئے اسکی نذر کیا جائے کہ وہ فلاویہ کے ساتھ جہاں جانا چاہے اس مال کے ذریعہ سے آرام و آسائش کے ساتھ پہنچ جائے۔ چونکہ مجھے اسکی جان لینا منظور نہیں ہے اسلئے میری صرف یہ شرط پیش کردو کہ مغلوب ہونیکی صورت میں وہ ایک روز کے لئے وصیت کی تعمیل ملتوی کردے اور آئندہ زندگی میں فلاویہ کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے سعد نے یوویز کی یہ شرط سُنائی وہ چند لمحے غور کرنے میں مشغول رہا پھر اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے جنگ کا طالب ہوا۔ امیر کعب کو مقابلہ پر اُٹھتے دیکھکر فلاویہ سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے کہا نہیں نہیں آپ جنگ کیجئے میں منت اور خوشامد سے یوویز کو راضی کر لونگی"

کعب۔ فلاویہ تم کو عجز ظاہر کرنیکی ضرورت نہیں ہم عرب ہیں تلوار ہمارا کھلونا اور میدان رزم گاہ ہماری جائے تفریح ہے کوئی عرب اپنے حریف کی دعوت جنگ رد نہیں کر سکتا اس نے مجھے اپنے مقابلہ کیلئے منتخب کیا ہے اور میں اسکے

ساتھ نبرد آزمائی کرنیکو تیار ہوں میں اب بھی تمہارے ساتھ اتنا سلوک اور کرونگا کہ اسے کوئی مہلک زخم بھی نہ پہنچاؤنگا ۔ اور موقعہ دونگا کہ وہ اپنا تمام جوش و خروش ختم کر سکے اسکے دلمیں کوئی ارمان باقی نہ رہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ مقابلہ صرف ایسا ہی ہوگا کہ وہ حملہ کرے اور میں اسے دفع کروں ۔ (حاضرین سے) میں آپ حضرات کو قسم دیتا ہوں کہ جنگ کا تماشا دیکھنے کے سوا اور کوئی بات نہ کی جائے عاصم اٹھو اور یودیز کی بندش کھول دو۔ سب دم بخود تھے کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلتی تھی خصوصاً سعد اور لاوان زیادہ پریشان تھے ۔ کیونکہ یودیز ہاتھ پاؤں میں امیر کعب سے بہت زیادہ تگڑا تھا نیز اسکی فنی معلومات بھی معقول تھی اور اگر وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بدنام نہ ہو چکا ہوتا تو کوئی شبہ نہ تھا کہ اعزاز کے شمشیر زنوں میں اس کا بلند مرتبہ نظر آتا ۔ خلاویہ پر تو سکتہ سا طاری ہو چکا تھا اسکے دل کی گہرائیوں میں دبی ہوئی چنگاریاں زور و شور کے ساتھ بھڑک اٹھیں اور اسے محسوس ہو رہا تھا کہ امیر کعب کی جنگ کیساتھ اسکی زندگی کا بھی خاتمہ ہونے والا ہے :۔

عاصم نے اٹھکر یودیز کی بندش کھولدی امیر کعب نے اپنی اور عاصم کی تلواریں یودیز کے سامنے پیش کیں اور سعد کو حکم دیا کہ وہ اس سے دریافت کرے کہ آیا وہ ان دونوں میں سے کونسی تلوار پسند کرتا ہے ۔ یودیز نے دونوں تلواروں کو خوب سا دیکھ بھال کر ایک تلوار اپنے لئے منتخب کر لی اور دوسری امیر کعب کے حوالے کر دی پھر دونوں نبرد آزما ایسی جگہ آکر کھڑے ہو گئے جہاں درخت کم تھے اور پینترا بدلکر تیغ آزمائی کرنیکے واسطے موزوں تھی ۔ دونوں تلواریں علم کرکے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے کعب نے یودیز کو حملہ کرنیکا اشارہ کیا اور اس نے سوختی زبان زخریہ کلمات

کہتے ہوئے پرجوش حملہ کیا۔ تلوار چلنے لگی۔ چاندنی میں دو بجلیاں کوندنا شروع ہوئیں
یودیز کا ہر حملہ پہلے حملہ سے سخت ہوتا تھا اور کعب اپنے آپکو بچانے اور
وار روکنے کے سوا اپنی طرف سے کوئی جوابی وار نہیں کرتے تھے۔ گھنٹہ بھر تک
نہایت جوش و خروش سے تلوار چلتی رہی۔ یودیز برابر کعب کو ریلتا رہا جتے کہ دیکھنے
والوں کو اسکے غلبہ کا یقین ہوچلا تھا۔ عاصم ہزار پیر تڑپ تڑپ کر رہجاتا تھا۔ بار بار
دل میں آتا تھا کہ اپنے آقا کی امداد کرے مگر پھر حکم عدولی کا خیال روک لیتا تھا
اُسے حیرت تھی کہ جو دلیر و شجاع ہزاروں کی تعداد پر تنہا جا پڑتا ہو اور تلوار میں مار مار
کر کائی کی طرح انکی بھیڑ کو کاٹ کر رکھدیتا ہو وہ ایک رومی کے مقابلہ میں آتنا ضعف
ثابت ہو رہا ہے امیر کعب دبتے دبتے ایک تناور درخت کے تنے کے پاس پہنچ گئے
اور انکی پشت درخت سے لگ گئی اور پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہ رہی سبکو محسوس ہونے
لگا کہ اب یودیز کی ضربت امیر کے دو ٹکڑے کر دے گی۔ لیکن ہر وار اپنا کام کئے بغیر
خالی جاتا اور کعب اسی طرح صحیح سالم دکھائی دیتے۔ نصف ساعت اس رنگ
میں گذری۔ یکایک شیر انگڑائی لیکر بھرا اس نے ہوشیار باش کا نعرہ لگاتے ہوئے
حملہ کیا۔ یودیز کو وار خالی دینے کے واسطے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اب لڑائی کا نقشہ بدل چکا
تھا۔ یودیز امیر کعب کی تلوار کے سایہ کے نیچے تھا انکی آنکھوں کے سامنے موت
کی بھیانک تصویر پھر رہی تھی۔ جب تلوار چمک کر سر پر آتی تھی تو اُسے ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ یہ بجلی اسکے پیکر کو کاٹ کر زمین پر ڈال دے گی!
لڑائی کا تماشہ دیکھنے والے متحیر تھے کہ کعب کا ضعف غلبہ سے کیونکر تبدیل
ہوگیا۔ انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ ابتک اپنے حریف کو کھلا رہے تھے اور

موقعہ دے رہے تھے کہ وہ اپنی ساری حسرتیں نکال لے اور کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ متعدد مواقع ایسے آئے کہ اگر امیر کعب چاہتے تو ایک ضرب میں حریف کے دو ٹکڑے کر سکتے تھے۔ مگر وہ عمداً ٹال گئے انہوں نے ایسے بہتر وقت کو جان بوجھکر ضائع کر دیا۔ ایک گھنٹہ اور گذر گیا۔ اب صبح کا دھندلکا نمودار ہونے لگا تھا۔ اور یوویز کے چہرے پر شکست کے خوف سے ہوائیاں چھوٹنے لگی تھیں اسکے بازو چلتے چلتے شل ہو گئے تھے اور جسمانی طاقت جواب دے رہی تھی۔ اگرچہ وہ بمشکل حملہ روکنے کی سعی کرتا تھا مگر وہ پھرتی اور تیز دستی فنا ہو چکی تھی جو ابتدائے جنگ میں ظاہر ہوئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں حریف زبردست کی مہارت فن کا معترف ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقعہ پر کعب نے کچھ ایسا داؤ کیا کہ یوویز کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر دور جا گری۔ کعب نے لپک کر اپنی شمشیر کی نوک اسکے سینے پر رکھکر کہا۔ یوویز تم مغلوب ہو گئے۔ میرے ہاتھ کی معمولی حرکت تمہاری زندگی کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ لیکن میں پھر حسین و پاکباز فلاویہ کی مروت سے تمہاری جان بخشی کرتا ہوں تم کو چاہیئے کہ مقابلہ سے پہلے جو شرط منظور کر چکے ہو اس پر کاربند ہو جاؤ۔ جملہ تمام کر کے اپنی تلوار اسکے سینے سے ہٹا لی:۔

وہ مردے کی طرح بے حس و حرکت کھڑا رہا اسکے چہرے پر خون کی ایک چھینٹ بھی نہ تھی معلوم ہوتا تھا کہ شدت غم سے بدن کا تمام لہو خشک ہو گیا ہے ماھم نے آگے بڑھکر امیر کعب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پر خلوص انداز سے کہا یا سیدی مجھے آپ کا طریقہ جنگ حیران کر رہا تھا مگر اب سمجھ میں آیا کہ وہ مراعات رحیمانہ تھیں:۔

اکیسواں باب (۲۱)

"انکشاف حقیقت"

شہزادی نیتون اپنی شوخ و شنگ سہیلیوں مرجانہ اور سلویہ کے ساتھ عندلطلب اعزاز پہنچ گئی ہے جس طرح وحشتناک بادلوں کے برس جانیکے بعد مطلع صاف ہوکر پرسرور فضا پھیل جاتی ہے اسی صورت سے جنگ کے خاتمہ اور زمانہ مفارقت کے اختتام پر مژدۂ وصل نے نیتون کے دل کو باغ باغ کردیا تھا۔ مضمحل ہوجانیوالے جذبات میں از سر نو جان آگئی تھی اور وہ لطف آمیز بے چینی سے اس ساعت کا انتظار کرنے لگی تھی۔ جب اسلامی طریقہ سے وہ بیقرار ہستیوں کو ایک دوسرے کا محرم کرتے ہوئے شادی و غم کا شریک بنادیا جائے گا سلویہ اور مرجانہ کی مزید شرارتیں اور دل افزا شوخیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔ وہ کبھی پھول چن چن کر دولہا اور دلہن کے واسطے ہار اور زیور تیار کرتی ہیں۔ کبھی حجلۂ عروسی کی تزئین و آراستگی میں مصروف ہوجاتی ہیں لیکن فلادیہ کی مغمومیت انکی دلی شادمانیوں میں تخفیف کردیتی ہے کیونکہ اُسے یوڈیز کی زوجیت میں جانا ہے اگرلامان اور سعد نے اُسے سمجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا کہ وہ اس خلاف مرضی شادی سے انکار کردے مگر اس نے اپنے باپ کی وصیت پوری

کرنے اور اسکے احکام کی بجاآوری پر اپنی زندگی کی تمام آئندہ مسرتوں کو قربان کر دینا طے کر لیا ہے۔ چونکہ لشکر اسلام جدید مہم پر روانہ ہونیکی تیاریوں میں مصروف ہے اور بطریق لوقنا نے انطاکیہ کا عزم بالجزم کر لیا ہے اسلئے وہ چاہتے ہیں کہ جلد ایفائے وعدہ سے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ اس نیک کام کے واسطے جمعہ کا دن مقرر کر دیا گیا ہے اور سارے لشکر میں دعوت کی منادی کر دی گئی ہے!

جوں جوں جمعہ کا دن قریب آتا جاتا ہے امیر کعب کی حالت متغیر ہوتی جاتی ہے اگرچہ ان کا ضبط و تحمل اپنا کام کر رہا ہے نامقدور تیوروں پر میل نہیں آنے پاتا مگر توبہ دل کا درد بھی کہیں چھپانے سے چھپتا ہے وہ ہنستے ہیں اور دیکھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ رو رہے ہیں وہ شگفتہ ہو کر گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور دل کی کلی مرجھائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی منہ لگا کر انکے جسم کا خون چوس رہا ہے سعد اور عاصم نے سمجھانے اور تسکین دینے کی تمام تدبیروں پر بڑی حد تک عمل کیا مگر کسی تدبیر کا مفید اثر ظاہر نہ ہوا مزاج کی افسردگی بتدریج ترقی ہی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ صبح نمودار ہوئی! جب امیر کعب کی مسرتوں کا آفتاب غم دریا میں ڈوبنے والا تھا۔ اہل لشکر خوش تھے کہ عرصہ دراز کی جنگ کے بعد انھیں جشن مسرت میں شمولیت کا موقعہ ملنے والا ہے۔ لاوان کی شادمانیاں حد سے بڑھی ہوئی تھیں اسلئے کہ گوہر مقصود ہاتھ لگے گا۔

.. یوحنا باغ باغ ہوا جاتا تھا۔ کیونکہ اسکے طلسم فریب میں نیا گل کھل رہا تھا الغرض کوئی دل ایسا نہ تھا۔ جو ایک طرح کی انبساط سے لبریز ہو ہاں کعب اور فلا ویہ یہی دو کم نصیب تھے جنھیں ان شادمانیوں میں حصہ نہیں ملا تھا!

سورج اونچا ہونے لگا۔ مشاطاؤں نے دلہنوں کو سنوارنا شروع کیا۔ فلاویہ کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے دل خون ہو کر بہہ جانا چاہتا تھا۔ مگر وہ کمال دلبری سے آنکھوں میں دریا کو روکے ہوئے تھی سینہ شق ہو جانے پر آمادہ تھا لیکن تحمل اُف کا بھی روادار نہ تھا۔ وہ خاموش تھی جیسے پیکر بے جان !

مالک اشتر نخعی نے محفل (دربار) آراستہ کی برادران اسلام اور نو مسلم رومی محفل نشاط کی شرکت کو جمع ہو گئے۔ ہزارہا بندگان خدا تسبیح و تحلیل کے ساتھ تقریب میں شامل ہوئے۔

چونکہ یوڈبز نے مسیحیت سے دستبرداری اختیار نہ کی تھی اور فلاویہ نے ہنوز قبول اسلام کا اعلان نہ کیا تھا اسلئے انکے واسطے وہ قس طلب ہوئے تھے جو انھیں اپنے آئین ورواج کے مطابق رشتہ ازدواج میں وابستہ کر سکیں !

فلاویہ کی خواہش تھی کہ پہلے شہزادی زیتون کا عقد ہو جائے۔ اسکے بعد مجھے وصیت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا جائے حسب قاعدہ ایجاب اور قبول کی رسم کے بعد خطبۂ نکاح پڑھا گیا۔ وہ محبت پرست روحیں شرعی طور پر ایک دوسری کے ساتھ ملا دی گئیں :-

احباب نے ہدیۂ تبریک مبارکباد پیش کر دیا اور اب وہ وقت آیا کہ ایک ناشاد ہستی کی شمع مسرت ہمیشہ کے لئے بجھا دی جائے ایک غیر مستحق حسن کی تیلی پر قبضہ پا جائے :-

قس نے فلاویہ کو طلب کیا۔ براتیوں کا مجمع شاہی گرجا کی طرف روانہ ہوا۔ کعب بھی چلے مگر اس طرح جیسے کوئی کشتنی گردن زدنی قتل گاہ کی طرف

چلتا ہے۔ ہر ہر گام پر دل کا لہو خشک ہو رہا تھا:-

وہ زندہ تھے اور شاید لوگ بھی انھیں زندہ ہی تصور کرتے ہوں گے مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس تھی۔ اگر زندگی عبادت ہے زندہ دلی و شگفتگی ہے تو وہ ان میں نام تک کو باقی نہ تھی۔ مسرتیں ان کے مقسوم سے اڑ چکی تھیں اور وہ زندگی کو بدنام کرنے کے واسطے زندہ تھے۔

مجمع گرجے میں داخل ہو گیا۔ قربان گاہ کے سامنے قس کھڑا ہوا ہے اسکے ہاتھ میں مقدس انجیل تھی ایک پہلو میں یوڈیز تنا کھڑا تھا۔ اسکے لبوں پر مکروہ تبسم تھا اور آنکھوں سے گویا دانہ مسرت جھلک رہی تھی۔ دوسرے پہلو میں فلاویہ عروسی لباس پہنے حزن و آلام کا مجسمہ بنی کھڑی تھی۔

اسکے چہرے پر کتاں کی زرتار نقاب تھی وہ اس لباس میں جنت کی حور معلوم ہوتی تھی۔ چہرے کی معصومیت نقاب پھاڑ کر نکل رہی تھی معصومیت میں غم کا امتزاج اسکی اندرونی کشمکش کا پتہ دے رہا تھا۔

قس نے مقدس دعاؤں کے ذریعہ انکے نکاح کی تکمیل کرنا چاہی ہنوز پہلا جملہ ناتمام تھا کہ مجمع کو چیرتا ہوا ایک ضعیف العمر سوی قربان گاہ کے قریب پہنچا اور قس سے چلا کر بولا!

ٹھہرو! ٹھہرو!! ابھی دعاؤں کا وقت نہیں ہے پہلے میں جو کہنا چاہتا ہوں اُسے سن لو!

یوڈیزا اُسے دیکھتے ہی دیوانوں کی طرح گرج کر بولا!

توماس! مسیح تجھے غارت کرے یہاں تیرا کیا کام تھا؟ (قس سے)

تھدسس باپ یہ شخص دیوانہ ہے بڑھاپے نے اسکی عقل زائل کردی ہے آپ اپنا فرض ادا کریں :۔

توماس - ہرگز نہیں توماس کے سینہ میں مدت سے جو راز نہفتہ ہے وہ ظاہر ہو کر رہے گا یہی وقت ہے کہ ان خفیہ عقدوں کو کھولا جائے (مالک اشتر سے) ایہا الامیر! میں التجا کرتا ہوں کہ اس وقت تک کے لئے نکاح کو حکماً روک دیا جائے - جب تک کہ میں وہ بات ظاہر نہ کر دوں جسکے لئے اب تک زندہ رہنے کی دعائیں کرتا رہا ہوں :۔

مالک اشتر - (ارقس سے) تم ابھی اپنی کتاب بند کر دو - معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں ضرور کوئی عجیب راز ہے اور اسکے ظاہر ہونیکا وقت آگیا ہے!

بے شک راز ہے اور اہم راز! یا امیر میں نے اس شخص کو بہت ڈھونڈا اعزاز کا چپہ چپہ چھان مارا - افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی - دنیا میں یہی ایک شخص ہے جو فلاویہ کے راز ولادت سے واقف ہے :

توماس نے اپنی لمبی سفید پلکیں ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے گردن اٹھا کر سعد کو غور سے دیکھا پھر دریافت طلب انداز سے کہا کیا تم سعد ہو؟

سعد - ہاں! میں نے تم کو تلاش کیا تھا! ... ...

توماس - (بات کاٹکر) میں یودیز کے خوف سے چھپتا پھرتا تھا چونکہ اسے افشائے راز کا خطرہ لگا ہوا تھا اسلیئے وہ میری تاک میں رہا کرتا تھا - شہزادہ لاوان کی مصاحبت نے اسے اور بھی جری کر دیا تھا - اور اس نے مجھ پر الزام بغاوت عاید کرتے ہوئے میرے قتل کی اجازت حاصل کر لی تھی

شبہ ہے کہ اس وقت مجھے اس کی مکاریوں کا طلسم توڑنے کا موقعہ مل گیا۔ (مالک اشتر سے) یا امیر یہ قصہ کس قدر طویل ہے مگر نہایت دلچسپ اور حد سے زیادہ حیرت انگیز ہے کیا عجب ہے کہ اُسے سُننے کے بعد ایک معصوم زندگی عذاب موت سے نجات پا سکے :۔

بیس پچیس برس قبل کا واقعہ ہے جب سعد جرجیس اور مجھ میں دانت کاٹی دوستی تھی ہم تینوں آدمی ایک ساتھ رہا کرتے تھے ہر چند میں سن و سال کے لحاظ سے ان دونوں سے بہت بڑا تھا۔ مگر محبت میں نہ کوئی چھوٹا تھا اور نہ بڑا سب مساوی درجہ رکھتے تھے :۔

پھر سعد نے سفر اختیار کیا اور عرصہ تک شام کے ممالک سے غائب رہا صرف جرجیس اور میں لطف دوستی اٹھاتے رہے۔ جرجیس جوان تھا اسکی طبیعت میں عیاشی درجہ اتم پائی جاتی تھی۔ اکثر مذموم افعال کا مرتکب ہو جایا کرتا تھا انھیں دنوں میں عبداللہ یمنی تجارت کے سلسلہ میں اعزاز آیا کرتا تھا وہ بردیمانی کا تاجر تھا۔ اطراف و جوانب میں اسکی تجارت خوب چلتی تھی اور وہ چند روز قیام کر کے وطن واپس جایا کرتا تھا۔ جب وہ آخری مرتبہ آیا تو اسکے ساتھ اسکی حسین و جمیل زوجہ بھی تھی۔ جس کا نام لیلےٰ تھا۔ اسکی گود میں بہت ہی پیاری ایک بچی تھی اور وہ اُسے لیلےٰ کہکر پکارا کرتی تھی :۔

لیلےٰ کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا جرجیس نے کسی طرح سے اُسے بے نقاب دیکھ لیا۔ دیکھا اور حسن خرد سوز کا پروانہ بن گیا۔ تیزی اور چالاکی اُسکے خمیر میں شریک تھی۔ چند ہی روز میں عبداللہ کو شیشے میں اُتار لیا اور نہ معلوم کیا پٹی پڑھائی

کہ وہ اپنی بی بی اور شیر خوار بچی سمیت اس کا مہمان بن گیا!

اس مہمانی کا جو انجام ہونا چاہیئے تھا وہی ہؤا میرے رونا سکی لاش گورستان میں سپرد خاک کردی گئی۔ اب اسکی بیوہ اور یتیم بچی جرجیس کے رحم وکرم پر رہ گئی جرجیس کا خیال تھا کہ دم جھانسہ دیکر لیلیٰ کو شیشے میں اتار لے گا مگر اس کا خیال غلط ثابت ہؤا۔ وہ عفیفہ خاتون اُسکے دام تذبذب میں گرفتار نہ ہوئی۔ اور جب اسکی بدنیتی کا راز ظاہر ہؤا تو وہ استغاثہ دائر کرنے پر مجبور ہو گئی۔ جرجیس کو یقین ہو گیا کہ اسکی مراد پوری نہیں ہو سکتی تو اس غریب کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو اسکے شوہر کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔

انجام کار لیلیٰ بھی اپنے شوہر کی بغل میں جا سوئی۔ ان اموات کے بعد مجھے اس راز سے اطلاع ہوئی۔ میں نے جرجیس کو بہت ملامت کی اور مخبری کر کے گرفتار کرا دینے کی دھمکی دی۔ وہ منت و خوشامد کرنے لگا اور اس محبت کا واسطہ دینے لگا جو مجھے اُسکے ساتھ تھی۔

آخر میں یہ تصفیہ ٹھہرا کہ وہ لبنٰی کی پرورش کرے اور اس کا متروکہ امانت رکھے۔ جب یہ جوان ہو جائے تو اسکی شادی کر دے جرجیس کو بھی کسی وجہ سے اپنے افعال کا احساس ہؤا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں اس لڑکی کی پرورش اپنی اولاد کی طرح کروں گا۔

چنانچہ اس نے یوزیز کی ماں کو جو غریب بیوہ تھی اور اس کا شیر خوار بچہ جو حال ہی میں فوت ہو چکا تھا وہ بچی سونپی تاکہ وہ اسے دودھ پلائے اور پرورش کرے۔ اس خدمت کے معاوضہ میں وہ اسکے نان نفقہ کا ذمہ دار ہے

اُس نے قبول کرلیا اور لبنٰے پرورش پانے لگی۔ اسی دوران میں جرجیس کو سفر درپیش ہؤا۔ اس نے یوویز کی ماں کو متدین سمجھ کر عبداللہ بھی کا سارا مال اُسے تفویض کیا اور تاکید کردی کہ اُسے امانت رکھے اگر وہ زندہ واپس آیا تو لڑکی اور مال کو واپس لیگا اور اگر راستہ میں مرجائے تو وہ اس لڑکی کو بیاہ دے اور اسکی میراث اسکے حوالے کردے۔

وہ کئی سال تک غیر حاضر رہا۔ اس درمیان میں جرجیس کا بھائی ایک لڑکا چھوڑ کر مرگیا۔ اس کا ایک خوردسال بیٹے کے بغیر کوئی وارث نہ تھا اس لڑکے کا نام یوویز تھا۔ وہ بھی لبنٰے کے ساتھ اس موجودہ یوویز کی ماں کے پاس رہنے لگا۔ چونکہ یہ ابتدا ہی سے فطرتی اور حیلہ ساز واقع ہؤا تھا۔ اس نے ایک دن موقع پاکر اس بچے کا خاتمہ کردیا اور اسکی ماں اسکی اس حرکت سے خائف ہوگئی اور اس نے اس راز کو چھپایا۔ جبکہ جرجیس واپس آیا۔ بھتیجے اور لڑکی کو طلب کیا۔ اس عورت نے اپنے بیٹے یُوحنا کو یوویز کے نام سے پیش کردیا مگر ساتھ ہی التجا کی کہ میرا دوسرا بچہ بھی مرچکا ہے اور میں تنہا ہوں اسلئے لڑکے کو میری دلبستگی کے لئے میرے پاس چھوڑ دیجئے اور لڑکی کو لے جائیے!

جرجیس راضی ہوگیا اور اُسے لیکر انطاکیہ چلاگیا۔ جہاں سعد بھی موجود تھا اور بعد میں میں بھی پہنچ گیا تھا۔ بعض وجوہ سے میں نے اُسے اس راز سے مطلع نہ کیا کہ یوویز دراصل یوحنا ہے اور اس کا بھتیجہ مرچکا ہے! مجھے غریب عورت پر رحم آیا۔ کیونکہ جرجیس اپنے بھتیجے کے قصاص میں یوحنا کو ضرور ہلاک کردیتا بہر نوع جرجیس کی صحت خراب رہنے لگی اور اُسے اپنی زندگی سے یاس

ہو گئی۔ اُس نے فلاویہ یا لبنیٰ کو سعد کے سپرد کر کے وصیت کر دی کہ اسے میرے بھتیجے یوویز کے ساتھ بیاہ دینا :-

جرجیس کا انتقال ہو گیا اور میں ملک روم و شام کی سیاحت میں مشغول رہا جب واپس آیا تو یوویز کی بد چلنیوں کے حالات سے مطلع ہوا اور چند مرتبہ اس سے مل کر مفید نصیحتیں کیں :

جب اس نے اپنے اطوار نہ بدلے تو اس کا راز فاش کر دینے کی دھمکی دی۔ جس سے برافروختہ ہو کر اس نے مجھ پر بغاوت کا الزام لگایا اور حضرت دراس سے میرے قتل کا حکم حاصل کر لیا :-

اس کا ستارۂ اقبال اوج پر تھا۔ مجھے گوشہ عافیت میں چھپکر انتظار کرنا پڑا۔ اس عرصہ میں فلاویہ کے واپس آنیکی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شقی بداعمالیوں سے متنفر ہے مگر فطری سعادت مندی کی وجہ سے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے زندگی کو وقف رنج و غم کرنے پر آمادہ ہے اس وجہ سے میں نے ضروری سمجھا کہ اس راز کو افشا کر دیا جائے :

اسکے علاوہ بھی یوویز نے ایک موقعہ پر امیر کعب کو ہلاک کرنا چاہا تھا مگر کاری ضرب لگنے کی بدولت جانبر ہو گئے۔ اسکے بعد گرجہ میں ان سے مقابلہ کیا اور اس میں شکست فاش کھائی !

امیر کعب چاہتے تو ہلاک کر دیتے لیکن وہ فلاویہ کی محبت سے مجبور تھے انہوں نے اپنے حریف کو محض اس خیال سے چھوڑ دیا کہ وہ ان کے مطلوب کا منگیتر ہے انھیں معلوم تھا کہ فلاویہ اس سے خوش نہیں پھر بھی انہوں نے

اُسے مجبور کرنا پسند نہ کیا۔ ساتھ ہی ۔ راز بھی کہدوں کہ فلاویہ کو بھی امیر کعب سے محبت ہے اور اگر وہ مستحق سے چھین کر غیر مستحق سے منسوب کردی گئی تو ظلم ہوگا۔ چونکہ ایک رشتہ سے وہ یوحنا کی ہمشیر ہوتی ہے اسلئے ان دونوں کی شادی جائز نہیں متصور ہوسکتی :۔

یہ ہے وہ راز جو عرصہ دراز سے میرے سینے میں محفوظ تھا اور آج اتنے بڑے مجمع میں ظاہر ہوا۔ سعد خاموش ہوگیا۔ حاضرین سناٹے کے عالم میں پیکر تصویر بن کر رہ گئے اس تقریر کا تین ہستیوں پر خاص طور سے اثر ہوا وہ حالات بیان کرتا جاتا تھا۔ اور کعب فلاویہ کا اڑا ہوا رنگ واپس آتا جاتا تھا جسے کتاں کی زرنار نقاب بھی پوشیدہ کرنے سے قاصر تھی۔ دونوں کے دل دھڑک رہے تھے رنجیدگی کے اثر سے نہیں بلکہ مسرت فراواں سے البتہ یوڈیز کی صورت پر مردنی چھائی ہوئی تھی :۔

اسکی امیدیں افسردہ بستریں خاک میں مل چکی تھیں۔ بار بار ہاتھ بڑھکر تلوار کے قبضے پر جاتا تھا اور پھر کسی مذبذب کے ماتحت ہٹ جاتا تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر سعد نے کہا :

ایہا الناس ! خدا کا شکر ہے کہ یہ راز ظاہر ہوگیا اب اس کا تتمہ میں بیان کرتا ہوں ۔ آپ کو توماس کے بیان سے یہ تو معلوم ہی ہوگیا ہوگا کہ کچھ عرصہ تک میں حجاز و عراق کی سیاحت میں مشغول رہا ہوں اس درمیان میں میں نے تمام ممالک کی سیر کی اور اسی سلسلہ میں جبلہ بن ایہم کی فوج میں داخل ہوگیا۔ ان دنوں جبلہ بن ایہم کے قلب میں اسلام کی خوبیاں گھر کررہی

بخلیس جن سے متاثر ہوکر وہ مدینہ طیبہ پہنچا اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ میں بھی ان لوگوں میں ہوں جنھوں نے کلمہ پڑھا تھا مگر زمانۂ حج میں طواف بیت اللہ شریف کرتے ہوئے ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا:۔

ایک عربی جو طواف میں مشغول تھا۔ جبلہ بن ایہم کے برابر سے گذرا نادانستگی میں اس کا پاؤں جبلہ بن ایہم کے کمر بند پر پڑا۔ جس سے اسکی ازار گر گئی اور اس توہین سے برافروختہ ہو کر اس نے اعرابی کے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ اسکے دو دانت گر گئے!

اس نے حضرت عمرؓ سے استغاثہ کیا اور انہوں نے جبلہ بن ایہم کو طلب کیا اور پوچھا۔ جبلہ بن ایہم کو خیال تھا کہ بہ حیثیت ایک بادشاہ کے میری عزت کی جائیگی اسلئے اس نے جواب کا اعتراف کرتے ہوئے کہا! اگر حرمت کعبہ کا پاس نہ ہوتا تو میں اس گستاخ وحشی کو فوراً قتل کر دیتا۔ جرم ثابت ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے قصاص کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر اس اعرابی کو رضامند نہ کیا گیا تو میں اسے حکم دوں گا کہ وہ تمہارے طمانچہ مار کر دانت توڑ دے:۔

جبلہ بن ایہم اس فیصلہ سے راضی نہ ہوا اور اعرابی کو رضامند کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت طلب کی۔ جو فوراً منظور کر لی گئی اور وہ راتوں رات وہاں سے فرار ہوگیا۔ ممالک شام میں داخل ہونے کے بعد اس نے ارتداد اختیار کیا۔ اسکے ساتھ ساری فوج مرتد ہوگئی۔ مگر میرے دل میں نور اسلام کی ضیا باریاں برابر جاری رہیں:۔

ہیں نے مصلحتاً اسلام کو مخفی رکھا اور ایک موقعہ پر امیر کعب کے سامنے اقرار کر لیا تھا۔ چنانچہ اب مجھے کوئی خوف باقی نہیں اور میں علی الاعلان اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف کرتا ہوں :-

مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ لیلیٰ (فلادیہ) بھی اہل اسلام میں چند روزہ رہکر اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو چکی ہے مگر کسی وجہ سے اس نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا ہے!

سعد کے خاموش ہوتے ہی فلادیہ نے بڑھکر مالک اشتر کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا :

خدائے برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے حقیقت مخفی کو ظاہر کر دیا مجھے ابتدا سے اپنا آبائی مذہب پسند تھا۔ لیکن ماحول اس کے اعلان کی جرأت نہ ہونے دیتا تھا :-

اب حالات کا رُخ بدل چکا تھا اصلیت وحقیقت روز روشن کی طرح نمایاں ہو چکی تھی۔ حاضرین کی زبانوں پر مہر سکوت ثبت تھی۔ تھوڑی دیر تک بالکل خاموشی طاری رہی :-

آخر لاوان نے اس خاموشی کو برطرف کرتے ہوئے مشورہ پیش کیا کہ کیا اچھا ہوتا اگر اس بزم کا اختتام تقریب عقد پر ہوتا۔ چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ امیر کعب اور فلادیہ کے قلوب کو محبت کے رشتہ نے ملا دیا ہے اور وہ دونوں دل ہی دل میں ایک دوسرے کے پرستار ہیں!

یہ موقعہ جو خدا نے ہمیں عنایت کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنا

ہمارا فرض ہے کون جان سکتا ہے کہ آئندہ غیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے اور آتش جنگ کس کس کی ہستی کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔ لہٰذا اسی صحبت میں امیر کعب کا عقد پڑھ دیا جائے :۔

اس شورہ پر سب نے تکبیر کا نعرہ بلند کرکے ہوئے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ امیر کعب نے فلادیہ کے قریب جا کر اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کیا۔ اور اس نے امیر کی درخواست قبول کرتے ہوئے اثبات میں جواب دیا۔ ایجاب اور قبول کے بعد اسی مجمع سے دو حفاظ اُٹھے اور انہوں نے احکامات شرعی کی پابندی کرتے ہوئے خطبہ عقد پڑھا :۔

جس وقت شرفائے اسلام عروس نوشہ کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کر رہے تھے ایک واقعہ نے سب کو متاثر کر دیا سبب یہ ہوا کہ حاضرین معاملات عقد کی طرف متوجہ تھے۔ بودیز کی طرف کسی کا خیال نہ رہا :۔

اس نے حاضرین کی اس غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسکنا شروع کیا اور بڑھتے بڑھتے توماس کے پاس جا پہنچا۔ لوگ امیر کعب اور فلادیہ کی طرف متوجہ تھے اور بودیز کو انتقام بھیمانہ لینے کا کافی موقعہ تھا۔ اس نے توماس کی گردن مضبوط پکڑتے ہوئے کہا۔ مجنوط الحواس کمینے آخر تو نے اپنی شرارت سے میرے تمام مجوزہ منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ شاید موت نے مجھے اس کام کے واسطے آزاد رکھا تھا :۔

خیر میری زندگی کی یہ آخری گھڑی ہے لیکن قبل اس کے کہ میرے بعوں سے سا غو فناہ ملحق ہو نجھے قعر دوزخ میں دھکیل دوں گا!

جملہ تمام کرکے اس نے اپنا خنجر اس کے گلے پر پھیر دیا۔ توماس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور وہ گر کر اپنے خون میں تڑپنے لگا۔ اس کی چیخ سے وہاں کی خاموش فضا گونج اٹھی۔ اور حاضرین کی نگاہوں نے توماس کو مرغ بسمل کی طرح سے پھڑپھڑاتے اور یوویز کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ سب جھپٹ کر مقتول کے پاس پہنچے مگر اب کوئی معالجہ مفید نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مقتول کی شہ رگ کٹ چکی تھی۔ البتہ قاتل سے قصاص لینے کا امکان باقی تھا چند تیز رفتار لوگ جھپٹے اور تھوڑی جدوجہد کے بعد یوویز گرفتار کر لیا گیا!

اس پر ایک کے علاوہ متعدد جرم عاید ہوتے تھے اور توماس کا قتل علاوہ مضاعف تھا۔ مالک اشتر نے متعدد سرداروں کے مشورہ سے اس کے قتل کا حکم نافذ کر دیا اور وہ فی الفور گرجہ کے صحن میں قتل کر دیا گیا۔

اسکے بعد شرکائے بزم خدائے قادر و برتر کی حمد و ثنا کرتے ہوئے واپس ہوئے اتنی دیر میں کیسے کیسے انقلابات رونما ہو گئے جن چیزوں کا وہم و گمان بھی نہ تھا وہ ظاہر ہو کر زندگیوں کی کایا پلٹ کر گئیں:۔

جب زیتون اور اس کی شوخ سہیلیوں سلویا اور مرجانہ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی اور تو وہ خوشی سے پھولی نہ سمائیں۔ انھیں فلادیہ سے محبت ہو آئی تھی اور اُسے خوشی مقدم دیکھنا چاہتی تھیں۔ انھیں اکثر اوقات اس کی زبان سے ہیر کعب کا اشتیاق آمیز ذکر سنکر اُسکی محبت کا احساس ہو گیا تھا۔ جو چپکے چپکے اس کے دل کے اندر جڑ پکڑتی جاتی تھی۔ وہ کمال اشتیاق سے اس کی منتظر تھیں۔ انہوں نے اس حجلۂ عروسی کو جو یوویز کے لئے آراستہ کیا تھا

مٹا ڈالا اور اس کا کوئی نشان باقی نہ رکھا کہ المناک زندگی کی یاد تازہ کرے بلکہ ان کے مقابلہ میں ایک پُر تکلف رومی خیمہ کھڑا کر کے سامان نشاط و تعیش سے آراستہ کر دیا اور اس میں مہی پھولوں کے گلدستے کچھ ایسے سلیقے سے سجائے کہ نگاہ تماشہ دیکھنی کی دیکھتی رہ گئی :۔

فلادیہ آئی اور اپنے حسن کی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ آئی سلومیہ نے اسے شوخیوں کے ہاتھوں لیا اور مزیدار چھیڑ چھاڑ کے ساتھ حجلۂ عروسی میں پہنچا دیا۔ جہاں پہلے ہی سے کعب آغوش شوق پھیلائے ہوئے مجسمہ حسن و جمال کا انتظار کر رہے تھے۔ دو چار لمحہ بیٹھکر دلچسپ باتوں سے مزاج میں شگفتگی پیدا کی اور پھر خیمہ سے نکلکر چلی گئی۔ اب مجنون محبت تھا اور لیلائے جمال۔ مت کے دبے دبائے ارمان ابھر رہے تھے۔ شوق بے تاب تھا اور حسن خجل

امیر کعب نے اٹھکر دو رکعت نماز شکر ادا کی اور پھر فلادیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت پاش لہجہ میں کہا۔ دل نواز محبوبہ اگرچہ لبنے بھی پیارا نام ہے لیکن میں فلادیہ ہی کہوں گا۔ کیونکہ یہی وہ پیارا نام ہے جو میرے لوح قلب پر نقش ہونے میں امتیاز اولیت رکھتا ہے۔ آہ! یہ کسے توقع تھی کہ تم دفعتًا اس طرح میرے لمحات زندگی میں عیش و سرور کی لہریں پیدا کرنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری بن جاؤگی۔ اُف کتنا کٹھن تھا۔ وہ وقت جب تم کو دلہن بنا ہوا یوویرس کے پہلو میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ خدانخواستہ تم اسکی ہو جاتیں تو میری زندگی کیونکر کٹتی؟ امیر کعب کا دل بھر آیا آواز گلو گیر ہو گئی اور وہ ٹالنے کے طور پر دوسری طرف دیکھنے لگے فلادیہ خاموش تھی حجاب نسائی نے اسکی افسوں ساز نظروں کو جھکا دیا تھا اگرچہ دل میں طوفان جذبات بھرا تھا مگر لب لعلین کو

کسی قسم کی حرکت نہ ہوتی تھی۔ کعب نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر کہنا شروع کیا!

حسین فلاویہ! یہ سکوت تو کلیجہ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتا ہے سچ کہو کیا تم کو ویڈیز کی حسرتناک موت کا قلق ہے۔ کیا تم اس کی جواں مرگ پر متاسف ہو؟ ہونا چاہیئے وہ تمہارا منگیتر تھا۔ تم نے اسکے واسطے اتنی بڑی قربانی منظور کی تھی۔ جو دنیا میں کسی دوشیزہ سے غیر ممکن ہے آہ میں نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے۔۔۔۔۔

فلاویہ نے منہ سے تو کچھ نہ کہا تھا۔ لیکن حنائی ہاتھ امیر کعب کے منہ پر رکھدیا اور کچھ ایسی ایسی نگاہوں سے دیکھا۔ جس کی لذت ان کے دل کے سواء کوئی نہیں جان سکتا۔ اس پر سکتہ کی سی حالت طاری ہونے لگی۔ عالم بے اختیاری میں دونوں ہاتھوں نے پھیل کر پیکر ناز کو حلقہ شوق میں مضبوط پکڑ لیا اور لب مشتاق غنچہ کا رس چوسنے لگے:

ادہر مرجانہ نے اپنی نازآفرین شہزادی کو لا ان کے خلوت کدے میں پہنچایا۔ قران السعدین ہوا۔ جس طرح سے دو بیتاب ہستیاں ایک دوسرے کا خیر مقدم کر سکتی ہیں بالکل اسی طرح حسن و عشق کا امتزاج وقوع میں آیا۔ البتہ ان ہر دو طالب اور مطلوب میں باہمی مشورہ سے طے پایا کہ ہر چند ہم لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور رسومات مسیحی ترک کر چکے ہیں لیکن ہنی مون کے طریقہ پر کعب اور فلاویہ کو قلعہ حلب میں مہمان کرکے ایک دفعہ پھر جنگ گل سے لطف اندوزی حاصل کرینگے!

بائیسواں باب (۲۲)

پھولوں کی لڑائی

تقریب عقد کو ایک ہفتہ گذر گیا ہے یوقنا اپنے دو سو سر فروشوں کے ساتھ انطاکیہ روانہ ہو چکا ہے کہ ملک ہرقل کے ساتھ کوئی دھوکہ کر سکے۔ لاوان اپنی ناز آفرین بیوی کے ہمراہ قلعہ حلب واپس آ گیا ہے اسلامی لشکر نے اعزاز کا بندوبست کرنے کے بعد سعید بن عمرؓ غنوی کو اعزاز کی عنان حکومت تفویض کرتے ہوئے ان سو جوانوں کو ان کی قیادت میں دیا ہے جو یوقنا کے ساتھ حلب سے آئے تھے اور پھر مالک اشتر کے ماتحت قلعۂ حلب کی طرف مراجعت کی۔ جہاں امیر ابو عبیدہؓ ان کے منتظر تھے۔ یہ زمانہ امیر کعب اور لاوان نے ارمان قلبی پورا کرنے اور لطف زندگی اٹھانے میں لگا دیا۔ انھیں بالکل خبر نہ تھی کہ دنیا میں بجز استراحت کے کوئی اور کام بھی ہے یا نہیں۔ ان کی بزم صحبتوں میں نور جمال سے جگمگاہٹ پیدا کر نیوالی زیتون اور فلادیہ اپنے افسون محبت سے انھیں مسحور کئے تھیں۔ مرجانہ اور سلویہ کی پر لطف چھیڑ چھاڑ ان کے قلوب میں نشاط کی لہریں پیدا کرتی رہتی تھیں۔ ان کا بیشتر وقت اس نزہت بخش باغ میں بسر ہوتا تھا۔ جہاں آغاز جنگ سے پہلے زیتون اپنی چلبلی

سہیلیوں کے ساتھ مصروف گل بازی دیکھی گئی تھی۔

ان کی نظروں میں آپنا ٹکڑا ارض جنت سے کم نہ تھا۔ وہ ہری ہری دوب میں حلقہ باندھکر بیٹھ جاتے تھے ان کے چاروں طرف مختلف الالوان موسمی پھولوں کے پودے ہوتے تھے اور ان کی نازک نازک شاخوں میں رنگ برنگے پھول کھل کر اپنی جوانی کی بہاریں مفت نذر کرتے تھے۔ گاہ بگاہ فواروں کا تقاطر ان کی پرشوق نگاہوں کو اپنے میں جذب کر لیتا تھا۔ وہ ان کی سیر اور خوش لحن طیور کی نغمہ سنجیوں میں گم ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے :۔

ایک دن آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اس کی زرد زرد کرنیں پہاڑیوں کے بیچ سے گذرتی ہوئی سرسبز و شاداب درختوں کی چوٹیوں سے گلے مل مل کر رخصت ہو رہی تھیں۔ فضا نے لطف فریبی اختیار کی تھی اور منظر سہانا تھا۔ طیور قدرت کے بچھائے ہوئے وسیع دسترخوان سے چگ چگ کر آشیانوں میں آ بیٹھے تھے۔ اور رزاق العباد از الحجر کا ترانہ الاپنے میں مصروف تھے :۔

باغ کے زمردیں سبزے پر رومی قالین بچھا ہوا تھا اور اس پر لادان اور زیتون۔ امیر کعب اور فلاوہ برابر برابر بیٹھے کیف نشاط کے مزے لے رہے تھے ان کے سامنے ان پھولوں کا ڈھیر تھا۔ جو حسین فلاوہ اور زیتون نے اپنے دست سیمیں سے توڑ توڑ کر جمع کئے تھے اور اب ان کا گلدستہ بنانے میں مصروف تھیں۔ مرجانہ اور سلویہ چمنوں میں چہلیں کرتی اور پھول چنتی پھرتی تھیں انہوں نے سارے باغ میں گھوم پھر کر اپنی جھولیاں بھر لیں تھیں۔ کیونکہ وہ آج طے کر چکی تھیں کہ تمام حاصل چمن عیش کے متوالوں پر نثار کر دینگی :

وہ شام کے جھٹپٹے وقت میں آلات حرب سے لیس ہو کر واپس ہوئیں زبنون اور فلاویہ اپنے حسین کام میں مصروف تھیں اور لاداں امیر کعب طرح گل چینئ جمال میں مصروف تھا شوخ و شنگ سہیلیوں نے اچانک پھولوں کی چاند ماری شروع کردی اور کچھ ایسے جوش و خروش سے حملہ کیا کہ حریف کے چھکے چھوٹ گئے

فلاویہ نے گھبرا کر کہا سلویہ خدا کے لئے ان پھولوں کا استعمال نہ کرو!

سلویہ۔ صحیح طریقہ استعمال کیا ہے؟

فلاویہ۔ (امیر کعب کی طرف اشارہ کرکے) نہیں معلوم ہے کہ انہیں فنون جنگ کی مہارت پر ناز ہے اور ہمارے شہزادے صاحب (لاداں) بھی اپنی سپہ گری پر غرہ رکھتے ہیں پھر کیا یہ مناسب نہیں کہ آج ہم لوگ بھی اپنی مہارت کا مظاہرہ کرکے ثابت کردیں کہ ہم بھی فنون جنگ میں ان سے پیچھے نہیں

زبنون۔ ہاں سلویہ فلاویہ نے بالکل ٹھیک کہا یہی باغ ہماری رزمگاہ کا کام دیگا اور یہ پھول تیغ و تبر بنینگے (امیر کعب سے) یا امیر کیا ہماری دعوت جنگ قبول کرتے ہیں

کعب۔ خاتون میں عرب ہوں اور عرب کسی کی دعوت جنگ رد نہیں کرتے تاہم ان لوگوں سے لڑنے کی طاقت مجھ میں نہیں جنکے کشیدہ ابرو کھنچی ہوئی تلوار جن کی مژگاں ہمہری نیزے اور جنکی نادانستہ ادائیں چھریاں ہیں ان پھولوں کی تو اتنی بساط نہیں کہ ہمارے سخت اجسام کو مجروح کرسکیں۔ لیکن ان بے پناہ اداؤں سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی:۔

فلاویہ۔ خیر اس عجز و انکسار کی ضرورت نہیں۔ (لاداں سے) شہزادہ صاحب اٹھئے اور اپنا مورچہ آراستہ کیجئے!

اس پُر لطف لڑائی پر دونوں آمادہ ہو گئے۔ مورچہ تیار ہوا اور صفیں آراستہ ہوئیں۔ ایک طرف لاوان۔ کعب اور مرجانہ دوسری طرف زیتون فلاویہ اور سلویہ صف باندھکر ایستادہ ہو گئے۔ پھولوں کے دو حصے کر کے دونوں جماعتوں میں تقسیم کر دیئے گئے اور پھر ایک اشارے کے ساتھ جنگ گل کا آغاز ہوا!

خدا کی پناہ حسن کی بجلیاں چمک رہی تھیں اور آسمان سے پھول برس رہے تھے۔ جو ہاتھ فولادی قبضہ پکڑ کر بہترین شاہ زور حریف کے مقابلہ میں کمزوری دکھانے سے باز رہتے تھے۔ وہ پہلے حملے میں سست پڑ گئے۔ اگرچہ ابتدا میں انہوں نے ترکی بترکی جواب دینے کی سعی کی۔ لیکن آخر میں ہزیمت قبول کرنا پڑی۔ وہ محویت کے ساتھ ان پیکران ناز و ادا کی پھرتی و چالاکی کے دیکھنے میں محو تھے۔ پھولوں کی بے پناہ مار سنبھلنے کا موقعہ نہ دیتی تھی:

البتہ مرجانہ نے کچھ جوابدیا۔ لیکن وہ اکیلی تین شعلہ جوالہ خوبین کا مقابلہ کیسے کرتی۔ لاوان کو بچاتی تو کعب پر نرغہ ہوتا اور کعب کی خبر گیری کرتی تو لاوان گھر جانے تھے۔ شام تک یہ لڑائی ہوتی رہی آخر فتح ہوئی۔ زیتون و فلاویہ کی کعب اور لاوان نے ہزیمت قبول کرلی:-

ان کا ذخیرہ گل چھن گیا۔ مورچہ ہاتھ سے نکل گیا اور نتیجہ میں اسیر ہونا پڑا اور انہوں نے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ ناز آفرین حسینو! ہمیشہ حسن کو عشق پر غلبہ حاصل رہا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس جنگ میں کامیاب ہوتے۔ دیر تک ہنسی مذاق ہوتا رہا:-

شہزادی زیتون اور فلاویہ کو اس فتح پر بے حد مسرت تھی وہ بات بات

پر ہنس رہی تھیں۔ سب شاد تھے۔ پھولوں کی طرح ان کے قلوب کھلے ہوئے تھے کہ یکایک کوئی خیال آجانے سے کعب خاموش ہو گئے!

ان کی مسرتیں آلودہ افسوس ہو گئیں اور انہوں نے آہ سرد بھرتے ہوئے کہا غنیمت ہے یہ عیش و نشاط! زمانہ آرہا ہے کہ یہ باتیں خواب و خیال ہو جائیں گی

اس یاس آفریں جملے نے سب کو متاسف کر دیا۔ شہزادی زیتون نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ خیر تو ہے بے ہنگامہ نشاط میں حزنیہ کلمات کی کیا ضرورت تھی؟

کعب۔ شہزادی! آپ جانتی ہیں کہ ہم کو ایک مہم درپیش ہے جب تک انطاکیہ پر ہمارا قبضہ نہ ہو جائے ہم لوگ آرام سے نہیں بیٹھ سکتے۔ امیر ابو عبیدہ تیاریوں میں مصروف ہیں ہفتہ عشرہ میں لشکر کوچ کر جائے گا:-

زیتون۔ لیکن آپ نے تو ابھی شادی کی ہے کم سے کم ایک سال تو اس نئی زندگی سے لطف اندوز ہونا چاہیئے:-

کعب۔ نہیں شہزادی! ہم نے خدا کی راہ میں اپنی جانیں وقف کر دی ہیں ہمارا جینا مرنا سب خدا ہی کے لئے ہے کسی طرح یہ ممکن نہیں کہ میرے بھائی بند میدان جنگ میں جوہر شجاعت دکھائیں اور میں دنیا کی عارضی خوشی میں مجبور رہوں

فلاویہ۔ میں بھی آپکو یہ رائے نہ دوں گی کہ آپ اپنے ہم چشموں سے شرمندہ ہونا قبول کریں۔ میں خود ان لڑائیوں میں آپکے ساتھ رہونگی!

کعب۔ نہیں فلاویہ! تم سی نازک اندام خاتون ان سختیوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ تم شہزادی زیتون کے ساتھ قلعہ میں رہنا میں وقتاً فوقتاً تم سے

مل جایا کروں گا۔ لاوان کی موجودگی میں تم کو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ وہ قاصد بھیج کر جنگ کے حالات دریافت کرتے رہینگے!

لاوان۔ واہ کیا میں جہاد کے ثواب سے محروم رہوں گا۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا سب سے پہلے میں لشکر اسلام کے ساتھ روانہ ہوں گا!

فلادیہ۔ یہ بہت ٹھیک ہے ہم لوگ سب ساتھ ہی رہینگے۔ آخر خواتین اسلام بھی ساتھ ہیں کہ نہیں وہ مجروحین کی تیمارداری کرتی ہیں۔ جب مسلمان لڑائی میں مصروف ہوتے ہیں، تو وہ ان کے خورد و نوش کا سامان کرتی ہیں۔ ہم لوگ بھی اپنی شریف بہنوں کی طرح خدمت کرکے ثواب آخرت حاصل کرینگی:۔

کعب۔ وہ شروع سے سختیاں برداشت کرتے کرتے عادی ہو گئی ہیں اسلئے انھیں ناگوار نہیں گذرتا!

فلادیہ۔ میری نسبت آرام طلبی کا خیال صحیح نہیں آپ خود ہی ملاحظہ فرما لیجیے ہیں:۔

آخر طے ہوگیا کہ جب لشکر روانہ ہوگا تو زیتون اور فلادیہ۔ سلمیٰ اور مرجانا بھی ساتھ ساتھ جائیں گی۔ اس قرارداد کے بعد یہ لوگ باغ سے محل میں آئے اور عیش و نشاط میں محو ہو گئے:۔

ختم شد